نُورِ نَبُوّت نُورِ الٰہیؓ

خواجہ شمس الدین عظیمی

VOL: 02

جنوری 1980 تا نومبر 1990

www.ksars.org

Khwaja Shamsuddin Azeemi Research Society

جنوری 1991؁

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کعبہ میں اعلان فرمایا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عبادت اور بزرگی صرف ایک ذات واحد اللہ کو زیب دیتی ہے۔ وہی ہے جس نے آسمان بنائے اور زمین بنائی۔ وہی ہے جو تمہیں رزق فراہم کرتا ہے۔ وہی پاک اور اعلیٰ ہستی ہے جو تمہارے اوپر موت (نیند) طاری کر کے تمہیں دوبارہ بیدار کر دیتی ہے۔ وہی ہے جو تمہیں مرنے کے بعد اعمال کی سزا اور جزا کے لئے دوبارہ زندہ کر دے گی۔

مشرکین کے نزدیک حرم کعبہ کی یہ سب سے بڑی توہین تھی۔ اعلان کا ہونا تھا کہ حرم کعبہ اور مکہ میں ایک ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بتوں کو خدا ماننے والے اور باطل کے سائے میں زندگی گزارنے والے لوگ ہر طرف سے آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ آپ ﷺ کو بچانے کے لئے دوڑے لیکن ان پر اتنی زیادہ تلواریں بجلی بن کر گریں کہ وہ شہید ہو گئے۔

الٰہی مشن کی دعوت کا یہ پہلا اعلان تھا جو قریش کے لئے اس لئے پریشانی کا موجب تھا کہ ان کی عزت کعبہ کی تولیت کی وجہ سے تھی۔ جس کعبہ میں تین سو ساٹھ بُت رکھ دیئے گئے تھے۔ تین سو ساٹھ بتوں کے محافظ کی حیثیت سے سارے عرب پر ان کی اجارہ داری تھی۔ مذہبی معاملات میں اہل عرب ان کی طرف نہ صرف دیکھتے تھے بلکہ ان کی رہنمائی پر اعتماد کرتے تھے۔ وحدانیت کے اعلان سے ان کی چودھراہٹ ختم ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو گیا تھا۔ باپ دادا کے ورثے بت پرستی کو اس لئے نہیں چھوڑ سکتے تھے کہ جاہل قوم کو ان سے اندھی عقیدت تھی۔ قریش کے صاحب اقتدار لوگوں کو یہ صاف نظر آ رہا تھا کہ اس دعوت کے پھیلنے سے ان کا اقتدار ختم ہو جائے گا اور ان کی حاکمیت مٹی میں مل جائے گی۔ انہیں جو مذہبی قیادت حاصل ہے اس سے وہ محروم ہو جائیں گے۔ اس نقطۂ نظر سے جو جتنا بڑا مجاور اور گدّی نشین تھا اتنا ہی بڑا مخالف بن گیا۔ ظاہر ہے کہ ان کے اندر برائیوں اور خامیوں پر مذہبی اجارہ داری نے پردہ ڈال رکھا تھا۔ توحید کے اعلان کا مطلب یہ تھا کہ مشرکین کی کمزوریاں ان کے اندر سے نکل کر عوام کے سامنے آ جائیں۔ مشرکین جانتے تھے کہ ان کی کمزوریاں ظاہر ہو جانے سے عوام ان کے خلاف اعلان بغاوت کر دیں گے۔ چنانچہ مشرکین نے اپنے جھوٹے اقتدار کی حفاظت کرنے اور خود کو بچانے کے لئے ابلیسی تدابیر اختیار کرنا شروع کر دیں۔

الٰہی مشن اور توحید کی دعوت کا مذاق اڑایا گیا۔ الزامات لگائے گئے۔ دشنام طرازی اور پھبتیوں سے اذیت پہنچائی گئی۔ مجنوں اور پاگل کا خطاب دیا گیا۔ شاعر اور جادوگر کہہ کر قدر و منزلت کو کم کرنے کی کوشش کی گئی۔ الٰہی مشن کے نگران اعلیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سب اذیتناک باتوں کو برداشت کرتے ہوئے مشن کی ترویج میں ہمہ تن مصروف رہے۔ اللہ نے ہر ہر قدم پر اپنے محبوب ﷺ کا ساتھ دیا۔ اپنے محبوب ﷺ کی دلجوئی کے لئے سورۃ قلم میں فرمایا:

"آپ ﷺ پر اللہ کا بڑا کرم ہے۔آپ ﷺ مجنوں نہیں۔آپ ﷺ پر تو اللہ کی بے انتہا عنایات ہیں۔ جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کس کی عقل ٹھکانے نہیں ہے۔آپ ﷺ کو خوب معلوم ہے کہ کون سیدھے راستے پر ہے اور کون بھٹکا ہوا ہے۔آپ ﷺ اپنا کام کئے جایئے۔ جو لوگ اس دعوت کو جھٹلاتے رہے ہیں ان کا کہا ہر گز نہ مانیئے۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ اپنی دعوت کے کام کو ذرا کمزور کر دیں تو وہ بھی اپنی ریشہ دوانیوں کو کم کر دیں...... لیکن آپ ﷺ کا یہ کام نہیں کہ آپ ﷺ ان لوگوں کی خواہشات کو پورا ہونے دیں۔ میرے مشن کے لئے جو کچھ آپ ﷺ کر رہے ہیں اس کو نہ ماننے کا معاملہ آپ ﷺ میرے اوپر چھوڑ دیں۔انہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔انہیں جو ڈھیل دی جا رہی ہے اس کا کیا مطلب ہے۔آپ ﷺ ان سے کہہ دیجئے کیا میں تم سے کچھ طلب کرتا ہوں۔اپنے فائدے کے لئے تم سے کچھ چاہتا ہوں یا میری بات کے خلاف تمہارے پاس کوئی معقول ثبوت ہے۔ ظاہر ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے کام پر جمے رہیئے۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی ان حالات کا مقابلہ نہایت صبر کے ساتھ کرتے رہیں۔ حالات اپنے وقت پر بدلیں گے۔"

مشرکین مکہ نے غلط تاویلات کے ساتھ لوگوں کو الٰہی مشن سے جتنا روکنا چاہا لوگوں کے اندر اتنا ہی اشتیاق بڑھا اور لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ جب یہ چرچا دوسرے شہروں میں پھیلا تو دور دراز علاقوں سے لوگ الٰہی مشن کو جاننے اور سمجھنے کے لئے آنے لگے اور ایک وقت ایسا آیا کہ مشرکین نے مایوس ہو کر طے کیا کہ سختی سے نہیں نرمی اور مصلحت سے اس مشن کو ناکام بنایا جائے۔

پوچھا گیا۔اے محمد ﷺ تم چاہتے کیا ہو؟ مکہ کی حکومت کسی اعلیٰ گھرانے میں شادی یا دولت کے ڈھیر......یہ سب ہم تمہارے لئے مہیا کر دیتے ہیں۔ہم اس پر راضی ہیں کہ مکہ کی آبادی تمہارے زیر فرمان کر دی جائے اور تمہیں حاکم تسلیم کر لیا جائے یا جو کچھ اور چاہو وہ پورا کر لیا جائے۔ شرط صرف یہ ہے کہ تم الٰہی مشن کی دعوت سے باز آجاؤ۔ ہمارے بتوں کی نفی نہ کرو۔

اس کے جواب میں اللہ کے محبوب ﷺ نے قرآن کی چند آیتیں تلاوت کیں جس میں توحید اور دعوت اور اپنی رسالت کی وضاحت تھی۔

قاصد عتبہ یہ سن کر واپس ہو گیا اور اس نے قریش کے سرداروں سے کہا:

محمد ﷺ جو کلام پیش کر رہے ہیں وہ شاعری نہیں۔ میری رائے ہے کہ تم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ لیکن مشرکین کی ضد اور ہٹ دھرمی سے نئی طرز فکر، نئی تحریک اور شیطانی طرز فکر اور شرک کے درمیان ایک سخت کشمکش شروع ہو گئی۔ جو لوگ پرانے مذہب سے چمٹے رہنا چاہتے تھے انہوں نے پوری طرح مخالفت کی اور الٰہی مشن کو مٹا ڈالنے کے لئے وحشیانہ ظلم و ستم ڈھائے۔ مگر الٰہی مشن کے متوالے، توحید و رسالت کے پروانے اور رسول اللہ ﷺ کے پیروکار جمے رہے۔ اور ایک وقت ایسا آیا کہ الٰہی مشن کامیاب ہو گیا۔ قرآن نے اعلان کیا حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

حق آشنا شمع رسالت کے پروانے جب تک اپنے اسلاف کے نقوش و قدم پر چلتے رہے عروج کی منزلیں ان کے قدم چھوتی رہیں۔آسمانوں میں فرشتوں کی معاونت ان کے ساتھ رہی۔ اللہ کا انعام ان کے اوپر بارش برساتا رہا.....اور جب امت مسلمہ نے غیروں کے بچھائے ہوئے شیطانی اور طلسماتی جال میں خود کو گرفتار کر لیا اور تین سو ساٹھ بتوں کے بجائے ہزاروں بتوں کی پرستش ہونے لگی تو دنیا پرستی، اقتدار پرستی، انا پرستی اور ہوس زر نے امت کے شیرازے کو بکھیر دیا۔ قوم تفرقوں میں بٹ گئی۔ نفرتوں نے اپنا جادو جگا دیا۔ بھائی، بھائی کا دشمن بن گیا۔ جیسے ہی یہ سب کچھ ہوا قوم کے ہاتھ سے اللہ کی رسی چھوٹ گئی۔

اللہ کی سنت جاری رہتی ہے۔ اس میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اور نہ تعطل واقع ہوتا ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ اس کا مشن جاری رہے۔ اس کے محبوب ﷺ کا نام روشن رہے۔ اس لئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی ضوفشانیوں سے آسمانوں کی قندیلیں روشن ہیں۔ اسی نام کی برکت ہے کہ زمین نور علی نور ہے۔ زمین کا ہر ذرہ نور ہے، روشنی ہے اور نظارہ ہے۔

چودہ سو سال کی زبوں حالی اور سخت جانی کو ختم کرنے کے لئے محبوب خدا ﷺ کے پیارے، ان کے لخت جگر حسن اُخریٰ محمد عظیم برخیاؔ ابدال حق قلندر بابا اولیاءؒ تشریف لائے۔ آپؒ نے قوم کو جگانے، امت کو سنوارنے اور ملت کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرانے کے لئے الٰہی مشن کی ترویج و ترقی اور تجدید کے لئے ایک پروگرام بنایا۔

مخالفت کا ایک طوفان اٹھا۔ کہنے والوں نے مخبوط الحواس کہا۔ کسی نے مالیخولیا کا مریض قرار دیا۔ جادوگر کا الزام دیا گیا۔ گالیوں کے ساتھ کہا گیا۔ اسلام میں مراقبے کی پیوند کاری کی گئی ہے۔ ٹھٹھول اور مذاق کا ہدف بنایا گیا۔ والدین نے اولاد کو تنبیہہ کی کہ اس الٰہی مشن کے کارندوں کے ساتھ تمہارا اٹھنا بیٹھنا ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے۔ بیویوں نے شوہروں کو روکا کہ ایک کا انتخاب کریں ہمیں چھوڑ دیں یا اس مشن کے داعی کو چھوڑ دیں۔ مائوں نے اولاد کو عاق کر دیا اور دودھ معاف نہ کرنے کی دھمکیاں دیں۔ ہر طرف ایک ہی سوال تھا کہ غرض اور صلہ و ستائش کی تمنا کے بغیر خدمت خلق کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ دیوانے لوگ اپنا وقت کیوں ضائع کرتے ہیں۔ غرض کے بغیر نوع انسانی میں سکون کیوں بانٹنا چاہتے ہیں۔

اس مشن کے پروانے اپنا کام کرتے رہے۔ مشن کے نگران اعلیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اولاد اور ان کے علوم کے وارث ابدال حق قلندر بابا اولیاءؒ کے پیغام کو عام کرتے رہے......وہ اذان دیتے رہے اور اذان دے رہے ہیں کہ......روح کے عرفان کے بغیر عزت نفس نہیں ملتی۔ روح کے عرفان کے بغیر سکون نہیں ملتا......اور روح کے عرفان کے بغیر قوم اپنے اسلاف کے ورثے (حاکمیت) کو حاصل نہیں کر سکتی......بلاشبہ قلندر بابا اولیاءؒ کے اس مشن میں کامیابی کے لئے تن من دھن سے کوشش کرنا ہمارا اعزاز ہے......

فروری 1991ء

نورِ الٰہی

نور نبوت

روحانی علوم سیکھنے کے لئے اور روحانی دنیا میں داخل ہونے کے لئے دو طرزیں متعین ہیں۔ایک طرز کا نام قرب نوافل ہے اور ایک طرز کا نام قرب فرائض ہے۔قرب نوافل ہو یا قرب فرائض، دونوں علوم کسی روحانی انسان سے یا کسی ولی یا پیغمبر سے یا کسی ولی اللہ کی روح سے منتقل ہوتے ہیں۔اولیاءاللہ کی ارواح سے منتقل ہونے والے علوم جس طریقہ پر یا جس طرح منتقل ہوتے ہیں، تصوف میں ان کا اصلاحی نام ''نسبت اویسیہ'' ہے۔ نسبت اویسیہ کا پہلا انکشاف حضور بڑے پیر صاحب حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے طریقہ تصرف میں ہوا۔یہ نسبت ایسی نسبت ہے کہ روح کے اندر علوم منتقل کر دیئے جاتے ہیں۔اور وہاں سے یہ علوم کسی چشمے کی طرح (وہ چشمہ پہاڑ میں ہو یا زمین میں ہو) پھوٹ پڑتا ہے۔اور پھر یہی چشمہ یا علوم کا خزانہ اندر اندر بہتے بہتے فوارے کی صورت میں بہہ نکلتا ہے۔حضرت غوث الاعظمؒ کے بعد سے یہ سلسلہ اسی طرح جاری و ساری ہے۔

اس تمہید کا مفہوم یہ ہوا کہ نسبت اویسیہ کا فیضان مخفی طور پر ملاءاعلیٰ کے ذریعے یا انبیائے کرام کی ارواح کی معرفت یا قرب فرائض کے اولیاء اللہ کی روح کے واسطے سے ہوتا ہے۔

نسبت اویسیہ کے لئے کسی ولی اللہ کے مادی جسم کا سامنے ہونا ضروری نہیں ہے۔یہ نسبت بہت قوی نسبت ہوتی ہے۔اور اس نسبت کا مظاہرہ بہت دیر میں ہوتا ہے۔اور بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ جس بندے کو یہ نسبت حاصل ہے اسے آخر وقت تک نسبت کا علم نہیں ہوتا۔اولیاءاللہ کی ارواح یا انبیاء کی ارواح یا ملاءاعلیٰ کے ذریعے یہ منتقل ہونے والے روحانی علوم جب عین (روح انسانی) یا ثابتہ (روح اعظم) میں ذخیرہ ہو تو عین اور ثابتہ ان سے بھر جاتے ہیں یا روح انسانی اور روح اعظم ان علوم کے انوار اور روشنیوں سے معمور ہو جاتی ہے تو یہ روحانی علوم۔روح انسانی اور روح اعظم کے کناروں سے باہر آجاتے ہیں اور ان علوم کا کناروں سے باہر آنا سالک (روحانی مسافر) کے اوپر شہودی کیفیت طاری کر دیتا ہے۔نسبت اویسیہ کے تحت اندرونی آنکھ کھلنے والے سالک کی حیثیت بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پہلی نظر، نظر سے مراد پہلا شہود ملاءاعلیٰ کا ہوتا ہے یعنی روحانی

مسافر کی آنکھ کھلتی ہے تو نظروں کے سامنے ملاءاعلیٰ آجاتے ہیں۔ ملاءاعلیٰ سے مراد گروہ جبرائیل اور گروہ میکائیل ہیں۔ ملاءاعلیٰ کا شہود جس زون میں ہوتا ہے،اس زون کا نام ''بیت المعمور'' ہے۔بیت المعمور عرش کے اوپر کا مقام ہے۔

قانون روحانیت کے تحت فرشتوں کے الگ الگ طبقے ہیں۔

عنصریون۔ملائکہ ارضی۔ملائکہ سماوی۔رضوان۔زمانیا۔ملاءاعلیٰ۔حاملان عرش......

قدرت نے کائناتی سسٹم میں فرشتوں کو عامل کارکنان کی حیثیت سے ڈیوٹیاں دی ہیں۔روحانی آنکھ دیکھتی ہے کہ ہر بندہ بشر کے ساتھ ہر لمحہ ہر آن بیس 20ہزار فرشتے کام کرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس میں اتنا زیادہ انہماک تھا کہ ان کے اندر روح انسانی حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نبوت سے معمور رہتی تھی۔ صحابہ کرامؓ کے نور نبوت سے معمور ہونے کی حالت کو تصوف ''نسبت سکینہ'' کے نام سے بیان کرتا ہے۔نسبت سکینہ کی تعریف یہ ہے کہ پہلے روحانی شاگرد خود کو کسی روحانی انسان کے اندر جذب کر دیتا ہے۔اس طرح جذب ہو جانا عشق ہے۔جذب ہونے کے بعد یا روحانی انسان کی روشنیوں کو جذب کر لینے کے بعد جو کیفیت ہوتی ہے۔

ان دونوں کیفیتوں ''عشق اور جذب'' کے مجموعے کا نام نسبت سکینہ ہے۔نسبت سکینہ سے سالک کی طرز فکر میں روحانی استاد یا مرشد کریم کی طرز فکر منتقل ہو جاتی ہے۔روحانی شاگرد کے خیالات، تصورات اور احساسات میں اتنی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے کہ شاگرد اپنے روحانی استاد کی طرح سوچنے لگتا ہے......اور مرشد کریم کی طرح اس کے تمام اعمال وافعال ہو جاتے ہیں۔

نسبت جذب وہ نسبت ہے جس کو تبع تابعین کے بعد سب سے پہلے خواجہ بہارالحق نے نشان بے نشانی کا نام دیا ہے۔ نقشبندی جماعت اس نسبت کو ''نسبت یادداشت'' سے جانتی ہے۔نشان بے نشانی سے مراد یہ ہے کہ عارف کا ذہن اس سمت میں سفر کرے جس سمت میں ازل سے پہلے کے نقوش موجود ہیں۔جب ازل سے پہلے کے نقوش یعنی اللہ کا ذہن اور اللہ کا ذاتی علم عارف کے قلب میں بار بار وارد ہوتا ہے تو روحانی مسافر (سالک) کو ''وحدت'' احاطہ کر لیتی ہے اور اسے ہر سُو، ہر سمت، ہر طرف موجود اور لاموجود شئے میں اللہ نظر آنے لگتا ہے۔کوئی بھی کام ہو، کوئی بھی عمل ہو، کوئی بھی اقدام ہو......سالک کی افتاد طبیعت یہ بن جاتی ہے کہ وہ ارادی طور پر اور اختیاری وغیر اختیاری طور پر، ہر چیز ہر بات اور ہر عمل میں اللہ کو تلاش کرنا شروع کر دیتا ہے۔اور وہ قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر بن جاتا ہے۔

''اور وہ لوگ جو راسخ فی العلم ہیں کہتے ہیں

ہمارا یقین اور مشاہدہ ہے کہ ہر چیز ہمارے اللہ اور ہمارے رب کی طرف سے ہے۔''

ماخوذ از تشریح لوح و قلم لیکچر نمبر 34

مارچ 1991ء

نورِالٰہی

نور نبوت

اور اس شخص کی بات سے اچھی کس کی بات ہو گی جس نے اللہ کی طرف دعوت دی اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں خدا کا فرماں بردار اور مسلم ہوں۔

اور تم میں ایک جماعت تو ایسی ضرور ہونی چاہئے جو خیر کی طرف دعوت دے۔ اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے۔

بلاشبہ وہ لوگ خدا کے محبوب ہیں جو اس کی راہ میں استقلال کے ساتھ صف باندھے لڑتے رہتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

اور تم سب مل کر خدا کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور الگ الگ فرقے نہ بن جانا۔ اور خدا کے احسان کو یاد رکھنا جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اور تم اس کے فضل و کرم سے بھائی بھائی بن گئے۔

قسم ہے زمانہ کی، انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جو نیک عمل کرتے رہے۔ اور جو ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔

نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو۔

اور اپنے آپ کو ان لوگوں کی معیت اور رفاقت پر مطمئن رکھیئے جو اپنے رب کی رضا کے طالب بن کر صبح و شام اس کو پکارتے رہتے ہیں اور ان کو نظر انداز کر کے دنیوی شان و شوکت کی طلب میں اپنی نگاہیں نہ دوڑایئے۔

اے میرے وہ بندو! جو اپنی جانوں پر زیادتی کر بیٹھے ہو خدا کی رحمت سے ہر گز مایوس نہ ہونا۔ یقیناً خدا تمہارے سارے کے سارے گناہ معاف کر دے گا۔ وہ بہت ہی معاف کرنے والا ہے اور بڑا ہی مہربان ہے۔ اور تم اپنے رب کی طرف رجوع ہو جاؤ۔ اور اس کی فرماں برداری بجا لاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر کوئی تکلیف آپڑے اور پھر تم کہیں سے مدد نہ پا سکو۔

اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خطائوں کو معاف کرتا ہے اور وہ سب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

اے مومنو! خدا کے آگے سچی اور خالص توبہ کرو۔ امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں ایسے باغوں میں رکھے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ اس دن خدا اپنے رسول ﷺ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لا کر اس کے ساتھ ہو لئے ہیں رسوا نہ کرے گا۔

اور اے رسول ﷺ! جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دیں کہ میں ان سے قریب ہوں جو مجھے پکارتے ہیں۔ جب وہ مجھ سے مانگتے ہیں تو ان کی دعا قبول کرتا ہوں۔

بے شک خدا کے محبوب وہ بندے ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرتے ہیں اور وہ بندے ہیں جو پاک صاف رہتے ہیں۔

اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد سے بھی۔ پروردگار! میری دعا قبول فرما۔ پروردگار! میری مغفرت فرما۔ اور میرے والدین اور سارے مسلمانوں کو اس دن معاف فرما دے جب کہ حساب ہو گا۔

اے ہمارے رب! ہم نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا۔ اگر تو ہماری مغفرت نہ فرمائے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے۔ اور آگ کے عذاب سے ہمیں محفوظ کر دے۔

پروردگار! جب تو نے ہمیں سیدھی راہ پر لگا دیا ہے تو پھر کبھی ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کرنا ہمیں اپنے خزانۂ فیض سے رحمت عطا فرما کہ تو ہی حقیقی فیاض ہے۔

(القرآن الکریم)

خدایا! میں تیری پناہ میں آتا ہوں اُس دل سے جس میں خشوع نہ ہو۔ اس نفس سے جس میں صبر نہ ہو۔ اس علم سے جو نفع بخش نہ ہو۔ اس دعا سے جو قبول نہ ہو۔

خدایا! میں تجھ سے عفو و کرم اور عافیت و سلامتی مانگتا ہوں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

نوکر اور ملازم تمہارے بھائی ہیں۔ خدا نے ان کو تمہارے سپرد کیا ہے۔ پس تم میں سے جس کسی کے کوئی سپرد ہے تو چاہئے کہ تم جو خود کھائو اسے کھلائو۔ جو تم خود پہنو، اسے ایسا ہی لباس پہنائو۔ اس پر کام کا بوجھ اتنا نہ ڈالو کہ وہ اسے سہار نہ سکے۔ اگر کام اس کی سکت اور ہمت سے زیادہ ہے تو تم اس کے ساتھ ہاتھ بٹائو۔ اور اس کی مدد کرو۔ (حدیث شریف)

اپریل 1991ء

نورِ الٰہی

نور نبوت

فرشتے ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

ترجمہ:

خود فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور خود فرشتے اس کے گردا گرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح حمد کرتے رہتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں اور یقین رکھنے والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں۔

اور دعا کرتے ہیں۔

ترجمہ:

اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت اعر علم پر ہر چیز محیط ہے ان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے توبہ کی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور ان کو عذاب جہنم سے محفوظ کر دیجئے۔

مومنین اور مومنات کیلئے فرشتے بھی دعا کرتے ہیں۔

اے ہمارے پروردگار! مومن اور مومنات کو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ داخل کر دیجئے۔ اور ان کے ماں باپ، بیویوں اور اولادوں کو بھی جنتوں میں داخل کر دیجئے۔ بے شک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

(قرآن)

بندہ کے اندر جب ایمان پختہ یعنی یقین کی دنیا روشن ہو جاتی ہے تو وہ دشمنوں کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ وسوسے اور شیطانی افکار اس کے قریب نہیں آتے۔ ایسے بندوں کے اوپر سلامتی کی راہیں کھل جاتی ہیں اور اس کی ذہنی صلاحیتیں بحال ہو جاتی ہیں۔ اس کے اندر بالیدگی پیدا کرنے والی روحانی غذائوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مصائب وآلام دم توڑ دیتے ہیں۔ سکون اور اطمینان قلب کی دولت نصیب ہو جاتی ہے۔

ترجمہ:

اور جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان (یقین) رکھتے ہیں آپ ان کو میرا سلام پہنچا دیجئے اور کہہ دیجئے کہ تمہارے رب نے تم پر اپنی مہربانی کرنا اپنے ذمہ کر لیا ہے۔

ایمان ایقان کیلئے ضروری ہے کہ بندہ خود ساختہ معبودوں کی نفی کر کے ایک ایسے معبود کی ربوبیت کا اقرار باللسان اور تصدیق قلب کے ساتھ اقرار کرے۔ اسلامی تعلیمات کی بنیاد توحید و رسالت پر ہے۔ یعنی ایک معبود اور اس کے فرستادہ رسول کو زبان سے اور دل سے تسلیم کیا جائے۔ اس طرح تسلیم کیا جائے کہ اس میں کھوٹ نہ ہو۔ شک نہ ہو۔ منافقت نہ ہو۔ جب بندہ یقین، خلوص اور جذبہ ایثار کے ساتھ وحدانیت کا اقرار کر لیتا ہے تو اس کی مثال ایک ایسے تناور درخت اور پھل دار درخت کی ہوتی ہے جس پر پھل بھی لگتے ہیں اور اس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق سکھ کا سانس بھی لیتی ہے۔

ترجمہ:

کیا تو غور نہیں کرتا کہ اللہ کریم نے کلمہ طیبہ کی مثال کس طرح بیان کی ہے جو ایک عمدہ درخت کی طرح ہے۔ اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں وہ اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے اور اللہ کریم لوگوں کیلئے مثالیں بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

ہر باشعور آدمی اس حقیقت کو جانتا ہے کہ اس دنیا میں یا اس دنیا سے اس پار دوسری دنیا میں کسی بھی موجود چیز کیلئے ضروری ہے کہ اس کی کوئی بنیاد ہو۔ بنیاد کے بغیر نہ کوئی تعمیر ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی شئے مکمل ہوتی ہے۔ ہم گھر بناتے ہیں۔ گھر کے اندر کمرے بناتے ہیں۔ گھر کے اوپر چھت ڈالتے ہیں۔ بنیاد نہ ہو تو گھر، کمرے، دیواریں، دروازے، کھڑکیاں اور چھت کا تذکرہ نہیں ہوگا۔ کرسی کا نام لیتے ہی چار ٹانگوں کا یقین آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ چار ٹانگیں نہیں ہونگی تو کرسی نہیں بنے گی۔ انسانی معاشرے کی بنیاد ایمان، یقین، مشاہداتی نظر ہے، اس کے بغیر معاشرہ کا لفظ بے معنی اور کھوکھلا ہے۔ معاشرہ کی بنیاد ایمان پر ہے۔ ایمان نہ ہو تو شرافت، اخلاق، روحانیت اور انسانیت نہیں ہوگی۔ ایمان ایک ایسا بیج ہے جس کی نمو سے اعمال صالح کا درخت اگتا ہے اور اس شجر مبارکہ کی ہر شاخ پتے، پھول اور پھل نیکی ہے۔ جس طرح درخت زمین میں سے آسمان کی طرف بلند ہوتا ہے اور پھیل کر آسمان اور زمین کے درمیان سایہ بن جاتا ہے۔ اس طرح اعمال صالحہ کے درخت کا ہر پتا یقین اور ایمان کا پیٹرن (Pattern) ہوتا ہے، جس طرح درخت کی شاخیں، پتے، پھول اور پھل درخت سے الگ کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور درخت کا ہی حصہ ہوتے ہیں اس طرح صراط مستقیم پر چلنے والے مرد وخواتین کو اعمال صالحہ کا درخت منظم اور متحد رکھتا ہے۔ اس میں کسی قسم کا افتراق و اختلاف نہیں ہوتا...... صراط مستقیم پر چلنے والے مواحد اپنی اصل سے جڑے رہتے ہیں۔

اور جو لوگ شجر مبارک (ایمان کا درخت) سے اپنا رشتہ نہیں جوڑتے وہ اعمال صالحہ کی بجائے، اعمال خبیثہ کے درخت بن جاتے ہیں، اعمال خبیثہ کے درخت میں کانٹے ہوتے ہیں جو اس درخت کو اور اس درخت سے ہم رشتہ رہنے والوں کو چبھتے رہتے ہیں۔ اذیت ان کے اوپر مسلط ہو جاتی ہے۔ سکون ان کیلئے حرام ہو جاتا ہے، بے یقینی، شکوک و شبہات اور وسوسوں کی دلدل میں گر کر اندر ہی اندر دھنستے چلے جاتے ہیں۔ آخرت اور دنیا ان کیلئے سراسر گھاٹے اور خسارہ کی علامت بن جاتی ہے۔

ترجمہ:

نبی کیلئے شایان نہیں اور ان کیلئے جو ایمان لائے کہ وہ مشرکین (اعمال خبیثہ کے پیروکار) کیلئے دعائے مغفرت کریں، گو وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد کہ ان پر یہ واضح ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں۔

اعمال صالحہ والے مرد اور اعمال صالحہ کرنے والی خواتین اس دنیا میں بھی سرخرو ہیں اور مرنے کے بعد کے عالم میں بھی مسرور، خوش، مطمئن اور بے فکر ہیں۔ انہیں نہ خوف ہوتا ہے اور نہ ہی انہیں غمناک زندگی سے واسطہ پڑتا ہے۔

تخلیق کائنات کیلئے نور اول سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اے قبر والو تم پر سلامتی ہو...... تم ہم سے پہلے ملک عدم کو چلے گئے اور ہم بھی تمہارے پیچھے آرہے ہیں۔

مردے سلام کا جواب دیتے ہیں جو ثواب پہنچایا جائے ان کو پہنچتا ہے۔

مئی 1991ء

نورِ الٰہی

نور نبوت

جب سے آدم اس زمین پر آیا ہے اس وقت سے آواز الفاظ میں منتقل ہو رہی ہے۔ شروع شروع میں گفتگو کا طریقہ یہ تھا کہ ایک دوسرے کو اشاروں سے متوجہ کر کے اپنا ماضی الضمیر بیان کیا جاتا تھا۔

اس طریقہ میں بھی خو، خا، ہا، شش، ہاں، ہوں جیسے الفاظ کے ساتھ ساتھ گردن حرکت میں رہتی تھی جیسے جیسے زمانہ گزرتا رہا اشاروں میں الفاظ کا عمل دخل زیادہ ہوتا رہا لوگوں نے چیزوں کے نام رکھنا شروع کر دیئے اور ہر دو سو میل کے فاصلے پر زبان الگ الگ بنتی رہی۔ زندگی کے تقاضوں سے آدم جیسے جیسے واقف ہوتا رہا تکمیل عدم تکمیل خوشی ناخوشی، محرومی اور اطمینان کی کیفیت سے آدم مانوس ہوتا چلا گیا۔ خوشی اور ناخوشی کی کیفیت نے آدم کے اندر حواس کی درجہ بندی کی۔

جب آدم نے کرخت آواز سنی تو دماغ میں ناگواری پیدا ہوئی۔

سریلی اور شیریں آواز سے اس کے اندر طمانیت کا احساس اجاگر ہوا۔ اشارات، الفاظ اور کیفیات سے گزر کر آدم کے اندر وہ شعور بیدار ہوا۔ جس شعور نے اسے خود سے اور اپنے علاوہ دوسری مخلوقات سے متعارف کرا دیا۔ تعارف کی درجہ بندی نے اس کے اندر صلاحیت بیدار کر دی کہ میرے علاوہ بھی مخلوق ہے۔ شعور میں زیادہ بالیدگی آئی تو یہ عقدہ کھلا کہ زندگی خیالات کے تابع ہے۔

خیالات ہی زندگی ہیں۔ ساری کائنات ایک ہی خیال کے اوپر قائم ہے۔

میں ہوں

اس میں ہوں نے آدم کو جہاں خود شناسی عطا کی وہاں یہ بھی بتایا کہ

میں ہوں

اس وقت ''میں ہوں'' ہے جب میں نے خیال کو قبول کر کے اس میں اپنی ذات شامل کر دی۔ یعنی میں ہوں دراصل میری ذات کا ادراک ہے......

ذات کا ادراک

بجائے خود اس حقیقت کی نقاب کشائی ہے کہ ......ذات الگ ہے اور ادراک الگ ہے۔

ادراک میں گہرائی نے بتایا۔

ایک عمل یہ ہے کہ اسے محسوس کیا جائے اور دوسرا عمل یہ ہے کہ اس محسوس کو دیکھ لیا جائے۔ دیکھنے کیلئے ضروری ہے کہ کوئی ہدف ہو۔ اس لئے کہ جب تک ہدف (Target) نہیں ہوگا۔ شئے محسوس کے دائرے سے باہر نہیں آئے گی۔

محسوسات ایک دائرہ ہے اور اس دائرے کی مرکزیت شئے ہے۔ شئے نے جب اپنا مظاہرہ کرنا چاہتا تو وہ نظر کیلئے ہدف بن گئی۔

نظر نے ہدف کو قبول کیا تو حواس میں تلاطم برپا ہو گیا اور حواس اس نقطہ پر جمع ہو گئے......

''ہمارا وجود تابع ہے ماورائی وجود کے۔''

وجود

نظر...مادیت... مظہر

ادراک......احساس

مظہر جب ماورائی وجود سے دور ہوا تو اس کو حزن و ملال کے تاثر نے جکڑ لیا۔ اور وہ کشش ثقل میں اندر ہی اندر دھنستا چلا گیا۔ جیسے جیسے کشش ثقل کی زیادتی ہوئی لطافت کم ہوتی رہی۔ اور پھر لطافت محدود ہو کر پس پردہ چلی گئی اور کثافت غالب آگئی۔

اس کثافت کو کم کرنے، ختم کرنے اور اس سے آزاد ہونے کیلئے پیغمبروں نے یہ طریقہ ایجاد کیا کہ کثیف جسم کو پاک صاف کرنے کیلئے نور اور نورانی خیالات کا سہارا لیا جائے۔ کثافت کی دنیا سے منہ موڑ کر نورانی دنیا سے رشتہ جوڑنا ''تزکیہ نفس'' قرار پایا۔ تزکیہ نفس سے چونکہ قلب طاہر، پاک اور شفاف ہوتا ہے اس لئے سکون کی لہر قابض ہو جاتی ہے۔

قانون۔ اپنے خاکستر وجود کو لطیف بنانے کیلئے کثافت کے برعکس لطیف اشیاء میں دلچسپی لی جائے۔

ماورائی وجود......لطیف ہے روشنی ہے نور ہے۔

لطافت، روشنی اور نور میں خود کو جذب کرنے کیلئے نور کی صفات کو اپنے اوپر غالب کرنا ہوگا۔ نور کی صفات الفاظ میں ذخیرہ ہیں۔ الفاظ حروف میں حروف کی اجتماعیت اسم ہے۔

ر ح م ان۔ حروف ہیں۔ لیکن ان کی اجتماعیت رحمٰن ہے۔ رحمٰن صفت ہے۔ صفت نور اور روشنی ہے۔ ہم جب رحمٰن کہتے ہیں تو صفت رحمٰن کے لطیف انوار سے ہمارا وجود لطیف ہو جاتا ہے جتنا کسی اسم کا ورد کیا جائے اتنا ہی اسم کے اندر انوار سے ہمارا وجود نورانی ہو جاتا ہے۔

سورۃ الاحزاب میں اللہ کریم فرماتا ہے:

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو اور صبح شام اس کی تسبیح میں لگے رہو۔

سورۃ اعراف میں ہے:

اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں پس ان اچھے ناموں سے اس کو پکارتے رہو۔

اللہ کے ایک کم سو نام ہیں۔ ان ناموں کو ورد زبان رکھیے تاکہ آپ کے اندر ان ناموں کی صفات منتقل ہوتی رہیں۔

رحمٰن نے قرآن سکھایا، انسان کو پیدا کرکے قوت گویائی عطا کی۔

وہی ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے۔ اور اس کے فرشتے تمہارے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں میں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ وہ مومنوں پر رحم کرنے والا ہے۔

اور اگر تم خدا کی نعمتوں کا حساب لگانا چاہو تو حساب نہیں لگا سکتے۔

خدا کی بے شمار نعمتوں کا شمار ممکن نہیں ہے۔ انسانی زندگی کے لمحے لمحے میں خدا کی رحمت و توجہ کا نزول اور اس کی نعمتوں کی بارش مسلسل ہو رہی ہے، وہی ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لئے دعا کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں میں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ وہ مومنوں پر رحم فرمانے والا ہے۔

جس روز وہ اس سے ملاقات کریں گے تو ان کا استقبال سلام سے ہوگا۔ اور خدا نے ان کیلئے عزت و اکرام کا صلہ مہیا کر رکھا ہے۔

''وہ تمہارے اندر ہے (اپنے اندر) کیوں نہیں دیکھتے۔''

(قرآن)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جو شخص ایذا دے میرے ولی کو۔ میں خبر دار کرتا ہوں کہ میری اس کے ساتھ لڑائی ہے۔ بندہ فضل عبادت کے ساتھ میرا تقریب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور پائوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر یہ بندہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اُسے دے دیتا ہوں۔ اور اگر یہ بندہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اسے تحفظ فراہم کرتا ہوں۔

جون 1991ء

نورِ الٰہی

نور نبوت

احادیث کی روشنی میں:

جب کوئی مرد رات کو اپنی بیوی کو جگاتا ہے اور وہ دونوں مل کر دو رکعت نماز قائم کرتے ہیں تو شوہر کا نام ذکر کرنے والوں میں اور بیوی کا نام ذکر کرنے والیوں میں لکھ لیا جاتا ہے۔

اگر کسی کی دو بیویاں ہیں اور اس نے ان کے ساتھ انصاف اور برابری کا سلوک نہ کیا تو قیامت کے روز وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گر گیا ہو گا۔

دو قسم کے آدمی وہ ہیں جن کی نمازیں ان کے سروں سے اونچی نہیں اٹھتیں.....اس غلام کی نماز جو اپنے آقا سے فرار ہو جائے۔ اور اس عورت کی نماز جو شوہر کی نافرمانی کرے۔

عورت جب پانچوں نمازیں قائم کر کے اپنی آبرو کی حفاظت کرے۔ اپنے شوہر کی فرمانبردار رہے تو وہ جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

نکاح سے بہتر کوئی چیز دو محبت کرنے والوں کیلئے نہیں پائی گئی۔ حضرت صفیہ کو نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے انتہا محبت تھی۔ جب آپ بیمار ہوئے تو انتہائی حسرت کے ساتھ بولیں۔ کاش آپ کی بجائے میں بیمار ہوتی۔ جب دوسری ازواج مطہرات نے حیرت سے حضرت صفیہ کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ دکھاوا نہیں ہے بلکہ صفیہ سچ کہہ رہی ہے۔"

خدا قیامت کے روز اس عورت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا جو شوہر کی ناشکر گزار ہو گی۔

ایک بار بیگم عثمان ابن مظعون سے حضرت عائشہ کی ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ بیگم عثمان نے بناؤ سنگھار نہیں کیا ہوا ہے۔ حضرت عائشہ کو بہت تعجب ہوا۔ اور ان سے پوچھا۔

بی بی۔ کیا عثمان باہر سفر پر گئے ہوئے ہیں؟

چھوٹے بچوں کے سر پر شفقت کے ہاتھ پھیریئے۔ بچوں کو گود میں لیجئے۔ پیار کیجئے۔ اور ان کے ساتھ کھیلئے۔ خوش طبعی کے ساتھ ان کے ساتھ رہیئے سخت گیر نہ رہیئے۔ اس طرز عمل سے بچوں کے دل میں والدین کیلئے والہانہ جذبہ محبت بیدار نہیں ہوتا۔ ان کے اندر خود اعتمادی پیدا نہیں ہوتی۔ اور ان کی فطری نشو و نما رک جاتی ہے۔

باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دے سکتا ہے اس میں سے بہتر عطیہ اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت ہے۔

مومن سراپا محبت ہے اور اس آدمی میں سرے سے کوئی خیر و خوبی نہیں ہے جو نہ تو دوسروں سے محبت کرے اور نہ دوسرے اس سے محبت کریں۔

قرآن کی روشنی میں:

مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور معاون ہیں۔ (سورۃ توبہ)

حقیقت میں خدا کے محبوب وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں اس طرح پیر جما کر لڑتے ہیں گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ (سورہ الصف)

سنو! اللہ کے دوستوں کیلئے نہ کسی بات کا خوف ہو گا اور نہ غم

اے انسانوں! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ تمہارے کنبے اور قبیلے بنائے تاکہ تم باہم پہچانے جاؤ۔ بلاشبہ خدا کے نزدیک تم سب میں زیادہ معزز و مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔

یہ خدا کی رحمت ہی تو ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں کیلئے انتہائی نرم دل ہیں ورنہ آپ ﷺ اگر سخت مزاج اور سخت گیر ہوتے تو یہ سب آپ کے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔ آپ ﷺ شفقت سے اپنا بازو پھیلاتے ان مومنوں کے لئے جو آپ کی پیروی کر رہے ہیں۔ (الشعرائ)

اور اپنے آپ کو ان لوگوں کی حقیقت اور رفاقت پر مطمئن رکھئے جو اپنے رب کی رضا کے طالب بن کر صبح و شام اس کو پکارتے رہتے ہیں۔ اور ان کو نظر کر کے دنیوی شان و شوکت کی طلب میں اپنی نگاہیں نہ دوڑایئے۔ (الکہف)

ان سب کیلئے اباجان! ہمارے گناہوں کی بخشش کیلئے دعا کیجئے۔ واقعی ہم بڑے خطاکار تھے۔

حضرت یعقوب نے کہا۔ میں اپنے رب سے تمہارے لئے ضرور معافی کی دعا مانگوں گا۔ اور وہ تمہیں ضرور معاف کر دے گا۔ یقیناً وہ بڑا ہی معاف کرنے والا اور انتہائی رحم کرنے والا ہے۔ (سورہ یوسف)

اوران تینوں کو بھی خدا نے معاف کر دیا جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا جب زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اوران کی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انہوں نے جان لیا کہ خدا سے بچنے کیلئے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ خود اس کی پناہ لی جائے تو خدا اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تا کہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں بلاشبہ وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا اور انتہائی مہربان ہے۔(سورہ التوبہ)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے کے خیال سے گھر سے نکلا۔آپ مسجد حرام میں جا رہے تھے۔آپ بڑھ کر مسجد میں داخل ہو گئے اور نماز شروع کر دی۔ میں سننے کھڑا ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ الحاقہ کی قرأت فرمائی۔ میں اس کلام کو سن کر حیرت میں تھا۔ کلام کا نظم اور انداز نہایت دلکش معلوم ہوتا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ خدا کی قسم یہ شاعر ہے۔ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ نے یہ آیت پڑھی:

یہ ایک بزرگ قاصد کا کلام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں لیکن تم سے کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

میں نے جو سنا تو فوراً دل میں خیال آیا۔اوہو! یہ تو میرے دل کی بات جان گیا۔ یہ کاہن ہے اس کے بعد ہی آپ نے یہ آیت پڑھی۔

یہ کاہن کا کلام بھی نہیں ہے۔ تم بہت کم نصیحت پاتے ہو۔ یہ تو جہانوں کے رب کی طرف سے اترا ہے۔(قرآن)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورہ آخر تک پڑھی اور میں نے محسوس کیا کہ اسلام میرے دل میں گھر کر رہا ہے۔

جولائی 1991ء

نورِ الٰہی

نور نبوت

قرآن پاک میں تقریباً سات سو اسی (780) مقامات پر علم حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ پہلی آیت بھی یہی ہے!

’’اے رسول! اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے پیدا کیا اور اس نے انسان کو جمے ہوئے مادے سے پیدا کیا۔ پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے وہ اللہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ تعلیم دی اور وہ باتیں بتائیں جن کے بارے میں انسان کچھ نہیں جانتا۔‘‘

جب ہم حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت اور فضیلت کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ حقیقت آجاتی ہے کہ آدم کو فرشتوں پر عظمت اور فضیلت اس لئے حاصل ہے کہ آدم وہ علوم جانتا ہے جو دوسری مخلوق کو حاصل نہیں۔

ترجمہ: ’’اور آدم کو تمام صفات کے علوم سکھا دیئے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا اگر تم سچے ہو تو یہ علوم بیان کرو جو ہم نے آدم کو سکھا دیئے۔ فرشتوں نے عاجزی کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں عرض کیا ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا علم آپ نے ہمیں سکھا دیا ہے۔‘‘

قرآن کہتا ہے عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔

ترجمہ: ’’کہہ دیجئے کہ کیا وہ لوگ جو پڑھے لکھے ہیں اور وہ جو ان پڑھ ہیں برابر ہو سکتے ہیں۔‘‘

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے علم حاصل کرو چاہے تم کو چین جانا پڑے۔

قرآن پاک میں علوم طبعی کی مدد سے خدا کی امانت حاصل کرنے کیلئے سات سو پچاس 750 آیتیں موجود ہیں۔ ان آیات کو اللہ رب الرحیم نے اپنی نشانی قرار دیا ہے اور بندوں کو ان پر غور و فکر کرنے کی ہدایت کی ہے۔

1۔ قرآن کہتا ہے ترجمہ: ’’پس انسان کو دیکھو وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔‘‘

2۔ ’’اللہ نے تمام چلنے پھرنے والی مخلوق کو پانی سے پیدا کیا ہے۔‘‘

3۔ ’’ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا ہے تاکہ اس کو آزمائیں اور ہم نے اس کو سمیع و بصیر بنایا ہے۔‘‘

اللہ رب الرحیم نے انسانوں کو تخلیقی عوامل اور پیدائش کے فارمولوں پر غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

1۔ ترجمہ: ''اور اللہ وہ ہے جس نے آسمان اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا۔''

2۔ ترجمہ: ''اور ہم نے انسان کو گیلی مٹی سے پیدا کیا پھر ہم نے اس کو نطفہ بنا کر ایک محفوظ جگہ پر رکھا۔ پھر ہم نے ہی اس کو پھٹکی کی صورت میں تبدیل کر دیا پھر علقہ (جما ہوا خون) کو لوتھڑے کی شکل دی پھر ہم نے ہی لوتھڑے میں ہڈیاں بنائیں۔ ہڈیوں پر گوشت بنایا۔ گوشت کو پٹھوں سے باندھا اور پٹھوں پر کھال چڑھائی۔''

3۔ ترجمہ: ''وہ لوگ جو کافر ہیں انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ آسمان اور زمین ایک دوسرے میں پیوست تھے اور ہم نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔''

4۔ ترجمہ: ''اللہ نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بنایا اور زمین میں بلند پہاڑ قائم کر دیئے تاکہ تم آرام سے رہ سکو۔''

5۔ ترجمہ: ''اللہ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا وہ دھواں تھا۔''

6۔ ترجمہ: ''کیا لوگ اونٹ کی طرح نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کی طرف نظر نہیں اٹھاتے کہ اس کو کیسا بلند بنایا ہے اور پہاڑوں کی طرف نظر نہیں ڈالتے۔ ان کو کیسی استقامت دی گئی ہے اور آنکھیں کھول کر زمین کو نہیں دیکھتے کس طرح.................

(نامکمل۔۔۔ فوٹو کاپیز میں اس سے آگے کا صفحہ نہیں ملا)..................☆☆☆☆☆

اگست 1991ء

نورِالٰہی

نور نبوت

کون نہیں جانتا کہ انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ نوع انسان اپنے وجود کا ادراک کرے۔ خود کو پہچانے اور نوع انسانی کے ممتاز افراد ایسے اصول و ضابطوں پر عمل درآمد کرائیں جن ضابطوں کی پیروی سے لوگوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت ہوتی ہے۔ ان برائیوں کو دور کیا جائے جو برائیاں آدم زاد اور حیوانات میں مشترک تھیں۔ ایسا ضابطہ حیات تشکیل دیا جائے جس پر چل کر آدم زاد صحیح معنوں میں انسان بن جائے۔

جب سے زمین آدم کا مسکن قرار پائی ہے۔ ہر ذی حواس انسان نے اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق انسانی عروج کیلئے کوشش اور جدوجہد کی۔ لیکن وہ اپنی تمام تر ذہنی کاوشوں، موشگافیوں اور فلسفوں کے باوجود انسان کو کوئی ایک متعین راستہ نہیں دکھا سکا۔

کائنات تخلیق کرنے والی ہستی نے انسانی شرف، عقل و دانش اور علم و عرفان کو نمایاں کرنے اور دوسری تمام مخلوقات سے باعزت کرنے کیلئے اور انسان کی ہمہ جہت پوری زندگی سنوارنے پاکیزہ اور منزہ کرنے کیلئے انبیاء کرام کا سلسلہ شروع کیا۔ انبیاء نے حیوانات سے آدم زاد کو ممتاز کرنے کیلئے اچھائی اور برائی کا تصور دیا۔ زندگی گزارنے کا ڈھنگ، رہن سہن کے معاملات سونے جاگنے کے آداب اور کھانے پینے کے طریقے سکھائے۔ انبیاء کا یہ سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہوا اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک قائم رہا۔

محمد رسول اللہ نے بتایا:

پہلے بھی اسلام کے داعی آچکے ہیں اور زمین کے ہر خطے پر اللہ نے آدم زاد کی اصلاح کیلئے پیغمبر بھیجے ہیں لیکن آدم زاد نے پیغمبروں کے بنائے ہوئے توحید کے سبق کو بھلا دیا ہے۔ اپنی خواہشات کی پیروی میں توحید سے انحراف کر کے چاند سورج ستاروں ان دیکھے دیوتاؤں اور دیونیوں کو توحید میں شریک ٹھہرا لیا۔ اور آدم زاد توحید کے دائرے سے نکل کر تین سو ساٹھ معبوتوں کے سامنے جھک گیا۔

چھٹی صدی عیسوی میں دو سپر طاقتوں کا تذکرہ عام تھا۔ فارس کا مذہب مجوسیت تھا۔ جو عراق سے لے کر ہندوستان کی سرحدوں تک پھیلا ہوا تھا۔

روم کا مذہب عیسائیت تھا جو یورپ اور ایشیا اور افریقہ تک پھیلا ہوا تھا۔ ان دو سپر پاورز کے علاوہ یہود اور ہندو بھی اہمیت کے حامل تھے۔ ہر ایک کو اپنی اپنی بڑائی کا زعم تھا۔ اور ہر ایک صداقت و وحدانیت کا پیامبر بنا ہوا تھا۔

بادشاہ، امراء اور فراعین اس درجے گم کردہ راہ ہوگئے تھے کہ رعایا سے خود کو خدا کہلاتے تھے پست عقل اتنے تھے کہ انہیں یہ بھی نہیں سوجھتا تھا کہ وہ عوام کی طرح ایک مجبور اور بے بس انسان خدا کس طرح ہو سکتا ہے۔ امرائ، بادشاہ اور فراعین بھی عام لوگوں کی طرح کھاتے پیتے اور بول و براز کرتے تھے۔ عوام کی طرح نیند بھی ان کی مجبوری تھی۔ یہی وہ لوگ تھے جو پستی کے آخری نقطے پر پہنچ چکے تھے۔

حکومت میں بد نظمی دشمن کا خوف عدم تحفظ کا احساس ملک کے اندر اور باہر بدامنی، اخلاقی انتہائی گراوٹ، مادیت پرستی، جھوٹ، نفرت، تفرقہ بازی اور اقرباء پروری عام ہوگئی تھی۔

عیسائی مذہب کا حال یہ تھا کہ......

سیکڑوں مذہبی فرقے بن گئے تھے۔ قبر پرستی عام تھی۔ پیروں، فقیروں کو سجدے کئے جاتے تھے۔ حلال و حرام کی تمیز تو تھی۔ زبانی کلامی تذکرہ بھی ہوتا تھا مگر کہیں حلال روزی کا تصور باقی نہیں تھا۔ سود کی لعنت عام تھی۔ وہ جانتے تھے کہ مذہبی نقطہ نظر سے سودی لین دین کرنے والوں کو اللہ نے اپنا دشمن قرار دیا ہے۔ لیکن وہ اللہ کی اس بات کا اعتبار نہیں کرتے تھے کہ اللہ نے انہیں دشمن قرار دیا ہے۔ ان کی طرز فکر گہنا گئی تھی۔ اللہ انہیں دشمن قرار دے رہا تھا اور وہ لوگ عبادات میں مصروف رہتے تھے۔ دین داری کا عروج یافتہ تصور یہ تھا کہ دنیا سے بیزار ہو کر آدمی جنگلوں میں نکل جائے جب کہ مذہبی دانشور خود کو معابد کے نگراں کہہ کر عوام کی دولت پر عیش کرتے تھے۔ ہر مذہب کے دانشوروں کا لباس، رہن سہن عوام سے مختلف تھا۔

کہا جاتا ہے......ہندوستان میں دیوتائوں کی تعداد 33 کروڑ تک پہنچ گئی تھی۔ مندروں کے پجاریوں میں ذات پات کی تفریق عام تھی۔ قوانین ایسے بنائے گئے تھے کہ عوام کو انصاف نہیں ملتا تھا۔ خاندان کی نسل در نسل کی حکمرانی تھی۔

عرب کا یہ حال تھا کہ فرشتوں کو خدا کی بہن بیٹیاں کہتے تھے۔ بت پرستی اتنی عروج پر تھی کہ خوبصورت پتھر پڑا مل جاتا تھا تو اسے پوجنا شروع کر دیتے تھے۔ پانی سے مٹی گوندھ کر خود بت بناتے تھے اور اس بت پر بکری کا دودھ چھڑک کر اس کا طواف کرتے تھے۔

جب زمین پر اس حد تک تاریکی پھیل گئی اور دنیا توحید کے تصور سے خالی ہونے لگی تو کائنات تخلیق کرنے والی ہستی نے اپنے محبوب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت و رہنمائی کیلئے منتخب فرمایا۔ اور عظیم پیغمبر محب عظیم داعی نے توحید کی دعوت کو عام کیا۔ اس دعوت میں جو تکالیف توحید کے داعی کو پیش آئیں ان سے تاریخ کے صفحات سیاہ ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سے بڑی تکلیف اٹھا کر قربانی دے کر قوم کو امامت کے

رتبے پر سرفراز کیا۔ قوم کے اندر سے بت پرستی ختم کی۔ خاندانی رقابتوں کو نظر انداز کر کے اپنے قبیلے کے خون بہا معاف کئے اور ایک وقت آیا کہ اسلام کی تعلیمات ساری دنیا میں پھیل گئیں۔ مسلمانوں کا عروج ہوا اور دوسری تمام اقوام پست ہو گئیں۔ زمانہ گزرتا رہا......

پھر یوں ہوا کہ مسلمان مادی آسائش میں گرفتار ہو گیا۔ اور بالآخر آج وہی مسلمان جو فی الواقع مواحد تھا توحید کا لفظی سہارا لینے پر مجبور ہے۔

چھٹی صدی میں جو کچھ ہو رہا تھا وہ آج بھی ہو رہا ہے۔ نفرت و حقارت، تعصب اور نفرت، تفرقہ بازی کا جو بازار گرم تھا جس کو رسول اللہ نے ختم کر دیا تھا آج پھر جوش عروج پر ہے۔ آج بھی سود کا لین دین عام ہے۔ اللہ سودی معیشت میں رہنے والے لوگوں کو اپنا دشمن قرار دیتا ہے اور مسلمان نماز پڑھتا ہے حج کرتا ہے اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ اللہ کے دشمن کی نماز......اللہ کے دشمن کا حج...... نماز کیسے ہو سکتی ہے اور حج کیسے قبول ہو سکتا ہے۔

مذہبی دانشور بڑی بڑی درسگاہیں، عالی شان مساجد تعمیر کرتے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں جاننا چاہتا کہ اللہ کے دشمن کی کمائی سے درسگاہوں اور مساجد سے نور کیسے طلوع ہو گا۔

امت مسلمہ کا درد رکھنے والے لوگ حیران و پریشان ہیں کہ مذہبی دانشور مسلمانوں کو اللہ کی دشمنی سے نجات پانے کا راستہ کیوں نہیں دکھلاتے۔ قرآن کے واضح احکامات کے باوجود اسلام میں تفرقے کی بنیاد کو مسمار کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ مادیت پرستی کے زہر کا تریاق تلاش کیوں نہیں کرتے۔

ستمبر 1991ء

نورِ الٰہی

نور نبوت

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

زینت دی گئی ہے واسطے لوگوں کے (یعنی ان کو بھلی معلوم ہوتی ہیں) دنیا کی مرغوب چیزیں (مثلاً) بیبیاں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان کئے ہوئے عمدہ عمدہ گھوڑے اور مویشی اور کھیتی (حالانکہ) یہ دنیا کی زندگی کے (چند روزہ) فائدے ہیں۔ اور ہمیشہ کا اچھا ٹھکانہ تو اللہ ہی کے ہاں ہے۔

(اے محمد ان سے) کہہ دے کہ میں تم کو ان (دنیاوی چند روزہ فائدوں) سے بہت بہتر چیز نہ بتا دوں (وہ یہ ہے) کہ جن لوگوں نے پرہیز گاری اختیار کی ان کیلئے پروردگار کے ہاں (جنت کے) باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں (اور وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے اور علاوہ ان باغوں کے ان کیلئے وہاں بیبیاں ہیں۔ ستھری (وپاکیزہ) اور سب سے بڑھ کر جو ان کیلئے انعام ہے وہ خوشنودی ہے اللہ کی۔ اور اللہ بندوں (کے نیک و بد) کو دیکھتا ہے۔

(یہ) وہ لوگ ہیں جو کہتے (رہتے) ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم (تجھ پر) ایمان لائے تو ہم کو ہمارے گناہ معاف فرما۔ اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا۔

(زبانی اعتراف پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان اعترافات کے ساتھ) صبر بھی کرتے ہیں (ان تکالیف پر جو انہیں پہنچتی ہیں) اور سچے ہیں اور (خدا کے) فرماں بردار بندے ہیں۔ اور خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور پچھلی رات میں (اللہ سے) بخشش مانگتے ہیں۔

خود اللہ نے اس بات کی شہادت دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور اہل علم نے بھی گواہی دی (اور اس معبود کی شان کا کیا ٹھکانہ) جو انصاف کے ساتھ کارخانہ عالم کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔

دین (حق تو) خدا کے نزدیک یہی اسلام ہے۔ اور اہل کتاب نے جو (دین حق سے) مخالفت کی تو (حق بات) معلوم ہونے کے بعد کی (اور) آپس کی ضد سے کی اور جو شخص خدا کی آیتوں سے منکر ہو تو اللہ کو (اس سے) حساب لینے (اور اس کی نافرمانی کی سزا دینے) میں کچھ دیر نہیں لگتی۔

پس (اے محمد وہ لوگ) اگر اس پر بھی تجھ سے حجت کریں (تو ان سے) کہہ دو کہ میں نے تو خدا کے آگے اپنا سر تسلیم خم کر دیا۔ اور جو لوگ میرے پیرو ہیں (ان کا بھی یہی حال ہے) اور اہل کتاب اور ان پڑھوں سے کہہ دے کہ تم بھی اسلام لاتے ہو (یا نہیں) پس اگر اسلام لے آئیں تو بیشک راہ راست پر آ گئے اور اگر منہ موڑیں تو تجھ سے باز پرس نہیں۔ کیونکہ تجھ پر تو حکم الٰہی کا ان تک پہنچا دینے کا ہی ذمہ ہے (اور بس) اللہ (اپنے) بندوں کے حال کو (خوب) دیکھ رہا ہے۔

(القرآن)

اللہ رب العالمین کے محبوب رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں عظیم خدا سے جو عرش عظیم کا رب ہے سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفا بخشے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یہ دعا سات بار پڑھنے سے مریض شفایاب ہو جاتا ہے مگر یہ کہ اس کا وقت پورا ہو گیا ہو......یعنی موت کا کوئی علاج نہیں۔

خدایا اس تکلیف کو دور فرما۔ اے انسانوں کے رب اس کو شفا دے۔ تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کسی سے شفا کی توقع نہیں......ایسی شفا بخش دے کہ بیماری کا نام و نشان باقی نہ رہے۔

اور جب زبان سے کچھ کہو تو انصاف کی بات کہو چاہے وہ تمہارا رشتہ دار ہی ہو۔

رزق کی تلاش اور حلال کمائی کیلئے صبح سویرے ہی چلے جایا کرو کیونکہ صبح کے کاموں میں برکت اور کشادگی ہوتی ہے۔

خدا اس شخص پر رحم فرماتا ہے جو خرید و فروخت اور تقاضا کرنے میں نرمی اور خوش اخلاقی سے کام لیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو خواہش ہو کہ خدا اس کو قیامت کے روز غم اور گھٹن سے بچائے تو اسے چاہئے کہ تنگدست قرض دار کو مہلت دے یا قرض کا بوجھ اس کے اوپر سے اتار دے۔

میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی اور جب آس پاس کا ماحول آگ کی روشنی سے منور ہو گیا تو کیڑے پتنگے اس پر گرنے لگے اور وہ شخص پوری قوت سے ان کیڑوں پتنگوں کو روک رہا ہے۔ لیکن پتنگے اس کی کوشش کو ناکام بنا دینا چاہتے ہیں۔ اور آگ میں گر پڑنا چاہتے ہیں......اس طرح میں بھی تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے روک رہا ہوں اور تم ہو کہ آگ میں گرنا چاہتے ہو۔

نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

جب بنی اسرائیل خدا کی نافرمانیوں کے کام کرنے لگے تو ان کے علماء نے ان کو روکا لیکن وہ نہیں رکے تو علماء نے ان کا بائیکاٹ کرنے کی بجائے ان کی مجلسوں میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ اور ان کے ساتھ کھانے پینے لگے۔ جب ایسا ہوا تو خدا نے ان سب کے دل ایک جیسے کر دیئے اور پھر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے خدا نے ان پر لعنت کی۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی راہ اختیار کی اور اس میں بڑھتے چلے گئے۔

اکتوبر 1991ء

نورِ الٰہی

نور نبوت

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے پس منہ پھیر لے اس شخص سے کہ پھر گیا وہ یاد ہماری سے اور نہ ارادہ کیا مگر زندگانی دنیا کا۔

ترجمہ: اور اس کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اور جو کوئی اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے ہم اس پر ایک شیطان متعین کرتے ہیں اور پھر وہ اس کا ساتھی رہتا ہے۔ شیطان تو آدمیوں کو رستے سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم راہ راست پر ہیں۔

(سورہ الاخرات)

تم ان لوگوں کی مانند ہو جنھوں نے اللہ سے بے پروائی کی۔ سو اللہ تعالٰی نے خود ان کو اپنی جان سے بے پرواہ بنادیا۔

بامراد ہوا جو شخص (قرآن سن کر) خبائث عقائد واخلاق سے پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام لیتا اور صلوٰۃ قائم کرتا رہا۔

(الاعلٰی)

پس جس نے منہ پھیرا یاد میری سے پس اس کے واسطے معشیت ہے۔ تنگ اور اٹھاویں گے ہم اس کو دن قیامت کے اندھا۔ (طحہٰ)

ترجمہ: (اور آپ ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجئے) کہ اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام۔ (الاعراف)

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جو کوئی ایسا کرے گا، سو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اور جس دن جمع کر کے بلائے گا اور ان کو اور جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا پھر ان سے کہے گا کیا تم نے بہکایا میرے ان بندوں کو یا وہ آپ بہکے راہ سے بولیں گے تو پاک ہے۔ ہم سے بن نہ آتا تھا۔ پکڑ لیں کسی کو تیرے بغیر رفیق لیکن تو ان کو فائدہ پہنچاتا رہا۔ اور ان کے باپ دادوں کو یہاں تک کہ بھلا بیٹھے تیری یاد اور یہ تھے لوگ تباہ ہونے والے۔

سو تم مجھے یاد کرتے رہو میں بھی تمہیں یاد کرتا رہوں گا۔(البقرہ)

خوب سن لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔(الرعد)

اور اس سے بڑھ کر اور ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اس سے روک دے ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے۔

اے ایمان والو! جب تم کو کسی جماعت سے (جہاد میں) مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے (ان آداب کا لحاظ رکھو ایک یہ کہ) ثابت قدم رہو۔ اور اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو۔ امید ہے کہ تم کامیاب ہو گے۔(الانفعال)

(وہاں) ایسے لوگ صبح شام تسبیح کرتے ہیں جن کو نہ تجارت نہ بیچنا ذکر الٰہی سے روکتا ہے نہ نماز قائم کرنے سے نہ زکٰوۃ دینے سے وہ اس دن کے بتا دیتے ہیں کہ جس میں دل اور آنکھیں الٹ دی جائیں گی۔

ان پر شیطان نے پورا تسلط کر لیا ہے سو اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہے۔ خوب سن لو کہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے۔

اور اپنے آپ کو مقید رکھا کیجئے ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں صبح و شام محض اس کی رضا جوئی کیلئے۔

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی بے جا حرکت کر بیٹھے یا اپنے ہی حق میں کوئی ظلم کر ڈالتے ہیں تو اللہ کو یاد کر لیتے ہیں اور اپنے گناہوں سے معافی طلب کرنے لگتے ہیں۔

پھر جب نماز (جمعہ) پوری ہو چکے تو (اس وقت تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو اور خدا کی روزی تلاش کرو (اور اس میں بھی) اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم کو فلاح ہو۔

اور جو شخص اپنے رب کی یاد سے روگردانی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔

اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔

اور جب نماز ادا کر چکو تو اللہ کی یاد میں لگ جانا۔ کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے۔(السناد)

سو بڑی خرابی ان لوگوں کیلئے ہے جن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہیں۔ یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ جائو اور میری یاد میں سستی نہ کر۔

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جُوئے کے ذریعے سے تم میں دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روکے سو اب بھی باز آجائو۔

اور اس شخص کا کہنا نہ مانیئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کرر کھا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے ادل بدل میں اہل عقل کیلئے بڑی نشانیاں ہیں۔ یہ ایسے ہیں کہ اللہ کو کھڑے بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر برابر یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے رہتے ہیں۔

احادیث

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

حضرت جابرؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور افضل دعا الحمد للہ ہے۔

بے شک آدمی کے بدن میں گوشت کا لو تھڑا ہے جب وہ درست ہو جاتا ہے تو تمام بدن درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام بدن تباہ ہو جاتا ہے سن لو وہ دل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک حلقہ میں بیٹھے ہوئے صحابہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم کاہے کو یہاں بیٹھے ہو۔ عرض کیا۔ ہم اللہ کے ذکر کیلئے اور اس امر کا شکریہ ادا کرنے کیلئے بیٹھے ہیں کہ اللہ نے ہمیں اسلام اور اپنے ذکر کی ہدایت اور توفیق بخشی ہے۔ فرمایا کہ بخدا تمہارے یہاں بیٹھنے کی غرض یہی ہے۔ عرض کیا بخدا اسی جذبے نے ہمیں یہاں بٹھار کھا ہے۔ فرمایا میں نے کسی بدگمانی کی وجہ سے تم سے بحلف کہنے کو نہیں کہا بلکہ (یہ تو تقریر اور تاکید کیلئے ہے) بات یہ ہے کہ جبریل امین میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ اللہ تعالٰی تمہارے اس عمل سے خوش ہو رہے ہیں۔

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کون افضل ہے اور کس کا درجہ دوسروں کی نسبت بلند ہے۔ فرمایا کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے مردوں اور عورتوں کا درجہ ارفع ہے۔

عبداللہ بن بسر روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا کونسا آدمی بہتر ہے۔ فرمایا جس کی عمر طویل ہو اور اعمال ہوں۔ کہنے لگا۔ یارسول اللہ کونسا عمل سب سے افضل ہے۔ فرمایا تو دنیا سے اس حال میں رخصت ہو کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔

حضرت ابوالدرداء نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک ایسی جماعت کو اٹھا کر سامنے لائے گا جن کے چہرے منور ہوں گے اور وہ موتیوں سے مزین منبروں پر بیٹھے ہوں گے۔ لوگ ان پر رشک کریں گے۔ وہ لوگ نہ انبیائ، نہ شہدائ۔ ایک اعرابی نے عرض کیا۔ حضور ﷺ اس کی وضاحت فرمادیں تاکہ ہم انہیں پہچان لیں۔ فرمایا کہ وہ مختلف قبائل سے اللہ کیلئے باہمی محبت کے جذبے کے تحت جمع ہو کر ذکر الٰہی کرنے والے لوگ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن بسر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ احکام شریعت کی کماحقہ تکمیل میں، میں اپنے آپ کو عاجز پاتا ہوں مجھے کوئی ایسی سہل اور جامع عمل فرمائیں جسے میں حرزِ جان بنالو۔ فرمایا تیزی زبان ذکر الٰہی کرتی رہے۔

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جماعت اللہ کے ذکر کیلئے بیٹھتی ہے فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں۔ اللہ کی خصوصیت رحمت ان پر سایہ کر لیتی ہے۔ ان کے دلوں میں سکون واطمینان نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں میں فخر و مباہات.....................

نوٹ: نامکمل۔ فوٹوکاپیز میں اس سے اگلا صفحہ نہیں ہے

نومبر 1991ء

نورِ الٰہی

نور نبوت

ایک وقت تھا کہ یورپ علم کے میدان میں تہی دست تھا۔ پورے یورپ میں جہالت اور اندھیروں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی، مسلمان چونکہ اپنے نبی آخرالزماں ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا تھا اس لئے وہ من حیث القوم ایک ممتاز قوم تھی اور جیسے جیسے وہ نبی آخرالزماں ﷺ کی تعلیمات فکر وتدبر، تحقیق وترقی (Research and Development) اور علوم سے دور ہوتا گیا اسی مناسبت سے اس کی زندگی انفرادی طور پر اور من حیث القوم جہالت اور تاریکی میں ڈوبتی چلی گئی اور جس قوم نے علم کا حصول اور سائنسی ترقی کو اپنے لئے لازم قرار دے لیا وہ بلند اور سرفراز ہو گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے جو قوم اپنی حالت نہیں بدلتی اللہ تعالیٰ اس کی حالت تبدیل نہیں کرتا۔

آسمانی صحائف اور تمام اللہ کے فرستادہ پیغمبروں نے نوع انسانی کو یہی پیغام دیا ہے کہ راست بازی، دیانت اور حقیقت پسندی انسانی زندگی کی معراج ہے۔ جب کسی قوم کو یہ معراج حاصل ہو جاتی ہے تو اس کو سکونِ قلب مل جاتا ہے۔ سکون قلب ایک ایسی کیفیت ہے جس کی موجودگی میں انسان کے اندر سوئے ہوئے دو کھرب خلئے بیدار ہو جاتے ہیں اور وہ قوم جس کے اندر سوئے ہوئے خلئے جس مناسبت سے بیدار ہوتے ہیں۔ اسی مناسبت سے اس کے اندر نت نئی ایجادات کی صلاحیتیں کام کرنے لگتی ہیں یہ صلاحیتیں کیا ہیں؟

یہ صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں ایسی صفات جن کے اندر یہ پیغام چھپا ہوا ہے کہ انسان زمین اور آسمان اور پوری کائنات، کائنات کے حاکم اللہ تعالیٰ کا قانون سچا ہے، برحق ہے جو قومیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صفات یعنی انسانی صلاحیتیں اپنے اندر بیدار کر لیتی ہیں وہ زمین پر حکمرانی کرتی ہیں اور جو قوم ان صلاحیتوں سے کام نہیں لیتی وہ محکوم اور غلام بن جاتی ہے۔

’’اور خدا کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم منہ پھیر لوگے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے۔‘‘ (التغابن)

یہ وہ آیات مبارکہ ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ دونوں کی پیروی کو یکساں ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح خالق کائنات اللہ کی اطاعت ضروری ہے بالکل اسی طرح اللہ کے فرستادہ بندے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت ضروری ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کے تقاضے اسی وقت پورے ہو سکتے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کو حرز جان بنالیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ اور خداوند قدوس کی اطاعت ہے۔

ہر پیغمبر اس لئے مبعوث ہوا ہے کہ لوگ اس کے نقش قدم پر چلیں۔

محبت الٰہی صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات و اعمال کی پیروی کی جائے۔

جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی مخالفت میں سرگرم ہیں۔ ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔

ایمان اس وقت تک تکمیل پذیر نہیں ہوتا جب تک آنحضرت ﷺ کے احکام کو پورے اخلاص سے تسلیم نہ کیا جائے۔

دسمبر 1991ء

نورِ الٰہی

نور نبوت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اور دعا کرو پروردگار ان دونوں پر رحم فرما جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی۔

اے پروردگار! جس رحمت و محبت تکلیف اور جانفشانی سے انہوں نے پرورش کی اور میری خاطر اپنے شب و روز میرے اوپر نثار کر دیئے تو بھی ان کے حال پر نظر کرم فرما۔

اے خدا! اب یہ بڑھاپے کی کمزوری اور بے بسی میں مجھ سے زیادہ خود رحمت و شفقت کے محتاج ہیں۔ پروردگار میں ان کی خدمت کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتا۔ تو ہی ان کی سرپرستی فرما اور ان کے اوپر اپنی رحمتوں کی بارش برسا دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار منبر پر چڑھے اور بلند آواز میں حاضرین مجلس کو تنبیہہ فرمائی۔

''مسلمانوں کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو جو شخص اپنے مسلمان بھائیوں کے پوشیدہ عیوب کے درپے ہوتا ہے تو پھر خدا اس کے چھپے ہوئے عیوب کو طشت از بام کر دیتا ہے۔ اور جس کے عیب افشا کرنے پر خدا متوجہ ہو جائے تو اس کو رسوا کر کے ہی چھوڑتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر گھس کر ہی بیٹھ جائے۔''

سورہ یونس میں ارشاد ہے:

''ہم نیکو کاروں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔ بلکہ کچھ زیادہ ہی عطا کریں گے۔ ان کے چہروں کو ذلت اور مسکنت کی سیاہی سے محفوظ رکھیں گے اور جنت میں انہیں دائمی سکون حاصل ہو گا۔ اور بدکاروں کو ان کے اعمال کے مطابق سزا دی جائے گی، ان کے چہرے ذلت اور رسوائی کے تاثرات سے سیاہ پڑ جائیں گے اور ان کا مستقل ٹھکانہ دوزخ ہے۔''

نیکو کاری یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق کو پہچان لے اور محروم القسمت لوگ وہ ہیں جو اپنے خالق کا عرفان حاصل نہیں کرتے۔ خالق کا عرفان حاصل کرنے کیلئے پہلے خود اپنی ذات کا عرفان ضروری ہے اور اپنی ذات کا عرفان یہ ہے کہ ہم اپنے اندر موجود اللہ کے نور کا مشاہدہ کریں۔

اولیاءاللہ کے دل ہدایت، خلوص، ایثار، محبت اور عشق کے چراغ ہیں۔ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ایسے دوست ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ عزیز رکھتے ہیں۔ ان سے محبت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ کے دوستوں کا دشمن خدا اور رسول ﷺ کا دشمن ہے۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص دشمنی رکھے خدا کے کسی دوست کے ساتھ بے شک اس نے اللہ کے ساتھ لڑائی کا ارادہ کیا۔ تحقیق اللہ دوست ایسے برگزیدہ پوشیدہ حال بندوں کو جو نظروں سے اوجھل ہوں۔ ان کا تذکرہ نہ کیا جائے اور سامنے ہوں تو مخاطب نہ ہوا جائے نہ انہیں پاس بٹھایا جائے حالانکہ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد عالی ہے کہ مجھ کو اپنے فقیروں میں ڈھونڈو، بس ان ہی کی بدولت روزی اور نصرت نصیب ہوتی ہے۔ یعنی فقیر میرے دوست ہیں ان کے پاس بیٹھتا ہوں اور وہ ایسے ہیں کہ ان ہی کے طفیل تم کو رزق یا نصرت ملتی ہے۔

ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا۔ "یا رسول اللہ ﷺ! ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟"

ارشاد ہوا: "ماں باپ ہی تمہاری جنت اور ماں باپ ہی دوزخ۔"

والدین میں ماں کو امتیازی حیثیت حاصل ہے اور اس لئے نبی اکرم ﷺ نے ماں کی خدمت کی پُرزور تلقین فرمائی ہے۔

اور آپ کے رب نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ تم خدا کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ (القرآن)

کھجور! کھجور ایک بہترین میوہ بھی ہے اور غذا بھی۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر موجود ہے۔ سورہ رحمان کی دسویں آیت میں ہے:

(اس میں میوے ہیں اور غلاف والی کھجوریں) میوئوں کے تذکرے کے بعد خاص طور پر کھجور کا ذکر اس کی افادیت و اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا:

جو شخص روزانہ صبح کے ساتھ سات عجوہ کھجوریں کھا لیا کرے اسے اس دن زہر اور جادو سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سوکھی ٹہنی کو زور زور سے ہلایا۔ سب پتے ٹہنی ہلانے سے جھڑ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ صلوٰۃ قائم کرنے والوں کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس سوکھی ٹہنی کے پتے جھڑ گئے۔ اور اس کے بعد آپ ﷺ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

''نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں پر اور کچھ رات گئے پر۔ بلاشبہ عمل خیر برائیوں کو مٹا دیتا ہے یہ نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے۔''

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط قائم ہو جانے سے انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر سکون کی بارش برستی رہتی ہے۔ غیب کی دنیا میں قیام صلوٰۃ کا ترجمہ ربط قائم کرنا ہے یعنی ہر حال اور ہر حرکت میں اللہ سے تعلق اور ربط قائم رکھا جائے۔ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس کے حضور سجدہ کرتا ہے۔

ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! مجھ پر دہشت طاری رہتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ دعا پڑھو اس نے دعا کا ورد کیا۔ خدا نے اس کے دل سے دہشت دور کر دی۔

ترجمہ: ''پاک و برتر ہے! بادشاہ حقیقی عیبوں سے پاک، اے فرشتوں اور جبرائیل کے پروردگار تیرا ہی اقتدار اور دبدبہ آسمانوں اور زمین پر چھایا ہوا ہے۔''

جنوری 1992ء

نورِالٰہی

نور نبوت

حقیقت میں خدا کے محبوب وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں اس طرح لڑتے ہیں گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔(الصف۔۴)

قیامت میں خدا فرمائے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو صرف میرے لئے لوگوں سے محبت کیا کرتے تھے۔آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا۔(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

قیامت کے روز کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اپنی قبروں سے باہر آئیں گے اور ان کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہوں گے وہ موتیوں کے منبر پر بٹھائے جائیں گے تو لوگ ان کی شان پر رشک کریں گے۔یہ لوگ نہ نبی ہوں گے نہ شہید......

ایک بدو نے سوال کیا۔

یارسول اللہ ﷺ!

یہ کون لوگ ہیں؟ ہمیں ان کی پہچان بتادیجئے۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں محض خدا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

خداوند قدوس کا ارشاد ہے:

مجھ پر واجب ہے کہ میں ان لوگوں سے محبت کروں جو لوگ میری خاطر آپس میں محبت اور دوستی کرتے ہیں اور میرا ذکر کرنے کیلئے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھتے ہیں اور میری محبت کے سبب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میری خوشنودی پانے کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں۔

اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رات اپنے حبیب اللہ رب العالمین کا دیدار کیا۔اللہ نے جب اپنے محبوب سے کہا۔

میرے محبوب مانگئے !

اللہ کے محبوب نے یہ دعا مانگی !

اے اللہ !

میں تجھ سے نیک کاموں کی توفیق مانگتا ہوں۔اور برائیوں سے بچنے کی قوت چاہتا ہوں۔

اے اللہ !

میں تجھ سے مسکینوں کی محبت مانگتا ہوں۔اور یہ کہ تو میری مغفرت فرمادے اور مجھ پر رحم فرمادے اور جب تو کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے اس سے محفوظ و مامون فرمادے اور

اے اللہ !

میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں۔اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی توفیق چاہتا ہوں جو تیرے قرب کا ذریعہ بن جائے۔

ایک بار حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ میں کسی بات پر سخت کلامی ہو گئی۔بعد میں حضرت ابو بکرؓ کو احساس ہوا۔وہ انتہائی درجہ مغموم نبی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت ابو بکرؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم !

میرے اور عمرؓ کے درمیان تلخ کلامی ہو گئی ہے۔مجھے بعد میں بہت شرمندگی ہوئی۔میں نے عمرؓ سے معافی چاہی لیکن عمرؓ نے معاف نہیں کیا۔

نبی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اللہ تمہیں معاف کرے گا اور تمہیں بخش دے گا۔اسی دوران حضرت عمرؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔وہ دوڑے دوڑے حضرت ابو بکرؓ کے گھر گئے۔وہاں معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس گئے ہیں۔حضرت عمرؓ بھی اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ مبارک پر غصہ اور ناگواری کے آثار نمایاں ہوئے ہیں تو ڈرتے ڈرتے فرمایا۔

سارا قصور میرا ہے۔ میں نے ہی زیادتی کی ہے میں نے انہیں سخت سست کہا ہے۔

رحمت العالمین محبوب رب العالمین نے فرمایا:

اللہ نے مجھے تمہارے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا اور جب شروع شروع میں تم لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے۔ اس وقت ابو بکرؓ نے میری تصدیق کی۔ اور جان و مال سے ہر طرح میرا ساتھ دیا...... تو کیا...... تم اب میرے ساتھی کو رنجیدہ کرو گے ؟

حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

لوگوں کے اعمال ہر پیر اور جمعرات کو پیش ہوتے ہیں اور لوگوں کو بخش دیا جاتا ہے۔ سوائے اس کے جس کے دل میں اپنے مومن بھائی کی طرف سے کوئی عداوت ہو...... کہا جاتا ہے کہ ان کو چھوڑ دو تاکہ یہ آپس میں صلح کر لیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب ذوالجلال سے پوچھا!

اے میرے رب!

آپ کے نزدیک آپ کے بندوں میں کون سب سے پیارا ہے ؟

رب العالمین نے جواب دیا۔

وہ جو انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

اللہ کی نظر میں بدترین آدمی قیامت کے دن وہ ہو گا جس کی بدزبانی اور فحش کلامی سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔

دوستو! اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو محسوس کریں۔ اپنی غلطیوں کا جرأت کے ساتھ اعتراف کریں۔

نمائشی عاجزی، زبانی جمع خرچ کر کے، خود کو حقیر کہنا صاحب میں کس قابل ہوں، میں تو بہت گنہگار ہوں...... ارے میاں میں تو آپ کا ادنیٰ غلام ہوں۔ جھوٹی انکساری کرنا آسان بات ہے...... لیکن اپنے اوپر اور اپنے نفس پر تنقید برداشت کرنا۔ اپنی کوتاہیوں کو تسلیم کرنا...... انتہائی مشکل کام

ہے۔ بہادری یہ ہے کہ کبر و نخوت اور خوش پسندی سے خود کو بچاتے رہیں اور بلا تخصیص اللہ کی مخلوق سے محبت کریں۔ ہر آدم زاد کا احترام کریں۔ اور جو اپنے لئے چاہیں وہ اپنے بھائی بہنوں کیلئے چاہیں۔

دوستوں سے خلوص و محبت کا اظہار کرنے کیلئے اور محبت و اخوت کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کیلئے تحفوں کا تبادلہ کیجئے۔ ہدیوں کے لینے دینے اور تحفوں کو قبول کرنے اور تحفے پیش کرنے سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ آپس میں دل جڑتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجا کرو۔ آپس میں محبت پیدا ہو گی اور دلوں کی کدورت ختم ہو جائے گی۔

فروری 1992ء

نورِ الٰہی

نور نبوت

مال و دولت سے محبت انسان کے اندر رچی بسی ہوئی ہے اور وہ مال و دولت کی محبت میں اس قدر مبتلا رہتا ہے کہ خود قرآن کو کہنا پڑا کہ ......

''بے شک انسان مال و دولت کی محبت میں بڑا شدید ہے۔''

انسان سمجھتا ہے کہ مال و دولت کے انبار اس کی ضروریات کی کفالت کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ گن گن کر مال و دولت جمع کرتا ہے اور اس یقین کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ مرتے دم تک مال و دولت کے معاملے میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اس دوڑ میں وہ اپنے بھائیوں کے حقوق کے اتلاف کی بھی پروا نہیں کرتا۔ قدرت نے اسے توانائیوں کے جو بیش بہا خزانے کسی اور مقصد کیلئے عطا کئے ہیں وہ انہیں ہوس زر میں صرف کر دیتا ہے۔

انسان کہتا ہے کہ جو کچھ میں کماتا ہوں وہ میرے دست و بازو کی قوت پر منحصر ہے اس لئے میں جس طرح چاہوں اسے خرچ کروں۔ کوئی مجھے روکنے والا نہین ہے اور یہی وہ طرزِ فکر ہے جو آدمی کے اندر سرکشی اور بغاوت کی تخم ریزی کرتی ہے اور جب یہ سرکشی تناور درخت بن جاتی ہے تو اللہ سے اس کا ذہنی رشتہ ٹوٹ جاتا ہے اور آدمی کا شمار ذریت و قارون میں ہونے لگتا ہے۔

اہل ایمان کے دلوں میں دولت کی اہمیت کو کم کرنے اور انہیں عطیہ خداوندی کا احساس دلانے کیلئے قرآن پاک میں جگہ جگہ اللہ کی مخلوق کیلئے مال و دولت کو کھلا رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے، طرح طرح سے لوگوں کے دلوں ہیں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ پاک اور حلال کمائی میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے۔ مال و دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے متعلق یہاں تک کہہ دیا گیا کہ

''تم نیکی اور اچھائی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ وہ چیز اللہ کی راہ میں نہ دے دو جو تمہیں عزیز ہے۔''

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی حد کو وسیع کرتے رہو کہا گیا کہ

''اے نبی ﷺ! وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں۔ کہہ دو کہ اپنی ضروریات سے زائد۔''

ان احکام خداوندی کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ کی مخلوق کی خدمت کے لئے زیادہ خرچ کیجئے۔ یہ کام سب سے پہلے اپنے مستحق رشتہ داروں سے شروع کیجئے اور پھر اس میں سے دوسرے ضرورت مندوں کو بھی شامل کر لیجئے۔

یادرکھئے! جو کچھ آپ اللہ کے لئے خرچ کریں وہ محض اللہ کی خوشنودی کیلئے ہو اس میں کوئی غرض، بدلہ یا شہرت کا حصول پیش نظر نہ ہو۔

ضرورت مندوں کی امداد پوشیدہ طریقے سے کریں تاکہ آپ کے اندر بڑائی یا نیکی کا غرور پیدا نہ ہو۔ اور نہ ان کی عزت نفس مجروح ہو۔ کسی کو کچھ دے کر احسان نہ جتائیں اور نہ نمود و نمائش کا اظہار کریں۔ ارشاد خداوندی ہے:

''مومنو! اپنے صدقات احسان جتا کر اور غریبوں کا دل دکھا کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو محض لوگوں کو دکھانے کیلئے خرچ کرتا ہے۔''

اگر کوئی آپ سے سوال کرے تو اسے جھڑکئے نہیں۔ اگر آپ اسے کچھ دینے کی حیثیت نہیں رکھتے تو مناسب الفاظ اور نرم لہجے میں معذرت کر لیجئے۔ قرآن پاک کا حکم ہے:

''اور مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔''

انسان کامل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سخاوت، فیاضی اور مستحقین کی دست گیری میں سب سے ممتاز تھے۔ صحابہ کا یہ کہنا ہے کہ ہم نے آپ سے زیادہ سخی اور فیاض کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ آپ کا طرزِ عمل اور اعلیٰ عملی نمونہ تھا جس نے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جس میں لوگ اپنی کمائی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے بے قرار رہتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ حال تھا کہ کوئی ضرورت مند آپ ﷺ کے دروازے سے خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا تھا۔ اگر آپ ﷺ کے پاس اسے کچھ دینے کو نہیں ہوتا تھا تو آپ ﷺ کسی سے قرض لے کر اسے عطا کرتے تھے۔ زمانہ نبوت سے پہلے بھی یتیموں، بیوائوں اور مساکین کی امداد آپ ﷺ کا شیوہ تھی۔ چنانچہ جب پہلی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر وحی کا نزول ہوا اور بشری تقاضے کے تحت آپ ﷺ پریشان ہوئے تو حضرت خدیجہؓ نے ان الفاظ میں تسلی دی۔ آپ ﷺ پریشان نہ ہوں۔ اللہ آپ ﷺ کو تنہا نہ چھوڑے گا۔ آپ ﷺ یتیموں کے والی ہیں اور بیوائوں کی سرپرستی فرماتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ کی صاحبِ ثروت خاتون حضرت خدیجہؓ سے نکاح فرمایا تو آپ ﷺ نے اپنی ساری دولت راہ خدا میں خرچ کر دی۔

یہ فیضان نبوت کا اثر تھا کہ نبی ﷺ کا گھرانہ بھی ان ہی روایات کا علم بردار بنا جو نبی ﷺ نے بطور ورثہ نوع انسانی کیلئے چھوڑی تھیں۔ ان لوگوں کیلئے ارشاد خداوندی ہوا کہ:

''خود تنگی کی حالت میں رہتے ہیں اور دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مال و دولت کو راہ خدا میں کھلا رکھنے کی تلقین طرح طرح سے کی۔ ایک مرتبہ فرمایا:

''آدم کے بیٹے کا یہ حال ہے کہ کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال، تیرا مال تو وہی ہے جو تو نے صدقہ کیا اور آگے بھیج دیا۔ کھا لیا تو اس کو فنا کر چکا اور پہن لیا تو اس کو پرانا کر چکا۔''

ایک بار زبان نبوت یوں گویا ہوئی:

''اے آدم کے بیٹے! تیرا دینا تیرے لئے بہتر اور تیرا رکھ چھوڑنا تیرے لئے برا ہے۔''

ہمارے اوپر فرض ہے کہ ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں اپنی کمائی کو مخلوق خدا کی بھلائی کے بہترین مصرف میں صرف کریں تاکہ اس سے ہماری اپنی ذات کی نشوونما ہو اور معاشرہ سے معاشی ناہمواری کے عفریت کا خاتمہ ہو جائے۔ رحمت للعالمین ﷺ نے ارتکاز دولت پر بار بار اظہار ناپسندیدگی فرمایا اور اسے مستحقین کی ضروریات پر خرچ کرنے کی تلقین فرمائی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کے پاس سواری کیلئے زائد اونٹ ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔ جس کے پاس زائد زادِ راہ ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس زادراہ نہیں۔''

حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسی طرح مختلف اموال کا ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے محسوس کر لیا کہ ضرورت سے زائد مال رکھنے کا ہم میں سے کسی کو حق نہیں ہے۔

مارچ 1992؁

نورِ الٰہی

نور نبوت

اولیاءاللہ سے متعلق جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان میں سے متعلق احادیث میں چند شواہد ملاحظہ ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا میری امت میں ہر زمانہ میں پانچ سو اخیار ہوں گے۔ اور چالیس ابدال۔ ان دونوں میں کمی نہ ہو گی ان میں سے جو فوت ہو گا ان پانچ سو میں سے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو ان چالیس میں داخل کر دے گا۔ اس امت میں تیس ابدال ہونگے جن کے قلوب حضرت خلیل اللہ کے قلوب پر ہوں گے ان میں سے جو فوت ہو گا اللہ اس کی جگہ دوسرا بدل دے گا۔ (امام احمدؒ)

میری امت میں تیس ابدال ہوں گے ان کے سبب سے زمین قائم رہے گی ان کی وجہ سے بارش برسائی جائے گی اور ان کی وجہ سے مدد دی جائے گی۔ (طبرانی)

ابدال شام میں ہوں گے ان کی وجہ سے تمہیں مدد دی جائے گی اور تمہیں رزق دیا جائے گا۔ (طبرانی)

خلال کی حدیث جو اس نے کرامات اولیاء میں بیان کی ہے اور دیلمی نے مسند فردوس میں ہے کہ ابدال چالیس مرد اور عورتیں ہیں جب ان میں سے کوئی مرد مر جاتا ہے اللہ اس کی جگہ دوسرا مرد بدل دیتا ہے اور جب عورت مر جاتی ہے تو اس کی جگہ دوسری عورت بدل دیتا ہے۔

ابن حبان: تیس اور اسی مردوں سے زمین خالی نہ رہے گی جو مثل ابراہیم خلیل اللہ کے ہونگے جن کے سبب سے تمہاری فریادرسی ہو گی ان کے سبب سے تمہیں رزق دیا جائے گا اور بارش برسائی جائے گی۔

بیہقی: میری امت کے ابدال اپنے اعمال کے سبب سے جنت میں داخل نہ ہوں گے بلکہ اللہ کی رحمت سے نفسوں کی سخاوت سے اور سینوں کی سلامتی سے داخل ہونگے۔

ابدال چالیس ہیں بائیس شام میں ہوتے ہیں اور اٹھارہ عراق میں، ان میں سے جو فوت ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا بدل دیتا ہے اور جب اللہ کا حکم آجائے گا سب فوت ہو جائیں گے اس وقت قیامت آئے گی۔ (ابن عدی)

صوفیہ کی بعض اصطلاحات کی اصل تو خود قرآن و حدیث میں موجود ہے جیسے ابرار اخیار اور اقباء وغیرہ علامہ سیوطی نے ان اصطلاحات پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اس رسالہ میں غوث اور قطب کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے تین سو بندے مخلوق میں ہیں جن کے قلوب حضرت آدم علیہ السلام کے قلب کی مانند ہیں، چالیس ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں، سات ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب کی مانند ہیں، پانچ ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت جبرائیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں، تین ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت میکائیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور ایک بندہ ایسا ہے جس کا قلب حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر ہے نیز فرمایا:

’’خطیب سے بذریعہ ابو بکر بن ابی شعب حدیث کا اخراج کیا کہ میں نے کنانی سے سنا کہ نقباء تین سو ہیں اور نجباء ستر ہیں۔ ابدال چالیس ہیں، اخیار سات، قطب چار اور غوث ایک ہے۔‘‘

اقطاب کے فرائض کے متعلق امام ربانی سے تصریح فرمادی ہے۔

قطب ابدال عالم کے وجود اور اس کی بقاء سے تعلق رکھنے والے امور میں تصرف کرتا ہے اور قطب ارشاد ہدایت وارشاد سے متعلق امور میں بااختیار ہے اس لئے پیدائش، رزق، مصائب کے دور ہونے اور صحت وآرام کے حاصل ہونے کا تعلق قطب ابدال کے ساتھ مخصوص ہے اور ایمان، ہدایت، نیک کاموں کی توفیق اور توبہ وغیرہ کا تعلق قطب ارشاد کے فیض کا نتیجہ ہے۔

قطب مدار کے متعلق قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کے تحت امام ربانیؒ سے حضرت خضر علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے:

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم کو قطب مدار کا معاون بنایا ہے اور فرمایا کہ قطب مدار یمن میں ہیں۔

اور وہ حدیث جس کو علامہ سیوطی نے کنانی سے روایت کیا ہے یوں ہے:

نقباء کا مسکن مغرب، نجباء کا مصر، ابدال کا شام اور اخیار سیاح ہوتے ہیں۔ قطب زمین کے گوشوں میں ہوتے ہیں۔ جب مخلوق کو عوامی مصیبت آجائے تو دعا کیلئے نقباء ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ اگر قبول نہ ہو تو نجبائ، پھر اخیار، پھر قطب، اگر پھر بھی نہ ہو تو غوث دعا کیلئے ہاتھ پھیلاتا ہے (گو یہ ترتیب ضروری نہیں) حتیٰ کہ اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ (علامہ سیوطی)

قیوم کے متعلق امام ربانی نے فرمایا:

وہ عارف جو قیوم کے منصب پر فائز ہو وزیر کا حکم رکھتا ہے کہ مخلوق کے اہم امور کا تعلق اسی سے ہے گو انعام تو بادشاہ کی طرف سے ہوتے ہیں مگر وہ وزیر کی وساطت سے ملتے ہیں۔

معرفت توحید، فیضان کا عام اور جلد ہونا قطب وحدت اور افراد کی خصوصیات میں سے ہے اور معرفت ذات باری تعالیٰ اس سے وابستہ ہوتی ہے۔

امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ قیوم انسان کامل ہوتا ہے اور کل احکام ظاہری و باطنی قیوم کی ذات سے وابستہ ہیں کیونکہ یہ بمنزلہ وزیر کے ہیں، یہ مفہوم حدیث سے ثابت ہے اور ''میں تقسیم کنندہ ہوں، دیتا اللہ تعالیٰ ہے''۔

قیوم! اولوالعزم رسول کا نائب ہوتا ہے اس کا مخالف فیض سے محروم رہتا ہے کیونکہ وہ حکومت کے وزیر کا باغی ہوتا ہے اور باغی کو حکومت کی طرف سے انعام نہیں ملا کرتا۔

ہر چیز اچھی یا بری سلطان الملک یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وزیر کے ذریعے مخلوق کی طرف آتی ہے۔ جب مخلوق مصیبت میں مبتلا ہو جاتی ہے تو غوث بارگاہ رب العزت میں درخواست پیش کرتا ہے۔ خیال رہے کہ غوث کوئی خود مختار ہستی نہیں بلکہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے اسی طرح قیوم کل انعامات کا سبب ہوتا ہے اور قطب ابدال اور قطب ارشاد جزوی انعامات کا ذریعہ ہیں اور خاص خاص ایک ایک انعام پر مقرر ہیں اور قطب وحدت اور فرد کا تعلق براہ راست ذات باری تعالیٰ سے ہوتا ہے اس لئے ان کا مرتبہ غوث اور قیوم سے بہت بلند ہے۔

لسان العرب میں لفظ غوث کی تشریح یوں کی گئی ہے:

غوث کے معنی ''پکارنے والا'' دعا کرنے والا، فریاد کرنے والا کے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ محاورہ عرب میں غوث بمعنی دعا اور پکارنے کے ہیں۔

اصطلاح صوفیہ میں غوث اس مستجاب الدعوات ہستی کیلئے بولا جاتا ہے جو اللہ سے فریاد کرتا ہے اور دعا کرتا ہے اور لغت عرب اس معنی کی تائید کرتی ہے۔

مئی 1992ء

نورِالٰہی

نورنبوت

اپنے لباس کو پاک صاف رکھو۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

جس نے حرام مال سے قمیض بنائی اور پہنی اس کی نماز قبول نہیں ہو گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اس مسجد میں ایسے مرد ہیں جو پاکیزگی کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک و صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور اہل تقویٰ سحر کے وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کو خلوص دل سے پکارو۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا: ''اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے۔''

ہاتھوں کو پھیلائے، شانوں تک اٹھائے اور کھول کر رکھے اور ادب خشوع و خضوع کا خیال رکھے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے ساتھ دعا مانگے اور منقولہ دعائیں پڑھے اور انبیاء اور اولیاء اللہ کے توسل سے اور بڑھی دھیمی آواز سے دعا کرے اور دعا ختم کر کے ہاتھوں کو چہرے پر پھیر دے۔

چیزوں کی طلب نہ ہو اور گناہ کرنے کا مطالبہ نہیں ہونا چاہئے، دعا کے قبول ہونے میں جلدی نہ کریں۔ یہ بھی نہیں ہونا چاہئے کہ دعا قبول نہ ہونے کی وجہ سے دعا کرنا ہی چھوڑ دی جائے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کس وقت بندہ کی کیا ضرورت ہے۔

مستجاب الداعوات ہونے کیلئے متقی ہونا شرط ہے اور متقی کی تعریف حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یوں فرمائی۔

''آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک اس چیز کو ترک نہ کر دے جس میں حرام کا شبہ ہو۔''

انسان کی حقیقی قدر و قیمت اور اصلی عظمت و برتری کا اندازہ اس وقت ہو گا جب اس کا اعمال نامہ مالک حقیقی کے سامنے پیش ہو گا اس لئے حقیقی کامرانی و فلاح اور حقیقی عظمت و شان وہی ہے جسے اخروی کامیابی اور ابدی رحمت کہا جاتا ہے۔ اس دنیا کی چند روزہ شان و شوکت فریب نظر اور غرور نفس کے سوا کچھ نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس عرش کے دائیں جانب بیٹھنے والے کچھ لوگ ہوں گے جو منبروں پر بیٹھے ہوں گے منبر نور کے ہوں گے، ان کے چہرے منور ہوں گے، وہ نہ انبیاء ہوں گے، نہ شہداء ہوں گے، نہ صدیقین۔ عرض کیا گیا۔ حضور ﷺ وہ کون لوگ ہوں گے ؟ تین بار فرمایا۔ وہ آپس میں اللہ کیلئے باہم محبت کرنے والے لوگ ہوں گے۔

حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو انبیاء نہیں مگر قیامت کے دن انبیاء اور شہید ان پر رشک کریں گے۔ عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں ؟ فرمایا۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں میں نور بھر دیا ہے۔ وہ اس نور کی وجہ سے ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہیں، نہ ان میں خونی رشتہ ہے، نہ نسب کا اشتراک ہے، ان کے چہرے نورانی ہوں گے، وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے، مرنے کے بعد جب لوگ خوفزدہ ہوں گے انہیں کوئی خوف نہ ہوگا اور جب لوگ غمگیں ہوں گے انہیں کوئی غم نہ ہوگا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

''اے گروہ انبیاء پاکیزہ رزق کھایئے اور نیک عمل کیجئے اور اے ایمان والو، زمین میں سے پاکیزہ اور حلال چیزیں کھاؤ۔'' (قرآن)

جب یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے پڑھی گئی تو سعد بن ابی وقاصؓ کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ حضور ﷺ میرے حق میں دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنادے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے سعد رزق حلال کھاؤ، مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ انسان جب لقمہ حرام پیٹ میں ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور جس انسان کا گوشت حرام غذا سے بنا ہو اس کیلئے آگ ہی بہتر ہے۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے اہل ایمان! پاکیزہ رزق کھاؤ جو ہم نے تمہیں دیا ہے پھر آپ ﷺ نے اس کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے، جس کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر اللہ سے دعا کرتا ہے حالانکہ اس کا کھانا پینا حرام ہے، لباس حرام ہے، غذا حرام ہے، پھر اللہ اس کی دعائیں کیوں قبول کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لباس تقویٰ کا اچھا ہے اور فرمایا اے نبی ﷺ یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے، نہ وہ مغموم ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

مال وزر کی فضول خرچی اور اسراف سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور قرآن میں بتایا ہے کہ

اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

یاد رکھئے!

املاک کی فضول خرچی ہوتی ہے اور صحت کا بھی اسراف ہوتا ہے۔

صحت خالق کائنات اللہ کی دی ہوئی عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمت صحت کو اگر صحیح معنوں میں استعمال نہ کیا جائے تو یہ عمل اللہ کیلئے ناپسندیدہ ہے۔ صحت مند آدمی جب بے احتیاطی اور بدپرہیزی سے بیمار ہو جاتا ہے تو طرح طرح کی تکلیفیں لاحق ہو جاتی ہیں اور جس طرح خوبصورت کتاب کو دیمک چاٹ جاتی ہے اس طرح آدم زاد کو بیماری چاٹ جاتی ہے۔ صحت کے تقاضوں، صحت کے اصولوں سے انحراف کرنا، خدا کی ناشکری تو ہے ہی کفرانِ نعمت اور بے حسی بھی ہے۔ صحت مند آدمی میں عقل و شعور کا جوہر نمایاں ہوتا ہے اور بیمار آدمی میں عقل و شعور متاثر ہوتا ہے۔ صحیح قوت فیصلہ کیلئے ضروری ہے کہ آدم زاد روحانی اور جسمانی طور پر صحت مند ہو۔ کمزور مریض انسان کا دفاع بھی کمزور ہوتا ہے۔ مریض انسان حوصلوں، امنگوں، ولولوں اور زندہ دلی سے محروم ہوتا ہے۔ مریض آدمی کے اندر قوت ارادی مفلوج ہو جاتی ہے۔ جذبات سرد اور مضمحل رہتے ہیں۔ مریض آدمی خود اپنے لئے ایک لاش بن جاتا ہے۔ مریض افراد کی قوم بھی مریض ہوتی ہے اور صحت مند افراد کی قوم صحت مند ہوتی ہے۔ زندہ قومیں ہی دنیا میں اپنی اعلیٰ کارکردگی، بہترین صلاحیتوں اور مخلصانہ قربانیوں سے مقام حاصل کرتی ہیں۔

خوش و خرم رہنا، خوش اخلاقی، مسکراہٹ بھری زندگی، پُرکشش، پُروقار گفتگو، زندہ دلی سے آراستہ زندگی، شگفتہ دہن اور محبت و ایثار، آدم زاد کو صحت مند رکھتا ہے۔

اس کے برعکس بدخواہی، تنگ ظرفی، مردہ دلی، غم، غصہ، رنج و فکر، نفرت، حسد، لالچ آدمی کے اندر دماغی الجھنیں پیدا کرتے ہیں، دماغی الجھنیں پہلے معدہ کو پھر پورے جسمانی نظام کو خراب کر دیتی ہیں۔

نبی آخر الزماں ﷺ، ہادیِ برحق، حکیم انسانیت، فخر دوجہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

سیدھی سادی زندگی اور میانہ روی اختیار کرو۔ اور خوشی خوشی زندہ رہو۔

حضرت عمرؓ نے ایک بار ایک جوان آدمی کو دیکھا کہ وہ نڈھال بیماروں کی طرح سڑک پر جارہا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے روکا اور پوچھا۔

کیا تو بیمار ہے؟

اس نے جواب دی...... نہیں میں بیمار نہیں ہوں۔

آپ ﷺ نے غصہ سے اپنا درہ اٹھایا اور اس کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

راستہ پوری قوت کے ساتھ جوان مردوں کی طرح چلو......

سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے آقا حضور نبی کریم ﷺ جب راستہ چلتے تھے تو نہایت جمے ہوئے قدم رکھتے تھے اور اس طرح قوت کے ساتھ چلتے تھے کہ جیسے کسی نشیب میں اتر رہے ہوں۔

رسول مکرم ﷺ، برحق پیغمبر، خاتم النبیین ﷺ نے اپنی امت کو یہ دعا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

اے اللہ! میں اپنے آپ کو تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پریشانی سے غم سے بیچارگی سے، سستی سے، کاہلی سے، قرض کے بوجھ سے اور اس بات سے کہ لوگ مجھے دبا کر رکھیں میری حفاظت فرما۔

جون 1992ء

نورِالٰہی

نور نبوت

اپنا رخ سب طرف سے پھیر کر خدا کی طرف کرو۔ یہ خدا کی وہ فطرت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا۔ خدا کی بنائی ہوئی فطرت میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہ سیدھا راستہ اور ٹھیک دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔(الروم۔۳۰)

''کیا آسمان اور زمین پیدا کرنے والے خدا پر ہی شک ہے۔'' (ابراہیم۔۱۰)

''کیا وہ آپ ہی پیدا ہو گئے ہیں یا وہ ہی اپنے آپ کے خالق ہیں؟ کیا ان ہی نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے؟ نہیں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان کو یقین حاصل نہیں ہے۔''

یہاں پر قرآن مجید کی ایک عقلی دلیل پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ عدم سے وجود میں کوئی چیز از خود نہیں آسکتی لیکن کوئی چیز کسی کے بن بنائے آپ سے آپ نہیں بن سکتی اور نہ ہی کوئی مفعول اپنا فاعل آپ ہو سکتا ہے۔(الطور۔۳۵۔۳۶)

ترجمہ: ''ہم عنقریب ان کو (اطراف) عالم میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ حق ہے یا یہ تم کو کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سے باخبر ہے۔ دیکھو اپنے پروردگار کے روبرو حاضر ہونے سے شک میں ہیں۔ سن رکھو کہ وہ ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔'' (الزاریات:۳۰۔۳۱)

ترجمہ: ''سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے۔'' (المومنون۔۱۴)

ترجمہ: ''جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں ان کیلئے آسمانوں اور زمین کی ساخت میں، رات اور دن کے پیہم ایک دوسرے کے بعد آنے میں، ان کشتیوں میں جو انسان کے نفع کی چیزیں لئے ہوئے دریائوں اور سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں، بارش کے اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے پھر اس کے ذریعے سے زمین کو زندگی بخشتا ہے اور اپنے اسی انتظام کی بدولت زمین میں ہر قسم کی جاندار مخلوق پھیلاتا ہے، ہوائوں کی گردش میں اور ان میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابع فرمان بنا کر رکھے گئے ہیں، بے شمار نشانیاں ہیں۔'' (البقر(۔۱۶۴)

ترجمہ: ''اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعے سے ہر قسم کی نباتات (اگائی) پھر اس سے ہرے بھرے کھیت اور درخت پیدا کئے۔ پھر ان سے تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کیے جو بوجھ کے مارے جھکے

پڑتے ہیں اور انگور، زیتون اور انار کے باغ لگائے جن سے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور پھر ہر ایک کی خصوصیات جدا جدا بھی ہیں۔ درخت جب پھیلتے ہیں تو ان میں پھل آنے اور پھر ان کے پکنے کی کیفیت ذرا غور سے دیکھو، ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔'' (الانعام۔۹۹)

ترجمہ: ''اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر یکایک تم بشر ہو کہ (زمین میں) پھیلتے چلے جا رہے ہو اور اس کی نشانیوں میں ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں دانشمند لوگوں کیلئے اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن کو سونا اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو (غور سے) سنتے ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے، خوف کے ساتھ بھی اور طمع کے ساتھ بھی اور آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اس کے ذریعہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل سے کام لیتے ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔'' (روم۔۲۰۔۲۵)

ترجمہ: ''اس نے آسمانوں کو پیدا کیا بغیر ستونوں کے جو تم کو نظر آئیں اس نے زمین میں پہاڑ جما دیئے تا کہ وہ تمہیں لے کر ڈھلک نہ جائے۔ اس نے ہر طرح کے جانور زمین میں پھیلا دیئے اور آسمان سے پانی برسایا اور زمین میں قسم قسم کی عمدہ چیزیں اگا دیں۔'' (لقمان۔۱۰)

ترجمہ: ''جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی پھر اس کی نسل ایک ایسے سَت سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح کا ہے پھر اس نک وسک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی اور تم کو کان دیئے، آنکھیں دیں اور دل دیئے اور تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔'' (السجدہ۔۷۔۹)

ترجمہ: ''اور تمہارے لئے مویشیوں میں بھی ایک سبق موجود ہے ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں یعنی خالص دودھ جو پینے والوں کے لئے نہایت خوشگوار ہے۔'' النحل۔۶۶)

ترجمہ: ''یہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہو گا جس نے ہر چیز کو حکمت کے ساتھ استوار کیا۔

تم رحمان کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے، پھر پلٹ کر دیکھو کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی۔'' (الملک:۳۔۴)

ترجمہ: ''اور خدا ہی کے پاس ہے آسمانوں اور زمینوں کی چھپی بات اور اس کی طرف ہر بات لوٹائی جاتی ہے اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر۔'' (ہود۔۱۲۳)

ترجمہ: ''اگر زمین وآسمان میں خدائے واحد کے سوا چند اور خدا بھی ہوتے تو زمین وآسمان برباد ہو جاتے تو پاک ہے عرش والا خدا ان باتوں سے جو مشرک کہتے ہیں۔'' (انبیائ۔۲۲)

ترجمہ: ''کہہ دیجئے اگر خدائے واحد کے ساتھ کچھ اور خدا ہوتے جیسا کہ مشرک کہتے ہیں تو ایسی حالت میں وہ ضرور خدائے مالک عرش کی طرف (لڑنے بھڑنے کیلئے) راستہ نکالتے تو پاک اور بلند ہے وہ خدا اس بات سے جو یہ کہتے ہیں، خدائے واحد کی پاکی اور بلندی ساتوں آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب بیان کرتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔'' (بنی اسرائیل: ۴۲۔۴۴)

ترجمہ: ''خدا نے نہ تو اپنا کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے۔ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوقات کو لے کر چل دیتا اور ایک دوسرے پر غالب آجاتا یہ لوگ جو کچھ خدا کے بارے میں بیان کرتے ہیں خدا اس سے پاک ہے۔'' (المومنون۔ ۹۱)

ترجمہ: ''اگر زمین وآسمان میں ایک اللہ کے سوا دوسرے خدا بھی ہوتے تو (زمین اور آسمان) دونوں کا نظام بگڑ جاتا۔'' (الانبیائ۔۲۲)

ترجمہ: ''کوئی دوسرا خدا اس کے ساتھ نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی خلق کو لے کر الگ ہو جاتا اور وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے۔پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں کھلے اور چھپے کا جاننے والا ہے، وہ بالاتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ تجویز کر رہے ہیں۔'' (المومنون۔۹۱)

ترجمہ: ''وہی اول بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی۔'' (الحدید۔۳)

ترجمہ: ''کہو وہ اللہ ہے یکتا، اللہ سب سے بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔'' (الاخلاص)

جولائی 1992

نورِالٰہی

نور نبوت

سائنسی علوم اور سائنسی ایجادات کی جس طرح تشہیر کی جارہی ہے اس سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ اب سے پہلے نہ تو سائنسی علوم تھے اور نہ ہی ایجادات کا مظاہرہ ہوتا تھا جبکہ یہ ساری دنیا دراصل علم کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

دوہزار چھ عیسوی کے بعد جب یہ دنیا ٹوٹ پھوٹ کر زیر آب آجائے گی اور جہاں پانی ہے وہ خشکی پر آبادی بن جائے گی اور اس دنیا کے باسی نئے نئے علوم کا انکشاف کریں گے تب بھی یہی کہا جائے گا کہ یہ دور سائنس کا دور ہے۔ایجادات کا دور ہے اور نئے نئے علوم کا دور ہے۔

تاریخ دراصل زمین کے اوپر ہونے والے ہر عمل، ہر تبدیلی خواہ تعمیر ہو یا تخریب کی ایک دستاویز ہے۔انسان جو لاکھوں سال پہلے تھا آج بھی ہے۔ درخت اور ان کے اوپر سے اترنے والے پھل ہزاروں سال پہلے بھی تھے آج بھی ہیں۔ سائنسی ایجادات جو ہمارے سامنے ہیں ماضی میں بھی تھیں۔ گزرے ہوئے زمانے میں جس سواری کو اڑن کھٹولہ کہا جاتا تھا اب ہم اسے ہوائی جہاز کہتے ہیں۔ علی ہذاالقیاس یہ ساری ایجادات و انکشافات ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ ان کی تشریح اس طرح کی جاتی ہے کہ جیسے یہ آج کی نسل کا کارنامہ ہے۔

پندرہ سو سال پہلے نوع انسانی کے جوہر کائناتی تخلیق رموز کے ماہر اللہ کے محبوب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو باتیں بتادیں تھیں......

اس صدی کا سائنسدان ان باتوں کو اپنی بات کہہ کر اپنی برتری جتانے پر مصر ہے۔

سائنس کہتی ہے کہ:

کائنات کی تشکیل ایسے گیسی مادے سے ہوئی تھی جو ہائیڈروجن اور ہیلیم سے مرکب تھا۔اسی گیس کے مرکب یا دھوئیں سے کائنات بن رہی ہے۔

ایک ہزار پانچ سو سال قبل کائنات کے سب سے بڑے اور اعلیٰ سائنسدان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا اس نے آسمان اور زمین سے کہا وجود میں آجاؤ خواہ تم چاہو یا نہ چاہو دونوں نے کہا ہم آگئے فرمانبرداروں کی طرح ○(القرآن)

پندرہ سو سال کے بعد سائنس بتاتی ہے کہ تمام جاندار اشیاء اور اشیاء میں خلیات کا جزو سم پانی ہے اور پانی کے بغیر زندگی ممکن نہیں ہے۔

قرآن کریم ڈیڑھ ہزار سال پہلے کائناتی تسخیری فارمولے بیان کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت کرتا ہے:

اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو پیدا کیاo

اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیاo

منکشف کیا گیا کہ حیوانات اور انسان کی طرح ہر شئے کی تخلیق نر اور مادہ سے ہوئی ہے۔ نباتات میں بھی ہر شئے جوڑے جوڑے ہے......

لوگ اس انکشاف پر چونک اٹھے کہ یہ ایک نیا اور نرالا انکشاف ہے کہ نباتات میں بھی مذکر اور مونث دورخ ہوتے ہیں۔

پندرہ سو سال پہلے پروردگار عالم نے اپنے محبوب بندے صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم سکھایا:

پس ہم نے زمین میں پودوں اور نباتات کے اچھے جوڑے لگائے اسی نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کئے پاک ہے وہ ذات جس نے کل اقسام کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کے نبادات سے ہو یا خود ان کی اپنی جنس نوع انسانی میں ہو یا ان اشیاء میں ہوں جن کو وہ جانتے نہیں۔

سائنسدانوں نے دریافت کیا کہ نباتات پر پانی ڈالنے سے ایک سبز رنگ کا مادہ پیدا ہوتا ہے جسے کلوروفل (Chlorophyll) کہتے ہیں۔

پندرہ سو سال پہلے ایک ایسے مقام پر جہاں جہالت کا دور دورہ تھا اور کوئی اس وقت سائنس کے نام سے واقف نہیں تھا۔

اللہ نے اپنے بندے صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا:

وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے نباتات میں سے ہر چیز پیدا کی اور اس میں سبز مادہ (chlorophyll) پیدا کیا جس کے ذریعے سے ہم دانوں کے ڈھیر پیدا کر لیتے ہیں۔

ہوائی جہاز کی ایجاد کے بعد معلوم ہوا کہ چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر Oxygen کم ہو جاتی ہے اور سانس لینے میں دقت ہوتی ہے۔

پندرہ سو سال پہلے ہوائی جہاز تو نہیں تھا لیکن کائنات کے سب سے اعلیٰ، سب سے افضل، غیب و شہود اور روحانی علوم کے برگزیدہ سائنسدان کو یہ بات معلوم تھی۔

قرآن کریم کی یہ آیت ہمارے اوپر تفکر کے دروازے کھول دیتی ہے:

پس یہ حقیقت ہے کہ جسے اللہ ہدایت بخشنے کاارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہی میں ڈالنے کاارادہ کرتا ہے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان (بلندی) پر بڑھ رہا ہے۔

سائنس نے یہ بات معلوم کی کہ زمین کے سخت بیرونی حصے کے نیچے ایک نرم طبقہ بھی ہے......پہاڑ جو ہمیں زمین پر نظر آتے ہیں نرم طبقے کے اندر داخل ہو کر زمین کی جڑوں کا کام کرتے ہیں اور زمین کو ہلنے اور کھسکنے سے بچاتے ہیں۔

اے آنکھ رکھنے والوں عبرت پکڑو......

قرآن نے اس بات کو ڈیڑھ ہزار سال پہلے بیان کر دیا ہے:

ہم نے زمین پر پہاڑ بنا دیے تاکہ زمین اپنی سمت سے کہیں ڈھلک نہ جائے اور ہم نے پہاڑوں کو میخیں بنا دیا اور انہیں زمین میں گاڑ دیا۔

سائنس کہتی ہے کہ:

سمندر کی کچھ موجیں سطحی ہوتی ہیں اور کچھ موجیں ان سطحی موجوں کے نیچے ہوتی ہیں سمندر کی گہرائیوں میں اندھیرے ہوتے ہیں اور یہ اندھیرے موجوں کی طرح تہہ بہ تہہ ہوتے ہیں۔ایک موج اوپر سے آنے والی روشنی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے روشنی کو زائل کر دیتی ہے۔جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سورج کی روشنی سمندر کی سطح تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاتی ہے۔

آیئے! دیکھیں کہ کائناتی سائنس کی سب سے بڑی کتاب (قرآن) اس سلسلے میں کیا انکشاف کرتی ہے۔

''یا پھر اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا اور ایک موج چھائی ہوئی اس پر ایک اور موج اور اس کے اوپر بادل تاریکی مسلط ہے آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھنے پائے جسے اللہ نور نہ بخشے اس کے لئے کوئی نور نہیں۔'' (النور)

جب ہم قرآن پاک کا وہ حصہ جسے معاد کہتے ہیں پڑھتے ہیں اور معاد سے متعلق آیتوں پر تفکر کرتے ہیں تو ہمارے سامنے موجودہ سائنس ایک بازیچۂ اطفال لگتی ہے......ہر وہ بات جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سو سال پہلے بتادی ہے ایک منظم اسکیم اور مربوط نظام کے تحت اس کو اپنی بات کہہ کر بیان کیا جا رہا ہے......یہ بھی تو ہو سکتا ہے اور میرا لاشعور بار بار مجھے اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ

موجودہ دور کا Scientist قرآن کے علوم سے استفادہ کر رہا ہے اور ایسا اس لئے ہو سکتا ہے کہ خود خالق کائنات نے فرمادیا ہے:

''اور ہم نے قرآن کا سمجھنا آسان کر دیا ہے، ہے کوئی سمجھنے والا۔''

ہماری بدنصیبی اور محرومی یہ ہے کہ ہم ان کائناتی علوم کی طرف توجہ نہیں دیتے جو ہمیں ہمارے نجات دہندہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سو سال پہلے بتادیئے اور سکھادیئے ہیں۔

البتہ ہم

سائنسدانوں کی بات مان لیتے ہیں چاہے انہوں نے وہ بات قرآن سے ہی اخذ کی ہو......

اگست 1992ء

نورِ الٰہی

نور نبوت

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق قرآن متقی لوگوں کو ہدایت بخشتا ہے جو لوگ متقی نہیں ہیں انہیں ہدایت نہیں ملتی۔ قرآن پاک سے جہاں لوگ ہدایت پاتے ہیں وہاں بکثرت گمراہ بھی ہو جاتے ہیں۔ گمراہ وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے دل فسق وفجور سے آلودہ ہوں۔

گمراہ کرتا ہے ساتھ اس کے بہتوں کو اور راہ دکھاتا ہے ساتھ اس کے بہتوں کو اور نہیں گمراہ کرتا ساتھ اس کے مگر فاسقوں کو۔(۲: ۲۶)

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے درمیان ایک پردہ مستور حائل کر دیتے ہیں اور ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈال دیتے ہیں جس سے وہ اس (قرآن) کو سمجھ نہیں سکتے۔ اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتے ہیں۔(۱۷:۴۶)

یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔(۶: ۱۴۲)

تحقیق کہ شرک بڑا ظلم ہے۔(۳۱: ۱۳)

شرک کرنے والا بندہ قرآن سے ہدایت حاصل نہیں کر سکتا۔ شرک یہ بھی ہے کہ کسی کو اپنا روزی رساں سمجھا جائے۔ اور جو شخص اللہ کی (قائم کردہ) حدود سے نکل جائے تحقیق کہ اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔(۶۵:۱)

وہ حدود قوانین قدرت سے متعلق ہوں یا قوانین شریعت سے جو شخص اللہ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کرے گا وہ بھی قرآن سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو ایسی شہادت کا اخفا کرے جو اس کے پاس منجانب اللہ پہنچی ہو۔(۲:۱۴)

اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آتی۔(۱۶:۹۳)

پس اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے تاکہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کرے یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں فرماتا۔ (۶:۱۴۴)

جو لوگ اللہ سے غلط باتیں منسوب کرتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں خواہ وہ گمراہی سیاسیات سے متعلق ہو یا اقتصادیات سے یا تمدنی امور سے عبادات میں ہو ایسے لوگ ظالموں میں شمار کئے گئے ہیں۔ جن سے ہدایت چھین لی گئی ہے پس تحقیق تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے ایک کتاب واضح اور ہدایت اور رحمت آچکی ہے تو اس سے زیادہ کون ظالم ہو گا جو ہماری ان آیتوں کو جھٹلادے اور ان سے گریز کرے۔(۶: ۱۵۷)

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے۔ پھر وہ اس سے روگردانی کرے اور اپنے ہاتھوں کے کرتوت کو بھی دل سے بھلادے۔ تحقیق ہم نے ایسے لوگوں کے دلوں پر پردہ ڈال دیا ہے کہ وہ سمجھ ہی نہ سکیں اور ان کے دلوں میں ڈاٹ لگادی (بدیں وجہ) اگر ان کو راہ راست کی جانب بلادیں تب بھی وہ سیدھے راستے پر ہرگز نہ آویں گے۔(۱۸: ۵۷)

قرآن میں ایسے لوگوں کے لئے کوئی روشنی نہیں۔ اگر آپ (اہل کتاب) کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگیں بعد اس کے کہ آپ کے پاس کچھ علم آچکا ہے تو یقیناً ایسی صورت میں آپ کا بھی شمار ظالموں میں ہو گا۔(۲: ۱۴۵)

اپنی انا کے خول میں بند خواہشات کی پیروی کرنے والے لوگ بھی قرآن سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ کیا دیکھا آپ نے اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور (بوجہ اس کے) اللہ نے اس کو باوجود علم (رسمی) کے گمراہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی سماعت اور اس کے دل پر مہر لگادی اور اس کی بینائی پر پردہ ڈال دیا، بھلا ایسے شخص کو بعد اس کے کہ اسے خدا نے گمراہ کر دیا ہو کون راہ راست پر لا سکتا ہے پس کیا نصیحت نہیں پکڑے۔ (۴۵: ۲۲)

اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیات کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے لگا پس اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔ یہ مثال ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا پس آپ اس حال کو بیان کر دیجئے تاکہ وہ لوگ کچھ غور و فکر کریں۔(۷: ۱۷۶)

ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے ہی نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہی نہیں اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہی نہیں۔ یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔ یہ لوگ غافل ہیں۔(۷: ۱۷۹)

مثال دونوں کی ایسی ہے جیسے کہ ایک تو اندھا بھی ہو اور بہرا بھی ہو اور دوسرا دیکھنے والا بھی اور سننے والا بھی کیا دونوں یکساں ہیں پس کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔(۱۱: ۲۴)

تحقیق اللہ تعالیٰ مسرف کذاب کی رہنمائی نہیں فرماتا۔(۲۸:۴۰)

جس طرح ظاہر طور پر پاک صاف ہونا ضروری ہے اس طرح باطنی طور پر روح سے واقفیت ہو کر پاکیزہ ہونا ضروری ہے جو لوگ باطنی طور پر پاکیزہ نہیں ہوتے قرآن انہیں ہدایت نہیں دیتا۔

یہ کتاب۔ نہیں ہے شک اس میں یہ ہدایت ہے متقین کے لئے۔(۱:۲)

ہدایت ورحمت ہے مومنین کے لئے۔(۱:۵۷)

اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن میں وہ چیز کہ اس میں شفاورحمت ہے مومنین کیلئے اور زیادتی خسارہ ہے ظالمین کیلئے۔(۱۷:۸۲)

آپ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کیلئے توہدایت وشفاہے اور جوایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور قرآن ان کے حق میں نابینائی ہے اور یہ لوگ (بوجہ نااہل ہونے کے)ایسی جگہ سے پکارے جاتے ہیں جوان کیلئے بڑی دور ہے۔(۴: ۴۴)

اور بلاشبہ۔قرآن متقیوں کیلئے نصیحت ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اس کی تکذیب کرتے ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ قرآن کافروں کیلئے حسرت ہے۔(۶۹:۴۸،۴۹،۵۰)

اللہ کی کتاب قرآن کے انوار سے مستفیض ہونے کیلئے تزکیہ نفس۔ تصفیہ قلب اور روح کا مجلیٰ ہونا ضروری ہے۔ تقویٰ اور ایمان کیلئے وہ صلاحیت اور قوی ہے جس کے ذریعہ اللہ قرآن کے انوار سینوں میں بھر دیتا ہے۔پس جبکہ ارادہ فرماتا ہے اللہ کہ ہدایت فرمائے کسی کی توشرح صدر عطا فرماتا ہے یعنی کشادہ فرمادیتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کیلئے۔

(۶: ۱۲۵)

پس جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کیلئے کھول دیا وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہوتا ہے۔

(۳۹: ۲۲)

ستمبر 1992ء

نورِ الٰہی

نور نبوت

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

قرب قیامت میں مرد عورتوں کی مشابہت کرینگے اور عورتیں مردوں کی مشابہت کریں گی۔

لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ ان میں سے ہر ایک سود خور ہو گا اور جو نہ کھائے گا اسے بھی اس کی کچھ نہ کچھ گرد پہنچ جائے گی۔

یقیناً میری امت میں اختلاف اور فرقہ بازی ہو گی۔ ایسے لوگ ہونگے جن کی باتیں اچھی ہونگی اور اعمال بُرے ہوں گے۔

میری امت میں سے ایک چھوٹی جماعت حق پر ہمیشہ قائم رہے گی۔ جو لوگ ان سے الگ ہو جائیں گے وہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے یعنی قیامت قائم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کر، کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ گچھ ہو گی۔ (والد سرا، ۳۶)

صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور بے اصل خیالات امر حق میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے۔ (النجم۔۲۸)

آپ کہئے تم دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ (البقرہ۔۱۱۱)

میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے کی ہو یا کوئی اور منقول لاؤ اگر تم سچے ہو۔ (الاحقاف۔۴)

یہ لوگ صرف بے اصل خیالات اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے ہدایت آچکی ہے۔ (انجم۔۲۳)

ہم جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اس کیلئے ہمیں بس یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہو جا...... اور وہ ہو جاتی ہے۔ (النحل)

اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے ہر قسم کی نباتات اگائی پھر اس سے ہرے بھرے کھیت اور درخت پیدا کئے پھر ان سے تہہ بہ تہہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کئے جو بوجھ سے جھکے پڑے ہیں اور انگور، زیتون اور انار کے باغ لگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور پھر ہر ایک کی خصوصیات جدا جدا بھی ہیں۔ یہ درخت جب پھلتے ہیں تو ان میں پھل آنے اور پھر ان کے پکنے کی کیفیت ذرا غور کی نظر سے دیکھو۔ ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔ (الانعام۔۹۹)

کیا وہ آپ ہی آپ پیدا ہو گئے ہیں یا وہ ہی اپنے آپ کے خالق ہیں۔ کیا ان ہی نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔ نہیں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان کو یقین حاصل نہیں ہے۔ (الطور: ۳۵۔۳۶)

ہم عنقریب ان کو عالم میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ حق ہے۔ کیا تم کو کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سے باخبر ہے۔ دیکھو یہ اپنے پروردگار کے روبرو حاضر ہونے سے شک میں ہیں۔ سن رکھو کہ وہ ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (حٰم سجدہ۔ ۵۳۔۵۴)

اگر زمین اور آسمان ایک اللہ کے سوا دوسرے بھی جدا ہوتے تو (زمین آسمان) دونوں کا نظام بگڑ جاتا۔ (الانبیائ۔۲۲)

اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ وہی جیتا ہے اور سب اس کے سہارے جیتے ہیں۔ اس کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اُسی کا ہے۔ کون ایسا ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے جو لوگوں کے روبرو ہے اور جو ان کے پیچھے ہے سب کو جانتا ہے اور وہ اس کے علم کے حصہ کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ مگر جتنا وہ چاہے اس کا تخت آسمانوں اور زمین کو سمائے ہے۔ ان آسمانوں کی ورزمین کی نگرانی اس کو تھکاتی نہیں۔ اور وہ ہی اوپر اور بڑا ہے۔ (البقرہ۔۲۵۵)

اکتوبر1992

نورِ الٰہی

نور نبوت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کیلئے آرائش بنایا ہے تا کہ لوگوں کی آزمائش کر دیں کہ ان میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے۔(سورہ الکہف۔آیت ۷)

اور کئی طرح کے لوگوں کو جو ہم نے دنیا کی آرائش کی چیزوں سے بہرہ مند کیا ہے تا کہ ان کی آزمائش کریں ان پر نگاہ نہ کرنا اور تمہارے پروردگار کی دی ہوئی روزی بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔(سورہ طٰہ۔آیت ۱۳۱)

جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے۔ پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے نعمت بخشتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے اپنے علم و دانش کے سبب ملی ہے۔ایسا نہیں بلکہ وہ آزمائش ہے مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی یہی کہا کرتے تھے جو کچھ وہ کہا کرتے تھے ان کے کچھ کام بھی نہ آیا۔ان پر ان کے اعمال کے وبال آ گئے۔اور جو لوگ ان میں سے ظلم کرتے رہے ان پر ان کے اعمال کے وبال عنقریب پڑیں گے اور وہ خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔(سورہ الزمر۔آیت ۴۹۔۵۱)

وہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے بڑی برکت والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے کام کرتا ہے اور وہ زبردست بخشنے والا ہے۔اس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے۔(سورہ الملک۔آیت ۱۔۳)

پہلے تو سب لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا لیکن جب وہ آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے تو خدا نے ان کی طرف بشارت دینے اور ڈر سنانے والے پیغمبر بھیجے اور ان پر سچائی کے ساتھ کتابیں نازل کیں تا کہ جن امور میں لوگ اختلاف کرتے تھے ان کا ان میں فیصلہ کر دے۔اور اس میں اختلاف بھی انہی لوگوں نے کیا جن کو کتاب دی گئی تھی۔ باوجودیکہ ان کے پاس کھلے ہوئے احکام آ چکے تھے مگر آپس کی ضد کی وجہ سے اختلاف کیا تو جس امر حق میں وہ اختلاف کرتے تھے خدا نے اپنی مہربانی سے مومنوں کو اس کی راہ دکھا دی اور خدا جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھلا دیتا ہے۔(سورہ البقرہ۔آیت ۲۱۳)

دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہے اور اہل کتاب نے جو اختلاف کیا تو علم حاصل ہونے کے بعد آپس کی ضد اسے کیا۔اور جو شخص خدا کی آیتوں کو نہ مانے تو خدا جلد حساب لینے والا۔(سورہ آل عمران۔آیت ۱۹)

اور سب مل کر خدا کی رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور تفرقہ نہ ڈالنا اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اس طرح خدا تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ (سورہ آل عمران۔ آیت ۱۵۳)

جن لوگوں نے اپنے دین میں راستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہو گئے ان سے تم کو کچھ کام نہیں۔ ان کا کام خدا کے حوالے پھر وہ جو کچھ کرتے رہے وہ ان کو بتائے گا۔ (سورہ الانعام۔ آیت ۱۵۹)

اور جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی کہ ضرر پہنچائیں اور گمراہ کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں ان کیلئے گھات کی جگہ بنائیں اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھی مگر خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ (سورہ التوبہ۔ آیت ۱۰۷)

اس نے تمہارے لئے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی ہم نے اے محمد ﷺ! تمہارے طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف رستہ دکھا دیتا ہے۔ (سورہ الشوریٰ آیت ۱۳)

اور مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے۔ پس وہ رجوع لائے تو دونوں فریقوں میں مساوات کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے۔ مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔ (سورہ الحجرات۔ آیت ۹۔ ۱۰)

اور اہل کتاب جو متفرق ہوتے ہیں واضح دلیل آنے کے بعد ہوتے ہیں۔ (سورہ البینہ۔ آیت ۱۴)

جو لوگ مسلمان ہیں یا یہودی یا عیسائی یا ستان پرست۔ جو خدا اور روز قیامت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو ایسے لوگوں کو ان کا صلہ خدا کے ہاں ملے گا اور ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ (سورہ البقرہ۔ آیت ۶۲)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو ہم بہشت کے اونچے اونچے محلوں میں جگہ دینگے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے نیک عمل کرنے والوں کا یہ خوب بدلہ ہے۔ (سورہ النحل۔ آیت ۴۲)

اور نیکی کرو بیشک خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (سورہ البقرہ۔ آیت ۵۹۵)

خدا تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو مال خرچ دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائوں اور نامعقول کاموں سے اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔(سورہ النحل۔آیت ۹۰)

یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا ہم پر احسان نہ رکھو بلکہ خدا تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا بشرطیکہ تم سچے ہو۔(سورہ الحجرات۔آیت ۱۷)

اس دن پیشوا اپنے پیروئوں سے فرمانبرداری ظاہر کریں گے اور عذاب دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ پیروی کرنے والے کہیں گے کہ کاش ہمیں بھی دنیا میں جانا نصیب ہوتا کہ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی ان سے بیزار ہوں۔ اس طرح خدا ان کے اعمال حسرت بنا کر دکھائے گا اور وہ دوزخ سے نکل نہیں سکیں گے۔(سورہ البقرہ۔آیت ۱۶۶۔۱۶۷)

اے ایمان والو! جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کر لو جس میں نہ اعمال کا سودا ہو اور نہ دوستی اور سفارش ہو سکے اور کفر کرنے والے لوگ ظالم ہیں۔(سورہ البقرہ۔آیت ۲۵۴)

اور ہم نے ہر انسان کے اعمال کو اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے اور قیامت کے روز کتاب اسے نکال کر دکھلائیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔ کہا جائے گا تو اپنی کتاب پڑھ لے۔ تو آج اپنا آپ کی محاسب کافی ہے۔(سورہ بنی اسرائیل،آیت ۱۳۔۱۴)

قیامت کے دن نہ تمہارے رشتے ناطے کام آئیں گے اور نہ اولاد۔ اس روز وہی تم میں فیصلہ کرے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس کو دیکھتا ہے۔(سورہ الممتحنہ۔آیت ۳)

ہم کو روز قیامت کی قسم اور نفس لوامہ کی کہ سب لوگ اٹھا کر کھڑے کئے جائیں گے کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے۔ ضرور کریں گے۔ اور ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔ مگر انسان چاہتا ہے کہ آگے کو خودسری کرتا جائے۔ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا۔ جب آنکھیں چندھیا جائیں گی اور چاند گہنا جائے اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں۔ اسی دن انسان کہے گا کہ کہاں بھاگ جائوں۔ بیشک کہیں پناہ نہیں۔ اس روز پروردگار کے پاس ہی ٹھکانا ہے۔ اس دن انسان کو جو عمل اس نے آگے بھیجے ہیں اور جو پیچھے چھوڑے ہونگے سب بتا دیئے جائیں گے۔(سورہ القیمہ،آیت ۱تا۱۳)

جب سورج پست لیا جائے گا اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے اور جب پہاڑ جلائے جائیں گے اور جب بیانے والی اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی اور جب وحشی جانور جمع کئے جائیں گے اور جب دریا آگ ہو جائیں گے اور جب روحنیں بدنوں سے ملا دی جائیں گی اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنا دی گئی ہو پوچھا جائے کہ وہ کس گناہ پر مار دی گئی اور جب اعمال کے دفتر کھولے جائیں گے اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی اور بہشت جب قریب لائی جائے گی تب ہر شخص معلوم کر لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔(سورہ التکویر آیت ۱تا۱۴)

اور جب زمین بھونچال سے ہلا دی جائے گی اور زمین اپنے اندر کے بوجھ نکال ڈالے گی اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوا ہے ؟اس روز وہ اپنے حالات بیان کر دے گی کیونکہ تمہارے پروردگار نے اس کو حکم بھیجا ہو گا۔اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر آئیں گے تا کہ ان کو ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں تو جس نے دن بھر نیکی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے دن بھر برائی کی ہو گی تو وہ اسے دیکھ لے گا۔(سورہ الزلزال۔آیت ۱تا۸)

لڑکھڑانے والی......لڑکھڑانے والی کیا ہے اور تم کیا جانو لڑکھڑانے والی کیا ہے۔وہ قیامت ہے جس دن لوگ ایسے ہونگے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اون۔تو جس کے اعمال کے وزن بھاری نکلیں گے وہ دلپسند عیش میں ہو گا اور جس کے وزن ہلکے نکلیں گے اس کا مرجع ہاویہ ہے اور تم کیا سمجھے ہاویہ کیا چیز ہے۔وہ دھکتی ہوئی آگ ہے۔(سورہ القارعہ۔آیت ۱تا۱۱)

اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو اور فضول خرچی سے مال نہ اڑائو کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کی نعمتوں کا کفران کرنے والا ہے۔اگر تم اپنے پروردگار کی رحمت کے انتظار میں جس کی تمہیں امید ہو ان مستحقین کی طرف توجہ نہ کر سکو تو ان سے نرمی سے بات کہہ دیا کرو۔اور اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے بندھا ہوا یعنی بہت تنگ کر لو کسی کو کچھ دو ہی نہیں اور نہ بالکل کھول ہی دو کہ سبھی کچھ دے ڈالو اور انجام یہ ہو کہ ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جائو۔(سورہ بنی اسرائیل۔آیت ۲۶تا۲۹)

اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں۔(سورہ الفرقان۔آیت ۶۳)

اور جب بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے اعمال اور تم کو تمہارے اعمال۔تم کو سلام۔ہم جاہلوں کے خواستگار نہیں ہیں۔(سورہ القصص۔آیت ۵۵)

اور اپنی چال میں اعتدال کئے رہنا اور بولتے وقت آواز اونچی رکھنا کیونکہ اونچی آواز گدھوں کی سی ہے اور کچھ شک نہیں کہ سب سے بری آواز گدھوں کی ہے۔(سورہ لقمان۔آیت ۱۸تا۱۹)

نومبر 1992ء

نورِ الٰہی

نور نبوت

اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی تو سخت کلامی کے ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو۔ایسا کرنے سے تم دیکھو گے کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے اور یہ بات ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں اور اگر تمہیں شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔ بیشک وہ سنتا جانتا ہے۔(سورہ حم السجدہ ۳۳۔۳۶)

مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں۔اور اپنے مومن بھائی کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔کیا تم ہی میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟اس سے تم ضرور نفرت کرو گے اور خدا کا ڈر رکھو۔ بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔(سورہ الحجرات۔آیت ۱۱۔۱۲)

اور اگر معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو خدا بھی بخشنے والا ہے۔(سورہ التغابن۔آیت ۱۴)

لوگو! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آتے ہیں۔تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں اور نہ مانیں تو کہہ دو کہ خدا مجھے کفالت کرتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔(سورہ التوبہ۔آیت ۱۲۸۔۱۲۹)

اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا ہے تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آئے تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو جو کہ وہ مومن ہو جائیں۔(سورہ یونس۔آیت ۹۹)

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خدا ہے پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے خوشی مناؤ۔ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی تمہارے رفیق ہیں اور وہاں جس

نعمت کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے موجود ہو گی۔ یہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔(سورہ حم السجدہ،آیت ۳۵۔۳۶)

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہو گا تو اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہو گا۔(سورہ آل عمران۔آیت ۸۵)

بھلا جس شخص کا سینہ خدا نے اسلام کیلئے کھول دیا ہو وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو تو کیا وہ سخت دل کافر کی طرح ہو سکتا ہے۔ پس ان پر افسوس ہے جن کے دل خدا کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں اور یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔(سورہ الزمر۔آیت ۲۲)

اے پروردگار! جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا کر دیجیو اور ہمیں اپنے ہاں سے نعمت عطا فرما تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔(سورہ آل عمران۔آیت ۷۸)

کیونکہ اے خدا اے بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے اور ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ہی رات کو دن اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے اور تو ہی جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق بخشتا ہے۔(سورہ آل عمران آیت ۲۶۔۲۷)

وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔اس کے اولاد کہاں سے ہو جبکہ اس کی بیوی ہی نہیں اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر فرد سے باخبر ہے۔ یہی اوصاف رکھنے والا خدا تمہارا پروردگار ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تو اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر فرد کا نگہبان ہے۔ وہ ایسا ہے کہ نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ بھید جاننے والا خبر دار ہے۔(سورہ الانعام،آیت ۱۰۱۔۱۵۳)

کہہ دو کہ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کیلئے سیاہی ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں اور سمندر ختم ہو جائیں گے اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لائیں۔(سورہ الکہف۔آیت ۱۰۹)

خدا آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔اس کے نور کی مثال ایسی ہے کہ گویا ایک طاق ہے جس میں چراغ ہے اور چراغ ایک قندیل میں ہے اور قندیل گویا موتی کا سا چمکتا ہوا تارا ہے اس میں ایک مبارک درخت کا پھل جلایا جاتا ہے یعنی زیتون کہ نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف۔اس کا تیل خواہ آگ اسے نہ بھی چھوئے جلنے کو تیار ہے۔ روشنی پر روشنی ہو رہی ہے۔ خدا ایسے نور سے جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے اور خدا جو مثالیں بیان فرماتا ہے تو لوگوں کے سمجھانے کیلئے اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔(سورہ النور۔آیت ۳۵)

اور ہم نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کیلئے اس کو سجا دیا اور ہر شیطان راندہ درگاہ سے اسے محفوظ کر دیا۔ہاں اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو چمکتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لپکتا ہے۔(سورہ الحجرات،آیت ۱۶ تا ۱۸)

ساتوں آسمان اور زمین اور جو لوگ ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور مخلوقات میں سے کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے بے شک وہ بردبار اور غفار ہے۔

(سورہ بنی اسرائیل۔آیت ۴۴)

پھر جب آسمان پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح گلابی ہو جائے گا تو وہ کیسا ہولناک دن ہو گا۔

(سورہ الرحمان۔آیت ۳۷)

اس نے آسمان اوپر تلے بنائے۔کیا تو خدائے رحمان کی آفرینش میں کچھ نقصان دیکھتا ہے،ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تجھ کو آسمان میں کوئی شگاف نظر آتا ہے،پھر دوبارہ سر بالا نظر کر تو نظر ہر بار تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔اور ہم نے قریب کے آسمان کو تاروں کے چراغوں سے زینت دی اور ان کو شیطان کے مارنے کا آلہ بنایا اور ان کیلئے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(سورہ الملک۔آیت ۳ تا ۵)

کیا تم خیال کرتے ہو کہ غار اور لوح والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب تھے؟ جب وہ جوان نماز میں جا رہے تو کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر اپنے ہاں سے رحمت نازل فرما اور ہمارے کام میں درستی کے سامان مہیا کر۔تو ہم نے نماز میں کئی سال تک اس کے کانوں پر نیند کا پردہ ڈالا یعنی انہیں سلائے رکھا۔پھر جب ان کو جگا اٹھایا تا کہ معلوم کریں کہ جتنی مدت وہ نماز میں رہے دونوں جماعتوں میں سے اس کی مقدار کس کو خوب یاد ہے ہم ان کے حالات تم سے صحیح صحیح بیان کرتے ہیں۔وہ کئی جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دی تھی۔اور ان کے دلوں کو مربوط یعنی مضبوط کر دیا۔جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے تو کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ہم اس کے سوا کسی کو معبود سمجھ کر نہ پکاریں گے۔اگر ایسا کیا تو اس وقت ہم نے بعید از عقل بات کہی۔اب ہماری قوم کے لوگوں نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔بھلا یہ ان کے خدا ہونے پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے۔تو اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو خدا پر جھوٹ افترا کرے اور جب تم نے ان مشرکوں سے اور جن کو یہ خدا کے سوا عبادت کرتے ہیں ان سے کنارہ کر لیا تو غار میں چل رہو۔تمہارا پروردگار تمہارے لئے اپنی رحمت وسیع کر دے گا اور تمہارے کاموں میں آسانی کے سامان مہیا کرے گا۔اور جب سورج نکلے تو تم دیکھو کہ دھویان کے غار سے داہنی طرف سمٹ جائے اور جب غروب ہو تو ان سے بائیں طرف کترا جائے اور وہ اس کے میدان میں ہی تھے۔یہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں جس کو خدا ہدایت دے وہ ہدایت یاب ہے اور جس کو گمراہ کرے تو تم اس کے لئے کوئی درست راہ بتانے والا نہ پاؤ گے۔اور تم ان کو خیال کرو گے کہ جاگ رہے ہیں،حالانکہ وہ سوتے ہیں اور ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹ بدلاتے تھے اور ان کا کتا چوکھٹ پر دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔اگر تم جھانک کر دیکھتے تو پیچھے پھیر کر بھاگ جاتے اور ان سے دہشت

میں آجاتے اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کریں۔ایک کہنے والے نے کہا کہ تم یہاں کتنی مدت رہے ؟انہوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔انہوں نے کہا جتنی مدت تم رہے ہو تمہارا پروردگار ہی اس کو خوب جانتا ہے۔تو اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیجو وہ دیکھے کہ نفیس کھانا کونسا ہے یا اس میں سے کھانا لے آئے اور آہستہ آہستہ آئے اور تمہارا حال کسی کو نہ بتائے۔اگر وہ تم پر دسترس پا لیں گے تو تمہیں سنگسار کر دینگے یا پھر اپنے مذہب میں داخل کر لیں گے اور اس وقت تم کبھی فلاح نہیں پاؤ گے اور اسی طرح ہم نے ان لوگوں کو ان کے حال سے خبر دار کر دیا ہے تا کہ وہ جانیں کہ خدا کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت جس کا وعدہ کیا جاتا ہے اس میں کوئی شک نہیں اس وقت لوگ ان کے بارے میں باہم جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ان کے غار پر عمارت بنا دو۔ان کا پروردگار ان کے حال سے خوب واقف ہے جو لوگ ان کے معاملے میں غلبہ رکھتے تھے وہ کہنے لگے کہ ہم ان کے غار پر مسجد بنائیں گے۔ بعض لوگ اٹکل پچو کہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا اور بعض کہیں گے کہ وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا اور بعض کہیں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا کہہ دو کہ میرا پروردگار ہی ان کے شمار سے خوب واقف ہے۔ان کو جانتے بھی ہیں تو تھوڑے ہی لوگ جانتے ہیں۔تو تم ان کے معاملے میں گفتگو نہ کرنا مگر سرسری سی گفتگو اور ان کے بارے میں ان سے کسی سے دریافت ہی کرنا۔اور کسی کی نسبت نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا مگر انشاءاللہ کہہ کر یعنی خدا چاہے تو کروں گا اور جب خدا کا نام لینا بھول جاؤ تو یاد آنے پر لے لو اور کہہ دو کہ امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کی باتیں بتائے اور اصحاب کہف اپنے غار میں نو اوپر تین سو سال رہے۔کہہ دو کہ جتنی مدت وہ رہے اسے خدا ہی خوب جانتا ہے۔اسی کو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں معلوم ہیں۔وہ کیا خوب دیکھنے والا اور کیا خوب سننے والا ہے اس کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔(سورہ الکہف۔آیت ۹تا۲۶)

دسمبر 1992ء

نورِ الٰہی

نور نبوت

ہم جب کائنات کے ایک چھوٹے سے حصہ پر دنیا کے مکینوں کے حالات زندگی معلوم کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ

اس دنیا میں ہر نوع اپنی حفاظت کرتی ہے اور ہر نوع اپنی شناخت برقرار رکھنے کیلئے باہم اتحاد کا مظاہرہ کرتی ہے۔ چڑیا ہزار ہا قسم کی ہوتی ہے لیکن ہر چڑیا اپنی نوع کے افراد کے ساتھ رہتی ہے۔ کبوتر کسی بھی رنگ و نسل کا ہو...... یہ دیکھنے میں نہیں آیا کہ کبوتر، کوئوں کے ساتھ بیٹھتا ہو۔ بھیڑ، بکری، کتا اور دوسرے چوپائے بھی اپنے نسلی اتحاد کو برقرار رکھتے ہیں...... کبھی نہیں دیکھا گیا کہ شیر بکریوں کے ساتھ جنگل جنگل پھرتا ہو۔ مکھیوں کی سینکڑوں قسمیں ہیں۔ تتلیاں بھی بے شمار رنگ کی ہوتی ہیں۔ یہ سب اپنی نوع کی حفاظت اور شناخت کیلئے ایک ساتھ جیتی جاگتی ہیں۔

اس مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ کائنات میں اتحاد، اتفاق اور محبت کا عمل دخل ہے اور یہی کائنات کی خوبصورتی اور کائنات کے وجود کی ضامن ہے۔

اللہ تعالیٰ جو کائنات کی ساری دنیائوں تمام کہکشائوں عالمین اور کائناتی کنبے کا واحد کفیل ہے...... یہ چاہتا ہے کہ لوگوں میں اتحاد اور محبت رہے تاکہ مضبوط کائناتی نظام برقرار رہے۔ انسانی زندگی کیلئے نفاق گھن کی طرح ہے۔ جب انسانی زندگی یا آدم زاد برادری کے وجود کو گھن لگ جاتا ہے تو اجتماعی طاقت ختم ہو جاتی ہے اور انسان انفرادی سوچ میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ انفرادی تقسیم چونکہ خالق کائنات کے مزاج کے خلاف ہے۔ اس لئے اجتماعی شعور انسان سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے۔ پھر انسان برادری کے خود غرضی، لالچ، حسد، نفرت شامل ہو جاتا ہے۔ انسانوں کا جو سیلاب اجتماعی حیثیت میں اپنا تحفظ کر سکتا ہے وہ ایک ایک کر کے مر جاتا ہے۔ بے حسی قوم کے اوپر مسلط ہو جاتی ہے چند آدمی ہزار آدمیوں پر کفن ڈال دیتے ہیں۔

مذہب یا مذاہب عالم کی تاریخ یہ ہے کہ جب تک مذہب کی بنیاد پر آدمی مصلحتوں کا شکار نہیں ہوا۔ اجتماعی حیثیت قائم رہی اور چالاک لوگ جب مذہب میں مصلحت شامل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اجتماعیت پارہ پارہ ہو گئی۔ چالاک لوگ قوم کو تفرقوں میں بانٹ کر اپنی جیبیں بھرتے رہتے ہیں۔ قوم ان کے پاس گروی مال بن جاتی ہے۔

مذہب کے ارکان پر تفکر کیا جائے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مذہب نام ہے اجتماعی زندگی کا۔

محلے میں پانچ وقت باجماعت نمازیں، جمعہ کے دن جامع مسجد میں لوگوں کا اجتماع، عید گاہوں میں ہجوم، حج کے دنوں میں بائیس تئیس لاکھ نفوس کی حاضری۔ روزوں کے دنوں میں ایک ساتھ سحری ایک ساتھ افطاری، نکاح کی تقریب، عوت ولیمہ کا اہتمام اور جہاد فی سبیل اللہ اس کی سند ہیں کہ مذہب لوگوں کو اجتماعیت کا درس دیتا ہے اور تفرقے ختم کر کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے۔

لیکن جب اللہ کے قانون

اور اللہ کی رسی کو متحد ہو کر مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالوo

کا انحراف قوم کا شعور بن جاتا ہے تو ہر آدمی کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو پہلے کافر کہتا ہے پھر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ذبح کر دیتا ہے۔ قوم کے چالاک دانشور اتنی نفرت پیدا کر دیتے ہیں کہ نفرت کی بھٹی میں قوم جل جاتی ہے اور اس کے اوپر اجتماعی موت وارد ہو جاتی ہے اور دوسری متحد قومیں گِدھوں کی طرح مردہ قوم کا گوشت نوچ لیتی ہیں اور اپنا محتاج بنا لیتی ہیں۔

اجتماعی نظام کے امین، سرپرست اعلیٰ، واحد کفیل، اللہ کے نائب، اجتماعی نظام کے امین اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ

''سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

جنوری 1993ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

قرآن پاک میں حضرت کعب ابن مالکؓ کا عبرت انگیز واقعہ ہمیشہ کیلئے سبق ہے کہ بندہ ہر آزمائش برداشت کرلے لیکن خدا کے در سے اٹھنے کا تصور دل میں نہ لائے اللہ کی راہ میں آدمی پر جو کچھ بیتے اور خدا کی طرف سے اس کو جتنا بھی آزمایا جائے وہ اس کے درجات کو بلند کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ بے عزتی دائمی عزت کا یقینی راستہ ہے اور جو خدا کے دروازے کو چھوڑ کر کہیں اور عزت تلاش کرتا ہے اس کو کہیں بھی عزت میسر نہیں آتی۔

ترجمہ: ''اور ان تینوں کو بھی خدا نے معاف کردیا جن کا معاملہ ملتوی کردیا گیا تھا۔ جب زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انہوں نے جان لیا کہ خدا سے بچنے کیلئے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے سوائے اُکے خود اسی کی پناہ لی جائے تو خدا اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تاکہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں بلاشبہ وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا اور انتہائی مہربان ہے۔'' (التوبہ ۱۱۸)

ان تینوں بزرگوں سے حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت مرارہ ابن ربیعؓ اور حضرت بلال ابن امیہؓ مراد ہیں اور ان تینوں کی مثالی توبہ رہتی زندگی تک کیلئے مومنوں کے واسطے مشعل راہ ہے۔ حضرت کعب ابن مالکؓ جو بڑھاپے میں نابینا ہوگئے تھے اور اپنے صاحبزادے کے سہارے چلا کرتے تھے۔ انہوں نے خود اپنی مثالی توبہ کا نصیحت آموز واقعہ اپنے بیٹے سے بیان کیا تھا جو حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہے۔

غزوہ تبوک کی تیاری کے زمانے میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو غزوہ میں شریک ہونے پر ابھارا کرتے تھے میں بھی ان صحبتوں میں شریک رہتا۔ جب بھی آپ ﷺ کی باتیں سنتا دل میں سوچتا کہ میں ضرور جاؤں گا لیکن واپس جب گھر آتا تو سستی کر جاتا اور سوچتا ابھی بہت وقت ہے میرے پاس سفر کا سامان موجود ہے۔ صحت مند ہوں، سواری اچھی سے اچھی مہیا ہے پھر روانہ ہوتے کیا دیر لگے گی اور بات ٹلتی رہی یہاں تک کہ سارے مجاہدین میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ اور میں مدینہ میں بیٹھا ارادہ ہی کرتا رہا۔

اب خبریں آنے لگیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس آنے والے ہیں اور ایک دن معلوم ہوا کہ آپ ﷺ واپس آگئے اور حسب معمول مسجد میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں بھی مسجد میں جا پہنچا۔ یہاں منافقین حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ رہے تھے اور لمبی چوڑی قسمیں کھا کھا کر اپنے عذرات پیش کررہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بناوٹی باتیں سن کر ان کے ظاہری عذر قبول کررہے تھے اور فرماتے جاتے خدا تمہیں معاف کرے۔

جب میری باری آئی تو نبی ﷺ نے مجھ سے کہا کہو تمہیں کس چیز نے روک دیا تھا؟ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی مسکراہٹ میں غصہ کے آثار ہیں اور میں نے صاف صاف بات کہہ ڈالی۔ اے خدا کے رسول ﷺ! واقعہ یہ ہے کہ مجھے کوئی عذر نہ تھا۔ میں صحت مند تھا۔ خوشحال تھا سواری بھی میرے پاس موجود تھی۔ بس میری سستی اور غفلت نے مجھے اس سعادت سے محروم رکھا۔

اس کے بعد نبی ﷺ نے عام اعلان فرمایا کہ ہم تینوں سے کوئی بات نہ کرے۔ یہ اعلان ہوتے ہی میرے لئے مدینے کی زمین بالکل بدل گئی اور میں اپنوں میں بے یار و مددگار بالکل اجنبی بن کر رہ گیا۔ کوئی بھی معاشرے میں مجھ سے سلام کلام نہ کرتا۔ ایک دن جب میں بہت زیادہ اکتا گیا اور طبیعت بہت گھبرائی تو اپنے ایک بچپن کے دوست اور چچازاد بھائی ابو قتادہؓ کے پاس گیا، میں نے جا کر سلام کیا لیکن اس خدا کے بندے نے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ میں نے پوچھا ابو قتادہؓ! تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ کیا مجھے خدا اور اس کے رسول ﷺ سے محبت نہیں ہے؟ وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسری بار جب میں نے قسم دے کر پوچھا تو بس انہوں نے اتنا کہا ''خدا اور خدا کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں''۔ میرا دل بھر آیا اور میری آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور میں اپنا غم لیے ہوئے واپس آ گیا۔

انہی دنوں بازار میں شام کے ایک تاجر نے مجھے ''شاہ غسان'' کا ایک خط دیا۔ عیسائیوں کے اس بادشاہ نے لکھا تھا۔ ہم نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب تم پر بہت ہی ستم توڑ رہے ہیں تم کوئی ذلیل آدمی تو ہو نہیں۔ تمہاری قدر ہم جانتے ہیں تم ہمارے پاس آؤ ہم تمہارے ساتھ تمہارے مرتبہ کے لائق سلوک کریں گے۔ خط دیکھتے ہی میری زبان سے نکلا یہ ایک اور مصیبت نازل ہوئی۔ اور اسی وقت اس خط کو میں نے چولہے میں جھونک دیا۔

چالیس دن اس حالت میں گزر چکے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرستادہ نبی ﷺ کا یہ حکم لے کر آیا کہ اپنی بیوی سے بھی علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا طلاق دے دوں؟ جواب ملا نہیں، بس الگ رہو اور میں نے اپنی بیوی کو میکے روانہ کر دیا اور اس خدا کی بندی سے کہہ دیا کہ اب تم بھی خدا کے فیصلے کا انتظار کرتی رہو۔

پچاسویں دن میں فجر کی نماز کے بعد اپنی جان سے بیزار نہایت ہی مایوس اور غمزدہ اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک کسی نے پکار کر کہا ''کعب! مبارک ہو۔'' یہ سنتے ہی میں سمجھ گیا اور اپنے خدا کے حضور سجدے میں گر پڑا۔ پھر تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ فوج در فوج میرے پاس مبارکباد دینے کیلئے آنے لگے۔ میں اٹھا اور سیدھا نبی ﷺ کے پاس مسجد میں پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نبی ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا۔ کعب! مبارک ہو۔ یہ تمہاری زندگی کا سب سے بہترین دن ہے۔ میں نے کہا حضور ﷺ! یہ معافی آپ ﷺ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟ فرمایا۔ خدا کی طرف سے اور سورہ توبہ کی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

فروری 1993ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

برائیوں کو مٹانے کی جدوجہد اور بھلائیوں کی ترغیب ہی وہ عمل ہے جو ہمارے وجود کا ضامن ہے۔اس میں کوتاہی کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''تم بہترین امت ہو جو سارے انسانوں کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور خدا پر کامل ایمان رکھتے ہو۔'' (آل عمران)

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی غور کرنا ہو گا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم جس غلط روش سے لوگوں کو بچنے کی تلقین کر رہے ہیں اور اس کے بُرے نتائج سے انہیں خبردار کر رہے ہیں، ہم خود دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اسی راہ پر چل رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس طرز عمل کی نشاندہی اس طرح کی ہے کہ

''کیا تم لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو۔'' (البقرہ)

اور

''تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔'' (الصف)

اللہ کے راستے کی طرف دعوت دینے میں ہماری بات میں اسی وقت تاثر پیدا ہو گا جب ہم خود اس دعوت اور تعلیم کا نمونہ ہوں اور ہمارا رابطہ اللہ کے ساتھ ویسا ہی ہو جو ایک حقیقی بندے کا اپنے رب سے ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس ربط کے حصول کا طریقہ حضور سرور کائنات ﷺ کو یہ بتایا ہے۔

ترجمہ: ''اے چادر میں لپٹنے والے! رات میں ''قیام'' کیجئے مگر کچھ رات، آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے۔ہم جلد آپ پر ایک بھاری فرمان ڈالنے والے ہیں۔'' (المزمل)

قیام کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی قربت پر قائم ہو کہ اس سے ایسا ربط پیدا کرے کہ اس کی زندگی کا ہر عمل اللہ کی ذات سے وابستہ ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لے۔

جب بندہ اپنے رب سے حقیقی تعلق کو قائم کرلیتا ہے تو وہ غم اور خوف سے نجات حاصل کر کے سکون اور اطمینان کی تصویر بن جاتا ہے۔ جب وہ کوئی بات کہتا ہے اور کسی بات کی دعوت دیتا ہے تو باضمیر لوگ اور سعید روحیں اس کی آواز پر لبیک کہتی ہیں۔

دعوت اور تبلیغ دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن ہے۔اس لئے پورا خیال رکھئے کہ اس دعوت کا طریق کار حکمت اور سلیقہ سے مزین اور ہر لحاظ سے موزوں، بروقت اور پُروقار ہو۔ مخاطب کی فکری رسائی، ذہنی کیفیت کے مطابق بات کیجئے۔ لوگوں میں حسن ظن، خیر خواہی اور خلوص کے جذبات ابھاریئے۔ ہٹ دھرمی، تعصب اور نفرت کو ختم کیجئے۔

تحریر و تقریر میں عذاب اور خوف پر اتنا زور نہ دیجئے کہ لوگ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں بلکہ عذاب اور خوف کے ایک مختصر پہلو کے مقابلے میں اللہ کے لامحدود اور وسیع دامن رحمت کو پیش کیجئے جس میں پوری کائنات سجائی ہوئی ہے۔اور جس کی بنیاد پر تمام مخلوقات کا وجود ہے۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ جو کچھ ہم دنیا کے سامنے پیش کریں اس کا مخاطب سب سے پہلے خود اپنی ذات کو بنائیں جن حقیقتوں کو قبول کرنے میں ہم دنیا کی بھلائی دیکھیں پہلے خود کو اس کا حریض بنائیں۔ انفرادی عمل، خانگی تعلقات، اخلاقی معاملات اور اللہ سے ربط کے معاملے میں یہ ثابت کردیں کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کا نمونہ ہم خود ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کے بیان میں کچھ لوگوں کی دردناک حالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’میں نے جبرئیل سے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے کہا۔ یہ آپ ﷺ کی امت کے وہ مقررین ہیں جو لوگوں کو نیکی اور تقویٰ کی تلقین کرتے تھے اور خود کو بھولے ہوئے تھے۔‘‘

اللہ کی رضا کے حصول اور اس کے راستے کی طرف دعوت دینے کا مؤثر ذریعہ مخلوق خدا کی بے لوث خدمت ہے۔ایسی خدمت جو خالص انسانی قدروں اور خلوص و محبت اور خیر خواہی کے جذبات پر قائم ہو نہ کہ بدلے اور گھٹیا سودے بازی پر۔اللہ کی مخلوق سے محبت کا تعلق استوار رکھنا اور اللہ کی مخلوق ہونے کے ناطے سے ان کی خدمت کی رضا اور خوشنودی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔

اپریل 1993ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''میری امت پر وہ وقت آنے والا ہے جب دوسری قومیں اس پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کھانے والے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔''

کسی نے پوچھا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس زمانے میں ہماری تعداد اتنی کم ہو جائے گی کہ ہمیں نگل لینے کے لئے قومیں متحد ہو کر ہم پر ٹوٹ پڑیں گی؟''

ارشاد فرمایا:

''نہیں! اس وقت تمہاری تعداد کم نہ ہو گی بلکہ تم بہت بڑی تعداد میں ہو گے۔ البتہ تم سیلاب میں بہنے والے تنکوں کی طرح بے وزن ہو گے۔ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب نکل جائے گا اور تمہارے دلوں میں پست ہمتی گھر کر لے گی۔''

اس پر ایک آدمی نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! یہ پست ہمتی کس وجہ سے آجائے گی؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس وجہ سے کہ تم دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کرنے لگو گے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سوکھی ٹہنی کو زور زور سے ہلایا۔ سب پتے ٹہنی ہلانے سے جھڑ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''صلوٰۃ قائم کرنے والوں کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس سوکھی ٹہنی کے پتے جھڑ گئے۔'' اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

''اور نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں پر اور کچھ رات گئے پر۔ بلاشبہ عمل خیر برائیوں کو مٹا دیتا ہے۔ یہ نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے۔''

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط قائم ہو جانے سے انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر سکون کی بارش برستی رہتی ہے۔ روحانیت میں قیام صلوٰۃ کا ترجمہ ربط قائم کرنا ہے یعنی اپنے اللہ سے ہر حال اور ہر حرکت میں تعلق اور ربط قائم رکھا جائے۔ نماز کے ذریعے خدا سے قربت حاصل کیجئے۔ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس کے حضور سجدہ کرتا ہے۔

سجدہ میں ذہنی یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے مشائخ اولیاء اللہ فرماتے ہیں:

''ذہنی یکسوئی حاصل کرنے کے لئے بہترین عمل مراقبہ ہے۔''

مراقبہ ایک ایسی مشق ہے جس کے ذریعہ صلوٰۃ قائم کرنے کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔

مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ حالات کیسے بھی لرزہ خیز ہوں، وہ حق کی حمایت میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ شدید آزمائش میں بھی حق کا دامن نہیں چھوڑتا۔ کوئی موت سے ڈرائے تو وہ مسکرا دیتا ہے اور شہادت کا موقع آئے تو شوق و جذبے کے ساتھ اس کا استقبال کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جس قوم میں خیانت کا بازار گرم ہو جائے گا خدا اس قوم کے دلوں میں دشمن کا خوف اور دہشت بٹھا دے گا۔ جس معاشرے میں ناپ تول میں کمی اور ملاوٹ کا رواج عام ہو جاتا ہے وہ ضرور قحط کا شکار ہو گی۔ اور جہاں ناحق فیصلے ہوں گے وہاں لازماً خونریزی ہو گی۔ جو قوم بھی بد عہدی کرے گی اس پر بہر حال دشمن کا تسلط ہو کر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور معاون ہیں۔''

دوستوں پر اعتماد کیجئے۔ انہیں افسردہ نہ کیجئے۔ ان کے درمیان ہشاش بشاش رہیئے۔ دوستی کی بنیاد خلوص، محبت اور رضائے الٰہی پر ہونی چاہیئے۔ نہ کہ ذاتی اغراض پر۔ ایسا رویہ اپنایئے کہ دوست احباب آپ کے پاس بیٹھ کر مسرت، زندگی اور کشش محسوس کریں۔

ایک شب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا: ''مانگئے''۔

آپ ﷺ نے دعا کی:

''خدایا! میں تجھ سے نیک کاموں کی توفیق چاہتا ہوں۔ اور بُرے کاموں سے بچنے کی قوت چاہتا ہوں اور مسکینوں کی محبت چاہتا ہوں اور یہ کہ تو میری مغفرت فرمادے اور مجھ پر رحم فرمادے اور جب تو کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے اس حال میں اٹھا لے کہ میں اس سے محفوظ رہوں

اور میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتاہوں اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتاہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی توفیق چاہتاہوں جو تیرے قرب کا ذریعہ ہو۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اچھے دوست کی مثال ایسی ہے جیسے مشک بیچنے والے کی دکان کی کہ کچھ فائدہ نہ بھی ہو تو خوشبو تو ضرور آئے گی اور بُرا دوست ایسا ہے جیسے بھٹی سے آگ نہ لگے تب بھی دھوئیں سے کپڑے تو ضرور کالے ہو جائیں گے۔''

دوستوں کے انتخاب میں اس بات کو پیش نظر رکھئے کہ جس سے آپ تعلق بڑھا رہے ہیں اس کے رجحانات اور اس کی سوچ کیسی ہے؟ اس کے خیالات تعمیری اور صحت مند ہیں یا نہیں؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے معاملے میں اس کے اندر کتنا ایثار ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لئے ہر شخص کو غور کر لینا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔''

دوستوں سے ربط وضبط اور تعاون بالخصوص اور دیگر لوگوں سے محبت بالعموم، محض اللہ کی رضا کے لئے رکھئے اس میں منفعت اور غرض کا پہلو نہ ڈھونڈیئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''قیامت میں خدا فرمائے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو صرف میرے لئے لوگوں سے محبت کیا کرتے تھے۔ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا۔''

اپنی اور اپنے دوستوں کی مصروفیات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے معاملات کو مرکزی حیثیت دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مجھ پر واجب ہے کہ میں ان لوگوں سے محبت کروں جو لوگ میری خاطر آپس میں محبت اور دوستی کرتے ہیں اور میرا ذکر کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھتے ہیں اور میری محبت کے سبب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میری خوشنودی چاہنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں۔''

مئی 1993ء

نورِالٰہی

نورِنبوت

ہم بحیثیت مسلم اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے جانشین ہیں اور ہمیں وہی کام انجام دینا ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے انجام دیا ہے۔ جس طرح آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل اور شب و روز کی زندگی سے خدا کے دین کو پھیلانے اور واضح کرنے کا حق ادا کیا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیروکار کی حیثیت سے ہمیں بھی دنیا کے سارے انسانوں کے سامنے خدا کے دین کو واضح کرنا ہے تاکہ پوری نوع انسانی اللہ کے حقیقی منشاء کو پورا کرنے کے قابل ہو جائے۔ اللہ نے جنات اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ خود اللہ چاہتا ہے کہ بندے اپنی روح سے آشنا ہو کر اللہ کو پہچان لیں۔

جو لوگ خود شناسی سے آگے اللہ کے راستے پر قدم اٹھا چکے ہیں۔ ان کے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ انسانوں کو اس راستہ پر چلنے کی دعوت دیں۔ جو راستہ صراط مستقیم ہے اور جس راستہ پر چلنے والے لوگوں پر انعام کیا جاتا ہے اور ان کے اوپر عرفان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اس دعوت کو عام کرنے کے لئے کچھ ضابطے ہیں، اصول اور قاعدے ہیں، ان کو ذہن نشین رکھئے۔ اپنی اصلی حیثیت کو ہمیشہ نگاہ میں رکھئے۔ خود نمائی اور کبر سے بچئے، کوشش پیہم جاری رکھئے۔ اللہ کی مخلوق کی بے لوث خدمت کیجئے۔ مقصد کے لئے زندہ رہئے۔ اور اس ہی کے لئے جان دیجئے۔ اسی کام کو انجام دینے کے لئے خدا نے آپ کو ''خیر اُمت'' کے عظیم لقب سے سرفراز کیا۔

اس نے تمہیں منتخب فرمالیا ہے اور دین کے معاملہ میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے، پیروی کرو اس دین کی جو تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ اس نے پہلے ہی تمہیں مسلم کے نام سے نوازا تھا تاکہ رسول ﷺ ہمارے لئے دین حق کی شہادت دیں اور تم دنیا کے سارے انسانوں کے سامنے دین حق کی شہادت دو۔ (قرآن کریم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

''قیامت کے روز کچھ لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور ان کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہوں گے۔ وہ موتیوں کے منبروں پر بٹھائے جائیں گے۔ لوگ ان کی شان پر رشک کریں گے۔ یہ لوگ نہ نبی ہوں گے نہ شہید ہوں گے۔''

ایک بدو نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ کون لوگ ہیں ہمیں ان کی پہچان بتا دیجئے۔

فرمایا! ’’یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں خدا کی خاطر محبت کرتے ہیں۔‘‘

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کا دیدار ہوا۔ خدا نے اپنے پیارے نبی ﷺ سے کہا۔ مانگئے! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا مانگی۔

’’اے خدا! میں تجھ سے نیک کاموں کی توفیق چاہتا ہوں اور برے کاموں سے بچنے کی قوت چاہتا ہوں اور مسکینوں کی محبت چاہتا ہوں اور کہ تو میری مغفرت فرمادے اور مجھ پر رحم فرما۔ اور جب تو کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے اس حال میں اٹھالے کہ میں اس سے محفوظ رہوں اور میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی توفیق چاہتا ہوں جو تیرے قرب کا ذریعہ ہے۔‘‘

پاکیزہ نفس اور روحانیت سے سرشار لوگوں سے محبت بندہ کو خودشناسی سے قریب کرتی ہے۔ یہ کون لوگ ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جو آپس میں خدا کی خاطر محبت کرتے ہیں۔ بلاشبہ محبت آخرت کی نجات ہے۔

غصہ، نفرت، تفرقہ، بغض و عناد اس مشن کا تشخص ہے جو بارگاہ ایزدی سے معتوب اور گم کردہ راہ ہے۔ یہ مشن کبر و نخوت، ضد اور ذاتی طور پر غرور کا پرچار کرتا ہے۔ اس کردار میں وہ تمام عوامل کارفرما ہیں جن سے بندہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کے اوپر تاریکی گھٹا بن کر چھا جاتی ہے، ادبار اور آلام و مصائب اس طرح مسلط ہو جاتے ہیں کہ یہ خود اپنی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ بظاہر دنیا کی ہر آسودگی میسر ہوتی ہے لیکن دل میں ایک ایسا ناسور پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے تعفن سے روح کے اندر لطیف انوار اپنا رشتہ منقطع کر لیتے ہیں اور جب قطع و برید کی یہ حالت مزمن ہو جاتی ہے تو انوار کا ذخیرہ پس پردہ چلا جاتا ہے اور اللہ کے ارشاد کے مطابق دلوں پر، کانوں پر مہر لگادی جاتی ہے اور آنکھوں پر دبیز گہرے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں۔ یہ محرومی کو نہ صرف یہ کہ دنیا میں امن و سکون سے دور کر دیتی ہے بلکہ ایسا بندہ ازلی سعادت اور عرفان حق سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

جون 1993ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

قربانی کی دعا

اِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ط اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذَالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ط اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّ اُمَّتِہٖ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرْط

نماز عید کا طریقہ

نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز عید واجب اس امام کی اقتدا میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے۔ منہ میرا خانہ کعبہ کی طرف۔

امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ کانوں کی لوئوں تک اٹھائے اور پھر عام نماز کی طرح ہاتھ باندھ لے۔ ثناء (یعنی سبحانک اللھم) پڑھے۔ ثناء کے بعد قرأت سے پہلے امام تین تکبیر کہے گا۔ اس کے ساتھ ہر تکبیر کے ساتھ کانوں کی لوئوں تک ہاتھ اٹھائے اور کھلا چھوڑ دے تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے امام قرأت پڑھے گا۔ مقتدی خاموش رہیں۔ قرأت کے بعد امام کے ساتھ رکوع اور سجدہ کر کے پہلی رکعت مکمل کرے۔ دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے امام پھر تین تکبیر کہے گا۔ مقتدی امام کے ساتھ ہر تکبیر پر کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور پھر چھوڑ دیں۔ چوتھی تکبیر پر رکوع میں چلے جائیں اور بقیہ نماز عام نماز کی طرح مکمل کر لیں۔ نماز کے بعد امام خطبہ دے گا۔ اس خطبہ کا سننا مقتدی کے لئے واجب ہے۔

جولائی 1993ء

نورِ الٰہی

اپنے گھر والوں کو اسلامی اخلاق سے آراستہ کر کے اور ان کی صحیح تربیت کے لئے ہر ممکن کوشش کیجئے تا کہ وہ معاشرے کے لئے اعلیٰ نمونہ بن جائیں۔ لڑکے ملک و قوم کے لئے ترقی و کامرانی کی سند کا درجہ حاصل کر لیں اور لڑکیاں اچھی بیویاں اور سعادت نشان مائیں بن کر رحمت کا گہوارہ بن جائیں۔ ایسا گہوارہ جو نوع انسانی کے لئے فلاح و بہبود، مساوات اور روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔

قرآن باالفاظ بلند ارشاد کرتا ہے:

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید کیجئے اور اس پر خود بھی پابند رہئے!''

بیویوں پر نہایت خوش دلی کے ساتھ اپنے شوہروں کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ اس اطاعت میں مسرت اور شادمانی کا پیغام چھپا ہوا ہے اس لئے کہ یہ خدا کا حکم ہے اور جو بیوی خدا کے حکم کی تعمیل کرتی ہے وہ اپنے خدا کو خوش کرتی ہے۔ خدا کی ہدایات کا تقاضہ یہی ہے اور ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنائے رکھنے کا ایک کامیاب فارمولا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''نیک بیویاں اطاعت کرنے والی ہیں۔''

شوہروں کو چاہئے کہ وہ بیویوں پر ناجائز تصرف نہ کریں۔ شوہروں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ پوری فراخ دلی کے ساتھ رفیقہ حیات کو ضروریات فراہم کریں۔ اور اپنی بیویوں کو تنگ نہ کریں۔ اس حق کو خوش دلی کے ساتھ پورا کرنے کے لئے جدوجہد اور دھوڑ دھوپ کرنا، انتہائی پاکیزہ عمل ہے۔ اس عمل کو انجام دینے سے نہ صرف یہ کہ دنیا میں ازدواجی زندگی کی نعمت ملتی ہے بلکہ اچھا اور مخلص شوہر آخرت میں بھی اجر و انعام کا مستحق بنتا ہے۔

بیوی کی اہمیت و عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ احسن الخالقین کی ایسی صفت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدمیت اور اس کی نشوونما کا مظہر بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قرآن مجید میں فرماتا ہے:

''اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی گزاو۔''

دوسری جگہ یہ ارشاد ہے:

''عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو''

کوئی باشعور آدمی اپنے لباس کو تار تار نہیں کرتا۔اس کی حفاظت کرتا ہے۔

نور نبوت

کسی فرد کا اپنا ذاتی تشخص اس وقت بنتا ہے جب وہ بیدار ہوتا ہے۔ہر بچہ دنیاوی کثافتوں سے پاک عالم بالا کے ذہن پر تخلیق ہوتا ہے جب اسے علم ہو جاتا ہے کہ میں پر انوار عالم سے ایک ایسے عالم میں پھینک دیا گیا ہوں جہاں کی زندگی قید و بند کی زندگی ہے تو وہ اضطراب میں مبتلا بلک بلک کر رونا شروع کر دیتا ہے۔بالفاظ دیگر پیدا ہونے والا ہر بچہ یہ اعلان کرتا ہے کہ زندگی میرے لئے ناپسندیدہ ہے۔میں اس بات پر برملا اظہار تاسف کرتا ہوں کہ مجھے یہاں قید کر دیا گیا ہے۔

ہادی برحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تکلیف وہ لمحات سے نجات پانے کے لئے ارشاد فرمایا:

ولادت کے بعد نہلا دھلا کر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہو۔

پیدا ہوتے ہی بچے کے کان میں اذان اور اقامت کہنے میں بڑی حکمت ہے وہ یہ کہ انسان کے کان میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کی آواز پہنچے۔جس شہادت کو وہ شعوری طور پر ادا کرنے کے بعد داخل اسلام ہو گا اس کا Pattern پہلے ہی دن بن جائے گا۔

پیدائش کے بعد دوسرا مرحلہ نام کا ہے۔نام ایک ایسی دستاویز ہے کہ بچے کا رواں دواں، ہڈی ہڈی، عضو عضو طرز عمل، قدو قامت سب کچھ بدل جاتا ہے لیکن نام نہیں بدلتا۔مطلب یہ کہ نام کسی فرد کے تشخص کا واحد ذریعہ ہے جب کسی بچے کا نام رکھا جاتا ہے تو اس کے دماغ میں ایک پیٹرن جنم لیتا ہے۔یہی وہ پیٹرن ہے جو معنی اور مفہوم کے ساتھ شعوری زندگی کے لئے ایک طرز عمل متعین کرتا ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی مقام ہے بچوں کے نام خوبصورت، خوش پسند اور بامعنی رکھو تاکہ نام کی معنویت اور نام کے اثرات بچے کی آئندہ زندگی کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کر دیں۔

نام کے انتخاب میں پاک باز اور باکردار بزرگوں کی اعانت حاصل کی جائے کہ نام رکھنے کے معنی اور مفہوم کے ساتھ ساتھ نام رکھنے والے کا ذہن بھی منتقل ہوتا ہے!!

اگست 1993ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

تمام انبیاء کرامؑ کا ذہن یہی تھا کہ وہ ہر معاملے میں اللہ پر بھروسہ کرتے تھے اور ہر آزمائش میں اللہ کے شکر کے ساتھ ثابت قدم رہتے تھے۔ شکایت کا کوئی کلمہ ان کے لبوں سے ادا نہیں ہوتا تھا۔ قرآن پاک نے حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ پر توکل اور مشکلات میں ثابت قدمی کا سمبل Symbol بنا کر پیش کیا ہے۔ اس کے بر خلاف حضرت سلیمان علیہ السلام کو مالی فراوانی اور خوشحالی میں شکر، انکساری، فروتنی اور سخاوت کا مظہر بنا کر پیش کیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

’’اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، بھوک، جان و مال کے نقصان اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے ان لوگوں کو خوشخبری دے دیجئے جو مصیبت پڑنے پر کہتے ہیں۔ ہم خدا ہی کے ہیں اور خدا ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے، ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی اور اس کی رحمت ہو گی اور ایسے ہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔‘‘

ایک جگہ ارشاد ہے:

’’جو مصائب بھی روئے زمین پر آتے ہیں اور جو آفتیں بھی تم پر آتی ہیں وہ سب اس سے پہلے کہ ہم انہیں وجود میں لائیں ایک کتاب میں موجود ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات خدا کے لئے آسان ہے تا کہ تم اپنی ناکامی پر غم نہ کرتے رہو۔‘‘

مومن کی طرز فکر یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر حالت چاہے وہ خوشی کی ہو، غم کی ہو یا مالی فراوانی کی ہو، ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ ہر مصیبت میں ثابت قدم رہتا ہے۔ کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں وہ کبھی ناامیدی کی دلدل میں نہیں پھنستا۔ اللہ کا شکر ادا کرنا اس کا شعار ہوتا ہے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ جس طرح خوشی کا زمانہ آتا ہے اسی طرح مصائب کا دور آنا بھی ایک رد عمل ہے۔ وہ آزمائش کے زمانے میں جدوجہد اور عمل کے راستے کو ترک نہیں کرتا کیونکہ اس کی پوری زندگی ایک پیہم جدوجہد ہوتی ہے۔

انسان کو اس دنیا کی زندگی میں طرح طرح کے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ کبھی اس پر رنج و غم اور تکالیف کا دور آتا ہے اور کبھی خوشی اور کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔ کبھی جانی و مالی نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں اور کبھی مالی منفعت حاصل ہوتی ہے۔ انسان کے جذبات اور اس کی سوچ میں حالات کے ان تلاطم سے تبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں جب اس پر مصائب کا زمانہ آتا ہے تو وہ بشری تقاضے کے تحت رنج و غم اور تفکرات سے نیم مردہ ہو

کر رہ جاتا ہے اور ناامیدی اور احساس کمتری اس کے ذہن پر اپنا قبضہ جما لیتی ہے۔ جذبات کی رو میں آکر وہ قانون قدرت کو بھی برا بھلا کہہ بیٹھتا ہے حالانکہ وہ قانون قدرت سے واقفیت ہی نہیں رکھتا۔

اس کے برعکس جب اس پر خوشحالی کے دروازے کھلتے ہیں اور خوشیاں اس کے حصے میں آتی ہیں تو وہ ان حالات کو اپنی قوت بازو پر محمول کرتا ہے اور دولت کے نشے میں چور ہو کر حد سے تجاوز کر جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ذوالنون (حضرت یونس علیہ السلام) نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے پروردگار سے جو دعا کی وہ یہ تھی۔

''لاالہ الاانت سبحانک انی کنت من الظالمین۔''

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بے عیب و پاک ہے، میں ہی اپنے اوپر ظلم ڈھانے والا ہوں۔''

پس جو مسلمان بھی اپنی کسی تکلیف یا تنگی میں خدا سے یہ دعا مانگتا ہے خدا اسے ضرور قبولیت بخشتا ہے۔

مومن اور کافر کے کردار میں یہ فرق ہے کہ کافر رنج و غم کے ہجوم میں پریشان ہو کر، مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات مایوسی اس حد تک اس کے اوپر مسلط ہو جاتی ہے کہ وہ پریشان حالی اور درماندگی کی تاب نہ لا کر خودکشی کا مرتکب بن جاتا ہے۔

اس کے برعکس مومن مصائب وآلام کو صبر وسکون کے ساتھ برداشت کرتا ہے اور بڑے سے بڑے حادثہ پر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور صبر واستقامت کا پیکر چٹان کی طرح اسی جگہ قائم رہتا ہے اور جو کچھ پیش آرہا ہے اس کو اللہ کی مشیئت سمجھ کر اس میں خیر کا پہلو نکال لیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جتنی سخت آزمائش اور مصیبت ہوتی ہے اتنا ہی بڑا اس کا صلہ ہوتا ہے اور خدا جب کسی گروہ سے محبت کرتا ہے تو اس کو آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پس جو لوگ خدا کی رضا پر راضی ہیں خدا بھی ان سے راضی ہوتا ہے اور جو آزمائش میں خدا سے ناراض ہوں، خدا بھی ان سے ناراض ہو جاتا ہے۔''

مومن کی مرضی اور رضا اسی امر میں ہوتی ہے جو خدا کی طرف سے ہو اور وہ تمام امور کو اللہ کی جانب سے سمجھتا ہے۔

''مومن کا معاملہ بھی خوب ہے وہ جس حال میں بھی ہوتا ہے خیر سمیٹتا ہے۔ اگر وہ دکھ بیماری اور تنگدستی سے دوچار ہوتا ہے تو سکون کے ساتھ برداشت کرتا ہے اور یہ آزمائش اس کے حق میں خیر ثابت ہوتی ہے اور اگر اس کو خوشی اور خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے اور یہ خوشحالی اس کے لئے خیر کا سبب بنتی ہے۔''

کٹھن حالات اور آزمائشوں کے ذریعے قدرت آدمی کی سوچ کو نکھارنے اور اس کو کندن بنانے کا کام بھی لیتی ہے۔

ستمبر 1993ء

نورِ الٰہی

آدمی ہمیشہ سے مال و دولت کا بھوکا اور آسائشوں کا طلب گار رہا ہے۔ دولت سمیٹنے کی دھن ہمیشہ اس کے اوپر سوار رہتی ہے۔ آدم کی اولاد نے ہر جائز و ناجائز طریقہ سے دولت اکٹھا کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے۔ وہ شعور کی حالت میں داخل ہونے سے قبر کا منہ دیکھنے تک دولت اکٹھا کرنے کی دوڑ میں بے لگام گھوڑے کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔

قرآن پاک سرمایہ پرستوں کے اس اولین دعوے پر کاری ضرب لگاتا ہے کہ ان کی کمائی اور ان کی دولت ان کی ہنرمندی کا نتیجہ ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ تمہارا یہ خیال کہ رزق کا حصول اور اس کی پیدائش تمہارے زور بازو کا نتیجہ ہے، ایک خام خیال ہے۔ فطرت کے قوانین اور اس کے وسائل خود تمہارے لئے مسلسل رزق کی بہم رسانی میں مصروف ہیں۔ سمندروں سے پانی بخارات کی شکل میں زمین پر برستا ہے اور زمین کی مردہ صلاحیتوں میں جان ڈال کر اسے وسائل کی تخلیق کے قابل بنا دیتا ہے۔ زمین طرح طرح کی پیداوار کو جنم دے کر انسان کی پرورش کرتی ہے اور اس کی زندگی کے قیام کے وسائل فراہم کرتی ہے۔ ہوا، سورج کی روشنی اور بہت سے دوسرے عوامل اس دوران فصلوں کو بارآور کرنے میں سرگرم رہتے ہیں اور بلا معاوضہ آدمی کی خدمت کرتے ہیں۔ رزق اور وسائل کے حصول اور عمل میں انسان کی کوشش صرف ہاتھ بڑھا کر روزی حاصل کر لینا ہے۔

انفرادی حدود میں دولت پرستی کی بیماری آدمی کی انا اور اس کی ذات سے گھن بن کر چپک جاتی ہے، اس کی انسانی صفات کو چاٹتی رہتی ہے اور خالق کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں کو زنگ آلود کر دیتی ہے۔ آدمی کے باطن میں ایک شیطانی وجود پرورش پانے لگتا ہے جو لمحہ بہ لمحہ بڑا ہو کر اس کی ذات کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ آدمی کی بہترین تخلیقی صلاحیتیں دولت کی حفاظت میں ضائع ہو جاتی ہیں اگر دولت پرستی کا مرض معاشرہ میں پھیل جائے تو قوم کے افراد ایک دوسرے کے حق میں بھیڑیئے بن جاتے ہیں۔ قانون قدرت سرمایہ پرستی اور لالچ کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ وہ ایسی قوموں کو غلامی، ذلت اور افلاس کے عمیق غار میں دھکیل دیتا ہے۔

نورِ نبوت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے آدم کے بیٹے! تیرا دینا تیرے لئے بہتر اور تیرا رکھ چھوڑنا تیرے لئے بُرا ہے۔''

حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کے پاس سواری کے لئے زائد اونٹ ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔ اس کے پاس زائد زادِ راہ ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں۔''

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح مختلف اموال کا ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے محسوس کر لیا کہ ضرورت سے زائد مال رکھنے کا ہم میں سے کسی کو حق نہیں ہے۔

ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس مال و زر جمع نہ ہونے کا اتنا اہتمام فرمایا کہ صبح کا درہم شام تک کبھی اپنے پاس نہیں رکھا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کو نصیحت کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اے ابوذر! مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس اُحد کے پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تیسرے دن تک اس میں سے ایک اشرفی بھی باقی رہ جائے، مگر یہ کہ کسی قرض کے ادا کرنے کو رکھ چھوڑوں، میں کہوں گا کہ اس کو خدا کے بندوں میں ایسے ایسے داہنے بائیں اور پیچھے بانٹ دو۔''

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دولت کے ارتکاز کو پسند نہیں فرمایا۔ ہمیشہ اسے لوگوں کی بھلائی کے لئے خرچ کیا۔ کوئی ضرورت مند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹا۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تو آپ ﷺ اپنی ضروریات کی اشیاء گروی رکھوا کر سائل کی مدد فرماتے۔ تمام عمر یتیموں، بیوائوں اور حاجت مندوں کی سرپرستی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شیوہ رہی۔

اکتوبر 1993ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور ہم نے نیند کو تمہارے لئے سکون وآرام رات کو پردہ پوش اور دن کو روزی کی دوڑ دھوپ کا وقت بنایا۔'' (سورہ النسائ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ ﷺ اول شب آرام فرماتے تھے اور رات کے پچھلے پہر عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔ یہی عبادت اور نیند کے بہترین اوقات ہیں۔ عام حالات میں رات گئے تک جاگنے اور دوسرے وقتوں میں نیند پوری کرنے سے اعصاب بے چینی کا شکار ہو جاتے ہیں فطرت کے نظام میں رات کا پہلا حصہ آرام اور سکون کے لئے پچھلا پہر عبادت اور یکسوئی کے حصول کیلئے اور دن کا وقت حصول معاش اور دوسری مصروفیات کیلئے مقرر ہے۔

نیند اور بیداری کے معاملے میں اعتدال کی روش اختیار کرنی چاہئے نہ اتنا زیادہ سونا چاہئے کہ جسم پر کاہلی سوار ہو جائے اور دماغی فعل سست پڑ جائے اور نہ اتنا کم سونا چاہئے کہ دماغی تھکن پوری طرح رفع نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کیا یہ بات صحیح ہے کہ تم روزانہ دن میں روزے رکھتے ہو اور رات بھر نماز میں گزارتے ہو؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جی ہاں! یہ بات درست ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں ایسا نہ کرو، کبھی روزہ رکھو اور کبھی کھاؤ پیو، اسی طرح سوؤ بھی اور اٹھ کر نماز بھی قائم کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے۔

''کیا ان لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے رات بنائی تاکہ یہ آرام و سکون حاصل کریں اور دن کو روشن، بلاشبہ اس میں مومنوں کیلئے سوچنے کے اشارات ہیں۔'' (سورہ النمل)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کے لئے بستر پر تشریف لے جاتے اور لیٹنے سے پہلے قرآن پاک کے کسی حصہ کی تلاوت فرماتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں رخسار کے نیچے ہاتھ رکھ کر دائیں کروٹ لیٹنا پسند فرماتے تھے اور سونے سے پہلے بستر کو اچھی طرح جھاڑ لیتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے ضروری چیزیں اپنے سرہانے رکھ لیا کرتے تھے۔آپ ﷺ کا ارشاد تھا کہ سونے سے پہلے گھر کی تمام چیزوں کا اچھی طرح جائزہ لے لیا کرو، کھانے پینے کے برتن ڈھانک دو اور آگ جل رہی ہو تو اسے بجھا دو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نرم اور ملائم بستر استعمال نہیں کرتے تھے۔آپ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ایک ٹاٹ تھا جس کو دہرا کر کے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی چٹائی پر بھی آرام فرماتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خواب گاہ کیلئے یا آرام کرنے کے لئے قیمتی اور نرم سامان استعمال نہیں کیا۔

نومبر 1993ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

خالق کائنات کا ارشاد ہے:

’’اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو۔ ہم ان کو بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی رزق دے رہے ہیں۔‘‘

اولاد کو ضائع نہ کیجئے، اولاد کو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھئے۔ معاشی تنگی کی وجہ سے کبھی نہ سوچئے کہ یہ سب اولاد کی وجہ سے ہے۔

بچوں کو ڈرانے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ ابتدائی عمر کا ڈر ساری زندگی پر محیط ہو جاتا ہے۔ اور ایسے بچے زندگی میں کوئی بڑا کارنامہ انجام دینے کے لائق نہیں رہتے۔ اولاد کو بات بات پر ڈانٹنے، جھڑکنے اور برا بھلا کہنے سے بچے خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس شفقت و محبت اور نرمی کے برتاؤ سے اولاد کے اندر اطاعت و فرماں برداری کے جذبات نشوونما پا کر اولاد کو باسعادت کرتے ہیں۔

اپنے بچوں کو حسب مراتب گود میں لیجئے۔ پیار کیجئے۔ شفقت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیریئے۔ تند خو اور سخت گیر ماں باپ سے بچے ابتداً سہم جاتے ہیں اور پھر نفرت کرنے لگتے ہیں۔ والہانہ جذبہ محبت سے ان کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور ان کی فطری نشوونما پر خوش گوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

عامر رضی اللہ عنہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے ہیں اور بچے ان کے سینے پر چڑھے ہوئے کھیل رہے ہیں۔ ان کو یہ بات بہت گراں گزری۔

امیر المومنین نے ان کی پیشانی پر بل دیکھ کر فرمایا۔ ’’آپ اپنے بچوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے ہیں؟‘‘

عامر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ’’جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں تو گھر والوں پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے اور سب دم بخود ہو جاتے ہیں۔‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑے سوز کے ساتھ فرمایا:

’’عامر! امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند ہوتے ہوئے تم یہ نہیں جانتے کہ مسلمان کو اپنے گھر والوں کے ساتھ کس طرح نرمی اور محبت کا سلوک کرنا چاہئے......!‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے والہانہ محبت کرتے تھے، بچوں کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور گلنار ہو جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے کرخت آواز کو ناپسند کیا ہے۔ بچوں کے سامنے چیخئے چلایئے نہیں کیونکہ بچے یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ گلا پھاڑ کر زور سے بولنا بھی کوئی قابل تعریف کام ہے۔ نرمی، خوش گفتاری اور دھیمے لہجے میں ماں باپ جب بات کرتے ہیں تو بچوں کا لہجہ خود بخود نرم اور شیریں ہو جاتا ہے۔

بے جا لاڈ پیار سے بچے ضدی اور خود سر بن جاتے ہیں۔ ہر جا و بے جا ضد پوری کرنے کی بجائے تحمل اور بردباری کے ساتھ کوشش کیجئے۔ یہ عادت ختم ہو جائے گی۔

عادت ڈالئے کہ بچے اپنا کام اپنے ہاتھ سے کریں۔ نوکروں کا سہارا بچوں کو کاہل، سست اور اپاہج بنا دیتا ہے۔ ان کے اندر زندگی کے گرم و سرد حالات سے نبرد آزما ہونے کی ہمت نہیں رہتی۔ ایسے بچے جفاکش اور محنت کوش نہیں ہوتے۔

دراصل صالح اولاد ہی آپ کے بعد آپ کی تہذیبی روایات، دینی تعلیمات اور پیغام توحید کو زندہ رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اور مومن نیک اولاد کی آرزوئیں اسی لئے کرتا ہے کہ وہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو زندہ رکھے گی۔

دسمبر 1993ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے نبی ﷺ! جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہئے، السلام علیکم......''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے مسلمانوں کو تعلیم کردہ یہ انداز تہنیت نہایت سادہ، بامعنی اور پُر اثر بھی ہے اور سلامتی و عافیت کی جامع ترین دعا بھی۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے جب آدم کو پیدا کیا تو ان کو فرشتوں کی ایک جماعت کے پاس بھیجتے ہوئے ہدایت کی کہ جاؤ اور ان بیٹھے ہوئے فرشتوں کو سلام کرو اور وہ سلام کے جواب میں جو دعائیں اس کو غور سے سننا اور محفوظ رکھنا، اس لئے کہ یہی تمہاری اور تمہاری اولاد کی دعا ہوگی۔''

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں کے پاس پہنچے اور کہا۔ ''السلام علیکم''

فرشتوں نے جواب میں کہا۔ ''السلام علیک ورحمتہ اللہ۔''

جب کسی مسلمان بھائی سے ملاقات ہو تو اس سے اپنے تعلق اور مسرت کا اظہار کرنے کے لئے اسے سلام کیجئے۔

سلام آپ کے مسلمان بھائی کا حق ہے۔ اس حق کو ادا کرنے میں فراخ دلی کا ثبوت دیجئے، سلام کرنے میں کبھی بخل نہ کیجئے۔

جب آپ اپنے بھائی کو السلام علیکم کہتے ہیں تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اللہ تم کو ہر قسم کی سلامتی و عافیت سے نوازے، اللہ تمہارے جان و مال کو سلامت رکھے، گھر بار کی حفاظت کرے، اہل و عیال اور متعلقین خوش و خرم زندگی بسر کریں، تمہاری دنیا بھی امن و سلامتی کا گہوارہ بنے اور آخرت میں بھی تمہارے اوپر سلامتی ہو۔ اللہ تمہیں ان انعامات سے نوازے جو میرے علم میں ہیں اور ان نعمتوں سے بھی نوازے جو میرے علم میں نہیں ہیں...... میرے دل میں تمہارے لئے محبت و خلوص کے انتہائی گہرے جذبات ہیں، تم میری طرف سے کبھی کوئی اندیشہ محسوس نہ کرنا۔ میرے طرزِ عمل سے تمہیں کبھی کوئی دکھ نہ پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ نے سلامتی کی اس دعا کو یہاں تک وسعت دی ہے کہ ارشاد ہے:

''پس جب تم اپنے گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے گھر والوں کو سلام کیا کرو، خدا کی طرف سے تعلیم کی ہوئی دعائے خیر بڑی ہی بابرکت اور پاکیزہ ہے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''وہ آدمی خدا سے زیادہ قریب ہے جو سلام کرنے میں پہل کرتا ہے۔''

سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرنے کی کوشش کیجئے اور اگر کبھی خدانخواستہ کسی سے ان بن ہو جائے تب بھی سلام کرنے اور صلاح وصفائی کرنے میں پہل کیجئے۔ اس سے آپس کی رنجشیں دور ہوتی ہیں اور مصافحہ کرنے سے دل کی کدورتیں دور ہوتی ہیں۔ اگر سلام کو ہم اپنے روزمرہ کے معمولات میں شامل کریں تو معاشرے میں بھائی چارے کی فضا قائم ہوگی اور آپس میں محبت و یگانگت بڑھے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلتے تو جو بھی سرراہ ملتا اس سے سلام میں پہل کرتے اور فرماتے...... سلام میں پہل کرنے والا کبر سے محفوظ رہتا ہے۔

اپنے بڑوں کو سلام کرنے کا اہتمام کیجئے۔ یہ بچوں کو سلام سکھانے کا بہترین طریقہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے۔

جنوری 1994ء

نورِالٰہی

نورِ نبوت

آپ جس شخص سے محبت کرتے ہیں اس سے کبھی کبھی اپنی محبت کا اظہار بھی کیجئے۔ اظہارِ محبت کا نفسیاتی اثر یہ ہوتا ہے کہ دوست قریب ہو جاتا ہے اور دونوں طرف سے جذبات و احساسات کا تبادلہ اخلاص و مروت میں غیر معمولی اضافہ کا سبب بنتا ہے۔ اخلاص و محبت کے جذبات سے دلی لگاؤ پیدا ہوتا ہے اور پھر یہ لطیف و پاکیزہ جذبات عملی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں اور دوست آپس میں یک جان و دو قالب کی مثال بن جاتے ہیں۔ دوستانہ تعلقات کو زیادہ سے زیادہ استوار اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنے دوستوں کی خدمت کریں۔ تحائف کا تبادلہ کریں۔

جب کوئی بندہ نوعِ انسانی کو دوست سمجھ کر اس کی خدمت کو اپنا مشن بنالیتا ہے تو اس کے اوپر اللہ کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور بالآخر کائنات اس کے آگے جھک جاتی ہے۔ ہمارے اسلاف کا یہ معمول رہا ہے کہ انہوں نے اپنے سے چھوٹے کو ہر اعتبار سے زیادہ سے زیادہ اونچا اٹھانے کی کوشش کی ہے اور اپنے دوستوں کے لئے وہی کچھ پسند کیا ہے جو اپنے لئے پسند کیا۔

تمام لوگوں میں خدا کے نزدیک زیادہ محبوب وہ آدمی ہے جو انسانوں کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے۔ اور نفع پہنچانے والا کوئی بندہ بلا تخصیص مرد و عورت نوعِ انسانی کا دوست ہوتا ہے۔

''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے عمارت کی طرح ہے، جیسے عمارت کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کا سہارا اور ہر اینٹ دوسری اینٹ کو قوت پہنچاتی ہے۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست فرما کر مسلمانوں کے باہمی تعلق اور اخوت و محبت کی مثال دی۔ (حدیث)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

''تم مسلمانوں کو باہم رحم دلی، الفت و محبت اور آپس میں تکلیف و راحت کے جذبات میں ایسا پاؤ گے جیسے کہ اگر اس کا ایک عضو بیمار پڑ جائے تو سارا جسم بیماری اور بے چینی میں اس عضو کا شریک بن جاتا ہے۔''

حق و صداقت کے پیکر، پیارے نبی ﷺ، معلم اخلاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر مثبت طرز فکر اختیار کیجئے۔اور دوستوں سے خوش دلی، نرم خوئی اور مسرت واخلاص سے ملئے، توجہ اور کھلے دل سے ان کا استقبال کیجئے۔ ملاقات کے وقت اور دوستوں کے معاملات میں لاپرواہی، بے نیازی اور روکھا پن اختیار نہ کیجئے۔ دوستوں سے لاپرواہی، بے نیازی اور سپاٹ اور خشک لہجے میں گفتگو کرنا، چہرہ اور پیشانی پر بظاہر نظر نہ آنے والا منافقت کا عکس ایسی بیماریاں ہیں جو دلوں میں کدورت کو جنم دیتی ہیں اور جس سے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔

دوستوں، عزیزوں، رشتہ داروں اور غیروں سے ملاقات کے وقت مسرت و اطمینان اور انکساری سے بات کیجئے۔ حزن و ملال اور مردہ دلی کے کلمات ہر گز زبان پر نہ لایئے۔ ایسا انداز اختیار کیجئے کہ آپ کے ناخوش اور پژمردہ دل دوست بھی اپنے اندر خوشی اور پُر مسرت زندگی کی لہریں محسوس کریں۔استقبال کے وقت افسردہ چہرہ آنے والے کے لئے خوشی کی بجائے رنج و ملال کا باعث بنتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’میں تمہیں اس آدمی کی پہچان بتاتا ہوں جس پر جہنم کی آگ حرام ہے اور یہ وہ آدمی ہے جو نرم مزاج، حلیم الطبع اور نرم خُو ہے۔‘‘

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے ملاقات فرماتے تو پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو جاتے اور جب کوئی آپ سے بات کرتا تو آپ پوری طرح متوجہ ہو کر اس کی بات سنتے۔

حق دوستی یہ ہے کہ آپ دوست سے بیزار نہ ہوں اور دوست آپ کی قربت کو اپنے لئے باعث تسکین جانے۔

فروری 1994ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جائو۔''

ماہ رمضان کے روزے ایک پروگرام ہیں اس بات سے متعلق کہ انسان اپنی روح اور غیب سے متعارف ہو جائے۔ یہ پروگرام ہمیں آہستہ آہستہ مظاہر سے دور لے جاتا ہے۔ اگرچہ انسان مظاہر میں پھنسا رہتا ہے لیکن اس کی روح مظاہر سے ہٹ کر اللہ سے قریب ہو جاتی ہے اور انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''میں تمہاری رگ جاں سے زیادہ قریب ہوں۔''

روزے کے پروگرام سے اسی وقت مکمل ثمرات حاصل کئے جا سکتے ہیں جب اس کی حقیقی روح کو مدنظر رکھ کر اس پر عمل کیا جائے۔ مرغن اور ثقیل غذائوں سے پرہیز، نیند کے وقفے میں حتی الامکان کمی، گفتگو میں احتیاط، یہ اعمال حقیقی اور مکمل روزے کا لازمہ ہیں۔ ان باتوں پر عمل پیرا ہو کر انسان اس نکتہ پر آجاتا ہے جہاں مظاہر کی نفی شروع ہوتی ہے اور غیب منکشف ہوتا ہے۔

رمضان کے آخری عشرے میں زیادہ سے زیادہ شب بیداری اور عبادت کا اہتمام کیجئے، اسی عشرے کی ایک رات ''لیلۃالقدر'' ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ہم نے نازل کیا اس کو ''لیلۃالقدر'' میں لیلۃالقدر محیط ہے ہزار مہینوں کو اس رات میں ملائکہ اور روح اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے اور یہ رات امان اور سلامتی کی رات ہے طلوع فجر تک۔''

روزہ دراصل تزکیہ نفس اور خود احتساب کا عمل اور اس کے لئے آداب متعین کرتا ہے۔

روزہ میں نہایت اہتمام کے ساتھ ہر برائی سے دور رہنے کی بھرپور کوشش ہماری ذمہ داری ہے۔ اپنی زبان اور قلب کو ذکر الٰہی میں مصروف رکھئے۔ آپ کا کوئی بھائی زبان سے بے شرمی کی بات کہے۔ گالم گلوچ کرے، شور وہنگامہ پر آمادہ ہو تو آپ خاموشی اختیار کیجئے اور اس کو بتا دیجئے کہ آپ روزے سے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

''لوگو! تم پر ایک بہت عظمت اور برکت کا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، خدا نے اس مہینے کے روزے فرض کئے ہیں......''

اس مبارک مہینے میں انسان اللہ کی خاطر کھانا پینا ترک کر دیتا ہے۔ اس لئے اس پر اللہ کی رحمت کا دامن بھی وسیع ہو جاتا ہے۔

افطار کے وقت روزہ دار کی دعا قبول کی جاتی ہے۔

رمضان میں بالخصوص اور دیگر مہینوں میں بالعموم مخلوق خدا کی مالی اور اخلاقی ہر طرح سے خدمت کیجئے۔ رمضان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ مہینہ حاجت مندوں اور مستحقین سے مالی اور اخلاقی دونوں طرح کی ہمدردی کا مہینہ ہے۔

''ایسے روزے سے کوئی فائدہ نہیں اور نہ ایسا روزہ مقبول بارگاہ ہے جس میں آدمی دوسروں کو تکلیفیں پہنچائے اور اخلاقی برائیوں کا مرتکب ہو۔''

اس کے برعکس صحیح روزہ دار کیلئے روزہ ڈھال بن جاتا ہے۔ قیامت کے روز روزہ سفارش کرے گا اور کہے گا ''پروردگار! میں نے اس شخص کو دن میں کھانے پینے اور دوسری لذتوں سے روکے رکھا۔ خدایا! تو اس شخص کے حق میں میری سفارش قبول فرما''۔ اور خدا اس کی سفارش قبول فرمائے گا۔

رمضان کے آخری عشرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو زیادہ سے زیادہ جاگ کر عبادت فرماتے اور گھر والوں کو بھی جگانے کا اہتمام کرتے اور پوری توجہ سے خدا کی عبادت میں مصروف ہو جاتے تھے۔ اسی عشرہ میں اللہ کے لئے بھوکے پیاسے رہنے والے اور اس کی عبادت کرنے والے بندے اللہ تعالیٰ کی تجلی کے دیدار سے مشرف ہو جاتے ہیں۔

مارچ 1994ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

''اور ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک اس کی طرف رکھو اور اسی کو پکارو اور اس کے لئے اپنی اطاعت کو خاص کر لو۔'' (القرآن)

دعا ایک ایسی عبادت ہے جس کا بدلہ دوسری عبادت نہیں ہے۔ دعا ایک ایسا عمل ہے جس میں انسان فی الواقع اپنی نفی کر دیتا ہے اور اپنے پروردگار کے سامنے وہ سب کچھ بیان کر دیتا ہے جو کسی قریب ترین عزیز سے نہیں کہہ سکتا۔ بے شک حاجت روائی اور کارسازی کے سارے اختیارات اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھے ہیں۔

قرآن میں ارشاد ہے:

''اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو۔ اللہ ہی ہے جو غنی ہے اور بے نیاز اور اعلیٰ صفات والا ہے۔''

کائنات میں جاری و ساری نظام پر غور کیا جائے تو اللہ کے سوا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں اور یہ جو اختیار کی بات کی جاتی ہے اس میں بھی اللہ کا ہی اختیار کام کر رہا ہے کہ اس نے بندہ کو اختیار استعمال کرنے کی توفیق دی ہوئی ہے۔ سب اپنے خالق کے محتاج ہیں، کوئی نہیں جو بندوں کی پار سنے اور ان کی دعائیں قبول کرلے۔

اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دوں، پس تم مجھ ہی سے ہدایت طلب کرو کہ میں تمہیں ہدایت دوں۔''

''میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کر لیا ہے تو تم بھی ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کو حرام سمجھو۔''

میرے بندو! تم میں ہر ایک بھوکا ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں کھلاؤں، پس تم مجھ ہی سے روزی مانگو میں تمہیں روزی دوں۔''

''میرے بندو! تم میں سے ہر ایک ننگا ہے سوائے اس کے جس کو میں پہناؤں، پس تم مجھ ہی سے لباس مانگو، میں تمہیں پہناؤں گا۔''

''میرے بندو! تم رات میں بھی گناہ کرتے ہو اور دن میں بھی اور میں سارے گناہ معاف کر دوں گا۔''

خدا سے وہی کچھ مانگئے جو حلال اور طیب ہے۔ دعا میں خشوع و خضوع ضروری ہے۔ خشوع و خضوع سے مراد یہ ہے کہ بندے کے دل میں خدا کی عظمت موجود ہو، سر اور نگاہیں جھکی ہوئی ہوں، آنکھیں نم ہوں۔ انداز و اطوار سے مسکینی اور بے کسی ظاہر ہو رہی ہو۔ دعا چپکے چپکے اور دھیمے انداز میں مانگئے۔

اپریل 1994ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے بعد احسان جتانا محتاجوں اور ناداروں کے ساتھ حقارت کا سلوک کرنے کے برابر ہے۔ ان کی خودداری کو ٹھیس لگانا دراصل ان کی غیر بی کا مذاق اڑا کر اپنی برتری ثابت کرنے کے برابر ہے۔ مومن ان تمام کثیف جذبات سے پاک ہوتا ہے۔

قرآن کہتا ہے:

''اے ایمان والو! اپنے صدقات اور خیرات کو احسان جتا کر اور غریبوں کا دل دکھا کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو محض لوگوں کو دکھانے کیلئے خرچ کرتا ہے۔''

''تم ہر گز نیکی حاصل نہ کر سکو گے جب تک وہ مال خدا کی راہ میں نہ دو جو تم کو عزیز ہے۔''

خدا اپنی محبت میں مال خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اس لئے کہ اللہ یہ جانتا ہے کہ بندہ سب سے زیادہ مال و دولت سے پیار کرتا ہے۔ اللہ کے لئے خرچ کرنا دراصل اللہ کی مخلوق اور آدم و حوا کے رشتے سے اپنے بہن بھائیوں پر خرچ کرنا ہے۔ اللہ نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے لیکن جب کوئی بندہ اپنی برادری کے آرام و آسائش کیلئے اللہ کی دی ہوئی دولت خرچ کرتا ہے تو یہ ایثار وجہ قبولیت بن جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''قیامت کے دن جب کہیں سایہ نہ ہو گا، خدا اپنے اس بندے کو عرش کے نیچے رکھے گا جس نے انتہائی پوشیدہ طریقوں سے خدا کی راہ میں خرچ کیا ہو گا یہاں تک کہ بائیں ہاتھ کو یہ خبر نہ ہو گی کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔''

اس بات کا شکر ادا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ہاتھ دینے والا ہاتھ بنایا ہے۔ آپ میں کوئی سرخاب کا پر لگا ہوا نہیں ہے کہ آپ اس گروہ میں شریک نہیں ہیں جو محتاج اور نادار ہے۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے۔ اگرچہ آپ بھی کسی فقیر اور نادار کی طرح ایک آدمی ہیں۔

فقیروں اور محتاجوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کیجئے۔ ان کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آیئے۔ اگر آپ کے پاس کچھ دینے کو نہ ہو تو نہایت نرمی اور خوش اخلاقی سے معذرت کیجئے تاکہ وہ آپ سے کچھ نہ پانے کے باوجود آپ کو دعائیں دیتا ہوا رخصت ہو۔ فلاح اور کامرانی کے مستحق وہی لوگ

ہوتے ہیں جو بخل اور تنگ دلی جیسے جذبات سے اپنے دل کو پاک رکھتے ہیں۔ ایمان دار جو خدا کی راہ میں دینے کی تڑپ رکھتا ہے وہ بھلا کب گوارا کر سکتا ہے کہ اس کی کمائی میں حرام شامل ہو۔

خدا کی راہ میں اپنے عطیات انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح خرچ کیجئے۔ اس عمل خیر سے ملک و قوم میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔

مئی 1994ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

ربِ ذوالجلال نے فرمایا ہے:

''اور خدا ہی ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ پوش اور نیند کو راحت و سکون اور اٹھ کھڑے ہونے کیلئے بنایا۔''

''اور ہم نے نیند کو تمہارے لئے سکون و آرام رات کو پردہ پوش اور دن کو روزی کی دوڑ دھوپ کا وقت بنایا۔''

رات کو جاگنے اور دن میں نیند پوری کرنے سے پرہیز کیجئے۔ خدا نے رات کو آرام اور سکون کیلئے بنایا ہے اور دن کو ضروریات پوری کرنے کیلئے دوڑ دھوپ کرنے کا وقت قرار دیا ہے۔ جو لوگ رات کو دیر سے سوتے ہیں وہ صبح جلدی بیدار نہیں ہو پاتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات بنائی کہ یہ اس میں آرام و سکون حاصل کریں اور دن کو روشن۔ بلاشبہ اس میں مومنوں کیلئے سوچنے کے اشارات ہیں۔''

صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے بستر پر اٹھ جانا صحت کیلئے انتہائی درجہ مفید ہے۔ آدمی کاروبار معاش میں فراخ حوصلہ اور حاضر دماغ رہتا ہے۔ زیادہ دیر تک سوتے رہنے سے اعصابی اضمحلال واقع ہوتا ہے۔ اعصاب جب بیمار ہو جاتے ہیں تو آدمی سکون کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے اور یہ محرومی اس کے اوپر شک اور وسواس بن کر لپٹ جاتی ہے۔ شک اور وسواس سے آدمی خوف زدہ رہنے لگتا ہے اور جو لوگ غم زدہ اور خوف آشنا ہوتے ہیں وہ اللہ کی دوستی سے دور ہو جاتے ہیں۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

''جو شخص کسی مسلمان کو کپڑے پہنا کر اس کی تن پوشی کرے گا، خدائے تعالیٰ قیامت کے روز جنت کا لباس پہنا کر اسکی تن پوشی کرے گا۔''

''ملازم اور نوکر تمہارے بھائی ہیں۔ تمہیں چاہئے کہ ان کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو ویسا ہی ان کو لباس پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔ ان کے اوپر کام کا بوجھ اتنا نہ ڈالو جو ان کے سہارنے سے باہر ہو۔''

خدا کے بہت سے بندے جن کی ظاہری حالت نہایت ہی معمولی ہوتی ہے مالی طور پر پریشان اور ان کے کپڑے غبار میں اَٹے ہوئے معمولی اور سادہ ہوتے ہیں لیکن خدا کی نظر میں ان کا مرتبہ اتنا بلند ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو خدا ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔

جس کے دل میں ذرہ برابر بھی غرور ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ایک شخص نے کہا ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے عمدہ ہوں، اس کے جوتے عمدہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا خود صاحب جمال ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ غرور تو دراصل یہ ہے کہ آدمی حق سے بے نیازی برتے اور لوگوں کو اپنے سے کم تر اور حقیر جانے۔

جس شخص نے وسعت اور قدرت کے باوجود محض خاکساری اور عاجزی کی غرض سے لباس میں سادگی اختیار کی تو خدا اسے شرافت اور بزرگی کے لباس سے آراستہ فرمائے گا۔لباس کی سادگی ایمان کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔

جون 1994ء

نورِالٰہی

نورِنبوت

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں کو صاف صاف بتادیجئے کہ میں نے جو راہ بھی اپنائی ہے، سوچ سمجھ کر پوری بصیرت کے ساتھ اپنائی ہے۔

''اے رسول ﷺ! آپ ان سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اور میرے پیچھے چلنے والے پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور خدا ہر عیب سے پاک ہے اور میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں جو خدا کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔''

''اور خدا کے نزدیک دین بس اسلام ہی ہے......''(قرآن)

امت مسلمہ کو خدا نے دین کی جو دولت عطا کی ہے یہی دونوں جہان کی عظمت و سربلندی کا سرمایہ ہے۔ بھلا اس کے مقابلے میں دنیا کی دولت اور شان و شوکت کی کیا قدر و قیمت ہے جو چند روزہ اور فانی ہے۔

بلاشبہ صحیح فہم کے ساتھ دین کی حکمت ہی تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے اور جو شخص اس چیز سے محروم ہے وہ دونوں جہان کی نعمتوں اور سعادتوں سے محروم ہے۔اس کی زندگی میں کبھی طمانیت اور سکون داخل نہیں ہوتا۔

خدا کے دین کو چھوڑ کر جو طریق بھی اختیار کیا جائے، خدا کے یہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔اللہ رب العزت کے لئے وہی دین مقبول بارگاہ ہے جس کا تذکرہ قرآن پاک میں بالوضاحت کیا گیا ہے اور جس کی عملی تفسیر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں پیش فرمائی ہے۔

اللہ کے مشن (دین) کو پھیلانا ہر امتی پر فرض ہے۔اس فرض کی ادائیگی کے لئے پہلے خود اپنا عرفان حاصل کریں۔خود آگاہی اور اپنی ذات کا عرفان ایسی روحانی کامیابی ہے جس کے ذریعے انسان اپنی دعوت کا سچا نمونہ بن جاتا ہے۔جو کچھ کہتا ہے عمل و کردار سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔

جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ اپنی مخلوق کی خدمت کرتا ہے۔پیدائش سے تا مرگ اور مرنے کے بعد اپنی مخلوق کیلئے وسائل کی فراہمی ایک ایسی خدمت ہے جو خالق کائنات کا اپنا ذاتی وصف ہے۔اللہ اپنے ہر بندہ کو وہ گناہ گار ہو یا نیکو کار رزق

عطا فرماتا ہے۔ رزق سے استفادہ کرنے کے لئے صحت عطا کرتا ہے۔ زمین کی بساط پر بکھری ہوئی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے اللہ عقل و شعور کی دولت سے نوازتا ہے۔ ہماری ہر طرح حفاظت کرتا ہے اور محبت کے ساتھ ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کرتا ہے۔

خدا ہمیشہ سے ہے۔ ہمیشہ رہے گا۔ نہ اسے نیند آتی ہے اور نہ اونگھ۔ اس کی نظر سے بندہ کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ وہ اپنے مخلص بندوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں ہیں اور مکے کے لوگوں میں آپ کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ انہیں شہر سے نکال دو۔ کوئی کہتا ہے انہیں قتل کر دو۔ ان ہی دنوں مکے کو اچانک قحط نے آگھیرا......ایسا قحط کہ قریش کے لوگ پتے اور چھال کھانے پر مجبور ہو گئے۔ بچے بھوک سے بلبلاتے اور بڑے ان کی حالت زار دیکھ کر تڑپ تڑپ اٹھتے تھے۔

رحمت کون و مکان ان لوگوں کو اس لرزہ خیز مصیبت میں مبتلا دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔ آپ ﷺ کے مخلص ساتھی بھی آپ ﷺ کا اضطراب دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ آپ نے اپنے جانی دشمنوں کو جن کے پہنچائے ہوئے زخم ابھی بالکل تازہ تھے۔ اپنی دلی ہمدردی کا پیغام بھیجا اور ابوسفیان اور صفوان کے پاس پانچ سو دینار بھیج کر کہلوایا کہ یہ دینار ان قحط کے مارے ہوئے غریبوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے آپ بھی قوم کی بے لوث خدمت کیجئے۔ اپنی کسی خدمت کا بندوں سے صلہ طلب نہ کیجئے۔ جو کچھ کیجئے محض خدا کی خوشنودی کیلئے کیجئے۔

جولائی 1994ء

نورِالٰہی

نورِ نبوت

سورہ الشوریٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

’’اور تم پر جو مصائب آتے ہیں وہ تمہارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں۔ اور خدا تو بہت سی خطائوں سے در گزر کرتا رہتا ہے۔‘‘

گناہوں کی ہیبت ناک دلدل میں پھنسی ہوئی کوئی قوم جب اپنے گناہوں پر نادم اور اشکبار ہو کر خدا کی طرف جذبہ بندگی کے ساتھ پلٹتی ہے اور اپنی لغزشوں، کوتاہیوں، چھوٹی بڑی خطائوں کی گندگی کو ندامت کے آنسوئوں سے دھو کر پھر خدا سے عہد وفا استوار کرتی ہے تو اس والہانہ طرز عمل کو قرآن ’’توبہ‘‘ کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ اور یہی توبہ استغفار ہر طرح کے فتنہ و فساد، خوف و دہشت اور عدم تحفظ کے احساس سے محفوظ رہنے کا حقیقی علاج ہے۔ اور اگر اس کے برخلاف بندہ گناہوں اور کوتاہیوں کی طرف توجہ نہیں دیتا، یہ شیطانی عمل آدمی کو کھوکھلا کر دیتا ہے اور دین و دنیا میں رسوائیاں اس کا مقدر بن جاتی ہیں اور پھر جب یہ عمل اس کی زندگی پر محیط ہو جاتا ہے تو آدم زاد کے قلوب پر، کانوں پر مہر لگا دی جاتی ہے اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ انتہائی صورت حال بلاشبہ عذاب الیم ہے اور یہ عذاب مایوسی، بدحالی، خوف و ہیبت بن کر اس کے اوپر مسلط ہو جاتا ہے۔

توبہ استغفار کے ساتھ اپنے اللہ، خالق حقیقی کی طرف رجوع ہو کر یہ عزم کیجئے کہ ہم اپنے اور ملت کے اندر سے ان روگوں کو ختم کر کے دم لیں گے۔

’’اور تم سب مل کر خدا کی طرف پلٹو، اے مومنو! تاکہ تم فلاح پائو۔‘‘

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ عید کا دن تھا۔ کچھ کنیزیں بیٹھی اشعار گا رہی تھیں کہ اسی دوران حضرت ابو بکرؓ تشریف لے آئے۔

بولے۔ ’’نبی کے گھر میں یہ گانا بجانا کیسا؟‘‘

نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’ابو بکر! رہنے دو۔ ہر قوم کے لئے تہوار کا ایک دن ہوتا ہے اور آج ہماری عید کا دن ہے۔‘‘

ایک مرتبہ تہوار کے دن کچھ حبشی بازیگر کرتب دکھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے یہ کرتب خود بھی دیکھے اور حضرت عائشہؓ کو بھی دکھائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بازیگروں کو شاباش بھی دی۔

خوش رہنااور دوسروں کو خوش رکھنا۔ مسلمان کا اخلاقی کردار ہے۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ خوشی میں بھی اسلامی وروحانی ذوق اور حفظ مراتب کا خیال رکھتا ہے۔

جب اسے کسی سے خوشی ملتی ہے تو اس بندہ کا صدق دل سے شکر ادا کرتا ہے۔ خوشی کے ہیجان میں ایسا کوئی عمل یا رویہ اختیار نہیں کرتا جو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہو۔ ہر حال میں اعتدال کا راستہ اس کے سامنے رہتا ہے۔ خوشی میں وہ اتنا مست و بے خود نہیں ہو جاتا کہ اس سے فخر و غرور کا اظہار ہونے لگے، نیاز مندی اور بندگی کے جذبات دبنے لگیں۔

خوشی انسان کے لئے ایک طبعی تقاضہ اور فطری ضرورت ہے۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ مسلمان مصنوعی وقار، غیر فطری سنجیدگی، مردہ دلی اور افسردگی سے قوم کے کردار کی کشش ختم کردیں۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان بلند حوصلوں، نت نئے ولولوں اور نئی نئی امنگوں کے ساتھ تازہ دم رہ کر اپنا وقار بلند رکھیں۔

ستمبر 1994ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

توبہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں فی الواقع آدمی اپنی نفی کر دیتا ہے اور اپنے پروردگار کے سامنے وہ سب کہہ دیتا ہے جو کسی کے سامنے نہیں کہہ سکتا۔ بے شک اللہ ہمارا محافظ اور دم ساز ہے۔ اس کی رحمتیں ہمارے اوپر بارش بن کر برستی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

''اور آپ کا پروردگار گناہوں کو ڈھانپنے والا اور بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ اگر وہ ان کے کرتوتوں پر ان کو فوراً پکڑنے لگے تو عذاب بھیج دے مگر اس نے (اپنی رحمت) سے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اور یہ لوگ بچنے کیلئے اس کے سوا کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے۔'' (الکہف)

اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اس کی خطائوں کو معاف کرتا ہے اور وہ سب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ (الشوریٰ)

خدا کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کیجئے اور اس ہی کے سامنے گڑ گڑایئے اور اسی عفو در گزر کرنے والی ستار العیوب، غفار الذنوب ہستی کے سامنے اپنی عاجزی، بے کسی اور اپنی خطائوں کا اعتراف کیجئے۔ عجز و انکساری خطاکار انسان کا وہ سرمایہ ہے جو صرف خدا کے حضور پیش کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس قیمتی اور انمول سرمایہ کو اپنے ہی جیسے محمود و بے کس انسانوں کے سامنے پیش کرتا ہے تو وہ دیوالیہ ہو جاتا ہے اور وہ ذلیل و رسوا ہو کر ہمیشہ کیلئے در در کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ عزت کی روشن کرنیں ذلت کی کثافت میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

صحیح طرز فکر یہ ہے کہ بندے سے خواہ کیسے بھی گناہ کیوں نہ ہو جائیں اس کا کام یہ ہے کہ وہ خدا ہی کے حضور خشوع و خضوع اور ندامت کے آنسوئوں کا نذرانہ پیش کرے۔ کوئی دروازہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں سے وہ سب کچھ مل جائے جس کی بندہ کو ضرورت ہے۔ اللہ ایسی ذات یکتا اور غنی ہے کہ بندہ روزانہ لاکھوں خواہشات بھی اللہ کے ساتھ وابستہ کرے تو اللہ ان کو پورا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اللہ ہمارا پیارا اللہ، ہر وقت اپنی مخلوق کی خدمت میں مصروف ہے۔ بندوں کے وسائل کی فراہمی، ایک ضابطے اور ایک قانون کے تحت ہمارا بڑھنا، گھٹنا، صحت یاب ہونا اللہ کے کرم کی وجہ سے ہے۔

کوشش کیجئے کہ آپ کی کوئی مجلس خدا اور آخرت کے ذکر سے خالی نہ رہے اور جب آپ محسوس کریں کہ حاضرین دینی گفتگو میں دلچسپی نہیں لے رہے ہیں تو گفتگو کا رخ حکمت کے ساتھ ایسے موضوع کی طرف پھیر دیجئے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ کا تذکرہ ہو۔

مجلس میں ماتھے پر شکنیں ڈالے بیٹھے رہنا غرور کی علامت ہے۔ مجلس میں غمگیں اور مضمحل ہو کر نہ بیٹھئے۔ مسکراتے چہرہ کے ساتھ ہشاش بشاش ہو کر بیٹھئے!۔

اکتوبر 1994ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

روئے زمین پر انسان کو اگر ہدایت مل سکتی ہے تو صرف اللہ کی کتاب قرآن پاک سے مل سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی برکت والی ہے تاکہ وہ اس میں غور و فکر کریں اور عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔''

قرآن پاک ایک ایسی یقینی دستاویز ہے۔ جس دستاویز میں معاشرتی قوانین کے ساتھ ساتھ ایسے فارمولے موجود ہیں جن کے اوپر تسخیر کائنات کا دارومدار ہے۔ ان فارمولوں میں اس بات کی پوری وضاحت موجود ہے کہ ہم علم الکتاب حاصل کر کے زمان و مکان Time & Space کی گرفت کو توڑ سکتے ہیں۔ قرآن پاک کے علوم کو جاننے والا اور سمجھنے والا کوئی بندہ بغیر وسائل کے خلاء میں پرواز کرنے اور ایک جگہ سے دور دراز دوسری جگہ کسی چیز کو منتقل کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ یہی بندہ اللہ تعالیٰ کا انعام یافتہ ہوتا ہے۔ آسمانوں میں اور زمین میں موجود تمام اشیاء اس کیلئے مسخر ہوتی ہیں۔

قرآن پاک کی تلاوت تفکر اور تدبیر کے ساتھ کیجئے۔ اس کے اندر بیان کردہ حقائق اور حکمتوں کو سمجھئے۔ فر فر تلاوت کرنے کی بجائے سمجھ کر پڑھنے کی طرز یں اختیار کیجئے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ''القارعہ'' اور ''القدر'' جیسی چھوٹی سورتوں کو معانی و مفہوم کے اعتبار سے سوچ سمجھ کر پڑھنا اس سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ ''البقرہ'' اور ''آل عمران'' جیسی بڑی بڑی سورتیں جلدی جلدی پڑھ جائوں اور کچھ نہ سمجھوں۔

تخلیقی قوانین (فارمولوں) کے یکتا ماہر، اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ہم راز اور احسن الخالقین کے امین، کائنات کے سرتاج رحمت اللعالمین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

''اپنی آواز اور اپنے لہجے سے قرآن کو آراستہ کرو۔''

قرآن پاک اس طرح نہ پڑھئے کہ گانے کا گمان ہو نہ اتنی دھیمی آواز سے پڑھئے کہ کچھ سمجھ میں نہ آئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کے ایک ایک حرف کو واضح کرکے اور ایک ایک آیت کو الگ الگ کرکے پڑھا کرتے تھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''قرآن پڑھنے والوں سے قیامت کے روز کہا جائے گا۔ جس ٹھہراؤ اور خوش الحانی کے ساتھ تم دنیا میں بنا سنوار کر قرآن پڑھا کرتے تھے اسی طرح قرآن کی تلاوت کرو اور ہر آیت کے صلے میں ایک درجہ بلند ہوتے جاؤ۔

یاد رکھئے! جو دل گندے اور نجس خیالات کی آماج گاہ ہے اور جس دل میں طہارت اور پاکیزگی نہیں ہے وہ دل قرآن پاک کی عظمت و وقعت سے خالی رہتا ہے۔ دل کی پاکیزگی اور طہارت کیلئے پہلا مرحلہ حلال روزی ہے۔

نومبر 1994ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اللہ پاک کا ارشاد ہے......

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیئے ہلاکت ہے جو لوگوں سے لیتے وقت پورا وزن اور پورا ناپ لیں اور جب دوسروں کو دینے کا وقت آئے تو تول یا ناپ کم کر دیں۔ کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ ایک بڑے ہی سخت دن میں جس دن تمام انسان اللہ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

کاروبار میں حسن اخلاق، کاروباری ترقی کے لئے ضمانت ہے۔ دکاندار کی حیثیت سے آپ کے اوپر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

۱۔ یہ کہ خریداروں کو اچھے سے اچھا مال فراہم کریں۔ جس مال پر آپ کو خود اعتماد نہ ہو وہ ہر گز کسی کو نہ دیں۔

۲۔ آپ کو اپنے کردار سے یہ ثابت کرنا ہو گا کہ خریدار آپ کے اوپر اعتماد کریں۔ آپ کو اپنا خیر خواہ سمجھیں، آپ سے متاثر ہوں اور ان کو پورا پورا اعتماد ہو کہ آپ کی دکان یا کاروبار سے انہیں کبھی دھوکہ نہیں دیا جائے گا۔

۳۔ اگر کوئی خریدار آپ سے مشورہ طلب کرے تو بالکل صحیح صحیح اور مناسب مشورہ دیں چاہے اس میں آپ کا نقصان ہی کیوں نہ ہوتا ہو۔

۴۔ وقت کی پابندی کا پورا پورا خیال رکھیں اور دکان صحیح وقت پر کھولیں اور صبر کے ساتھ دکان پر جم کر بیٹھیں۔ صبح بہت سویرے بیدار ہو کر فرائض ادا کرنے کے بعد رزق کی تلاش میں نکل جانے سے خیر و برکت ہوتی ہے۔

۵۔ خود بھی محنت کیجئے اور ملازمین کو بھی محنت کا عادی بنایئے اور ملازمین کے حقوق فیاضی اور ایثار کے ساتھ پورے کیجئے۔ ملازمین کاروباری فروغ میں آپ کے ہاتھ پیر ہیں۔ ہمیشہ ان کے ساتھ پیار و محنت اور نرمی کا سلوک کریں۔

اللہ کے حبیب کا فرمان ہے...... جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ اللہ اس کو روز قیامت کے غم اور گھٹن سے بچائے رکھے تو اسے چاہئے کہ تنگدست قرضدار کو مہلت دے۔ یا قرض کا بوجھ اس کے اوپر سے اتار دے۔

نبی آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے......

قیامت کے روز خدا تعالیٰ نہ اس شخص سے بات کرے گا نہ اس کی طرف رخ کر کے دیکھے گا اور نہ اس کو پاک صاف کر کے جنت میں داخل کرے گا جو جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنے کاروبار کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک بار رحمت اللعالمین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا۔

''یارسول اللہ ﷺ! سب سے بہتر کمائی کون سی ہے؟''

فرمایا۔ ''اپنے ہاتھ کی کمائی اور ہر وہ کاروبار جس میں جھوٹ اور خیانت نہ ہو۔''

اس حکم کی تعمیل میں ہمارے اوپر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم دین پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہتے ہوئے کاروبار کریں۔ ہمیشہ سچائی اور راست گوئی سے کاروبار کو فروغ دیں۔ اپنے سامان کو اچھا ثابت کرنے یا گاہک کو متاثر کرنے کے لئے قسمیں نہ کھائیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''سچا اور امانت دار تاجر قیامت میں نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔''

دسمبر 1994ء

نورِالٰہی

نورِنبوت

مسلمانو! خدا نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کی وصیت اس نے نوحؑ کو کی تھی اور جس کی وحی اے رسول ﷺ ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں کہ اس دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔(الشوریٰ)

تم خیر امت ہو جو سارے انسانوں کیلئے وجود میں لائی گئی ہے۔تم بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو اور خدا پر کامل ایمان رکھتے ہو۔(آل عمران)

اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو اختیار کرنا چاہے گا وہ دین اس کا ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد ہو گا۔ (آل عمران)

ان الدین عنداللہ الاسلام اور خدا کے نزدیک دین تو بس اسلام ہے۔اسلام کی تعلیمات حاصل کر کے اپنے اندر بصیرت پیدا کیجئے۔یقین رکھئے کدا کے نزدیک دین سلامتی اور راست بازی کا دین ہے۔دین حق اسلام کو چھوڑ کر جو طریقہ بندگی بھی اختیار کیا جائے گا خدا کے ہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔اللہ رب العزت کے یہاں وہی دین صحیح دین ہے جو قرآن میں بالوضاحت بیان کر دیا گیا ہے اور جس کی عملی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہے۔

دین اسلام کے نصب العین کی عظمت اور اہمیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر اس کے اصولوں پر قائم رہئے کہ یہی وہ عظیم کام ہے جس کیلئے خدا کی طرف سے ہمیشہ انبیاء آتے رہے ہیں۔یہی وہ عطا ہے جو دونوں جہاں کی عظمت و سربلندی کا سرمایہ ہے۔

جب تک آپ خود کو صراط مستقیم پر گامزن نہیں کریں گے۔آپ دوسروں پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔پہلے خود کو اسلام میں پورا پورا داخل کیجئے۔جو کچھ دنیا کے سامنے پیش کریں پہلے خود اس کی خوبصورت تصویر بن جایئے۔

یاد رکھئے! جو لوگ اپنی تربیت و اصلاح سے غافل ہو کر دوسروں کی اصلاح و تربیت کی باتیں کرتے ہیں وہ خسر الدنیا الاٰخرۃ کے مصداق ہمیشہ تہی دامن رہتے ہیں۔ان کی مثال ایسی ہے کہ اپنے جلتے ہوئے گھر سے بے فکر رہیں اور پانی کی بالٹیاں لئے ہوئے اس تلاش میں سرگرداں رہیں کہ کوئی جلتا ہوا گھر انہیں مل جائے اور وہ اس آگ پر پانی کی بالٹیاں انڈیل دیں۔

ایسے لوگ دنیا میں بھی ناکام ہیں اور آخرت میں بھی ناکام رہیں گے۔ خدا کو یہ بات انتہائی درجہ ناگوار ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرنے والے خود بے کل رہیں اور لوگوں کو اس عمل کی دعوت دیں جو خود نہ کرتے ہوں۔

زبان و قلم، انفرادی زندگی، خانگی تعلقات، ازدواجی حالات، سماجی معاملات اور اپنی روحانی واردات و کیفیات سے ایسا ماحول تشکیل دیجئے جو لوگوں کیلئے مشعل راہ ہو اور سکون ناآشنا لوگ اس طرز زندگی میں جوق در جوق شامل ہوں۔ پاکیزہ کردار، ذہنی سکون اور روحانی قدروں سے اچھا سماج تشکیل پاتا ہے۔ متوازن قدروں سے تشکیل شدہ نظام کی بنیاد عدل و انصاف پر ہوتی ہے تو ایسی تہذیب وجود میں آتی ہے جس تہذیب پر قائم لوگ فرشتوں کے مسجود ہوتے ہیں اور وہ فی الارض خلیفہ کی حیثیت سے کائناتی سلطنتوں پر حکمرانی کرتے ہیں۔

جنوری 1995ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’مسجدوں کو وہی لوگ آباد رکھتے ہیں جو خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔‘‘

فرض نمازیں باجماعت مسجد میں ادا کیجئے کیونکہ مسجد ایک ایسا مرکز ہے جس کے گرد مومن کی پوری زندگی گھومتی ہے۔ مسجد میں سکون سے بیٹھئے اور دنیا کی باتیں نہ کیجئے۔ مسجد میں اونچی آواز سے بات کرنا، شور مچانا، ہنسی مذاق اڑانا، کاروباری زندگی سے متعلق باتیں کرنا، ایسی باتیں کرنا جن میں دنیاوی آلائشیں شامل ہوں۔ مسجدوں کی بے حرمتی ہے۔ مسجد ایک ایسا مقدس مقام ہے جہاں صرف خدا کی عبادت کی جاتی ہے۔

خدا کی نظر میں روئے زمین کا سب سے زیادہ بہتر حصہ وہ ہے جس پر مسجد تعمیر کی جائے۔ قیامت کے دن ہیبت ناک دن میں جب کہیں کوئی سایہ نہ ہوگا۔ خدا اس دن اپنے اس بندے کو اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا جس نے کوئی مسجد تعمیر کی ہے۔ مسجد کی حفاظت اور خدمت کیجئے اور اس کو آباد رکھئے۔

جس طرح ہر آدمی کا ہر دوسرے آدمی پر حق ہے اسی طرح مسلمانوں پر مسجدوں کا بھی حق ہے۔ اور وہ حق یہ ہے کہ مسجد کا احترام کیا جائے اور یہ کہ وہاں اپنے اللہ کے سامنے بندہ سربسجود ہو۔ مسجد کا حق یہ ہے کہ آپ اس میں نماز قائم کریں، اللہ کا ذکر کریں تاکہ آپ کو اطمینان قلب نصیب ہو۔ نہایت ادب واحترام اور ترتیل کے ساتھ کلام پاک کی تلاوت کریں۔

خواتین کو چاہئے کہ وہ اپنے گھروں کی طرح مسجد کی زینت کا بھی خیال رکھیں۔ کوشش کریں کہ مسجد سے ان کا ذہنی تعلق قائم رہے۔ ہوشیار بچوں کو ان کے بڑوں کے ساتھ مسجد میں بھیجیں تاکہ بچوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ایک اللہ کی بندگی اور اطاعت کا شوق پیدا ہو۔

موجودہ زمانہ میں یہ بات عام ہوتی جا رہی ہے کہ لوگ قبرستان میں سگریٹیں پیتے ہیں۔ لاپرواہ لوگوں کی طرح ہنسی مذاق کرتے ہیں۔ دنیا اور لوازمات دنیا کی باتیں کرتے ہیں جب کہ قبر آخرت کا دروازہ ہے۔ اس دروازہ کو دیکھ کر آخرت کی فکر کیجئے۔

تاجدار دوعالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ قبر کے پاس بیٹھ کر فرمایا:

"قبر روزانہ انتہائی بھیانک آواز میں پکارتی ہے۔اے آدم کی اولاد! کیا تو مجھے بھول گئی؟ میں تنہائی کا گھر ہوں، میں اجنبیت اور وحشت کا مقام ہوں، میں کیڑے مکوڑوں کا مکان ہوں، تنگی اور مصیبت کی جگہ ہوں۔ان خوش نصیبوں کے علاوہ جن کیلئے خدا مجھ کو کشادہ اور وسیع کر دے، میں سارے انسانوں کیلئے ایسا ہی تکلیف دہ ہوں۔"

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

"قبر یا تو جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ۔"

ایک بار حضرت علیؓ قبرستان میں تشریف لے گئے۔ان کے ہمراہ حضرت کمیلؒ بھی تھے۔قبرستان پہنچ کر آپؓ نے ایک نظر قبروں پر ڈالی اور پھر قبر والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے قبر میں بسنے والو! اے کھنڈروں میں رہنے والو! اے وحشت اور تنہائی میں رہنے والو! کہو تمہاری کیا خیر خبر ہے؟ ہمارا حال تو یہ ہے کہ مال تقسیم کر لئے گئے۔اولادیں یتیم ہو گئیں۔بیویوں نے دوسرے خاوند کر لئے یہ تو ہمارا حال ہے۔اب تم بھی اپنی کچھ خیر خبر سناؤ! پھر آپؓ کچھ دیر خاموش رہے۔اس کے بعد حضرت کمیلؒ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

"کمیل! اگر ان قبروں کے باشندوں کو بولنے کی اجازت ہوتی تو یہ کہتے کہ بہترین توشہ پرہیز گاری ہے۔"

یہ کہہ کر حضرت علیؓ رونے لگے اور دیر تک روتے رہے۔پھر بولے:

"کمیلؒ! قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت ہی یہ بات معلوم ہو جاتی ہے۔"

فروری 1995ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی اور پرہیز گار بن جائو۔"

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں پر فرض رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ متقی کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ روزہ بندے کو ایسے مقام پر لاکر کھڑا کر دیتا ہے جہاں غیب یقین بن جاتا ہے۔

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا کوئی بدل نہیں ہے۔ روزے کے عظیم فوائد اور بے پایاں اثرات کو بیان کیا جائے تو اس کیلئے ہزاروں ورق بھی ناکافی ہوں گے۔ مختصر یہ کہ روزہ امراض جسمانی کا مکمل علاج ہے، روحانی قدروں میں اضافہ کرنے کا ایک موثر عمل ہے۔ برائیوں سے بچنے کیلئے ایک ایسی ڈھال ہے جس کا توڑ کوئی نہیں۔ روزہ دار ایک مخصوص دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے۔ قیامت کے دن روزہ اس بندہ کی سفارش کرے گا جس نے پورے ادب و احترام کے ساتھ روزہ کو خوش آمدید کہا تھا۔ روزہ رکھنے سے جسمانی کثافتیں دور ہو جاتی ہیں اور آدمی کے اندر لطیف روشنیوں کا بہائو تیز ہو جاتا ہے اور روشنیوں کے تیز بہائو سے آدمی کے ذہن کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔ اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اس کے سامنے فرشتے آجاتے ہیں اور وہ غیب کی دنیا میں اپنی روح کو سیر کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔

شعبان کی آخری تاریخ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لوگو! تم پر ایک بہت عظمت و برکت کا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں ایک رات ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔"

خدا نے اس مہینہ میں اپنے بندوں پر روزے فرض کئے ہیں۔ قرآن پاک اس مہینہ میں نازل ہوا۔ دوسری آسمانی کتابیں بھی اسی مہینہ میں نازل ہوئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رمضان کی پہلی یا تیسری تاریخ کو صحیفے عطا کئے گئے۔ حضرت دائود علیہ السلام کو رمضان المبارک کی ۱۲ یا ۱۸ کو زبور دی گئی۔ اسی مہینہ کی ۱۶ تاریخ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی رمضان المبارک کے مہینے کی ۱۲ تاریخ

کو انجیل دی گئی۔ مختصر یہ کہ رمضان جس میں نازل ہوا قرآن، ایک پُر عظمت اور حکمت سے معمور مہینہ ہے جو انسانی شعور کو مصفی اور صیقل بنا دیتاہ۔ محض اس کے لئے بھوکے پیاسے رہنے سے آدمی کی روح آسمانوں کی وسعتوں میں پرواز کر کے عرش کی رفعتوں کو چھو لیتی ہے۔ یہی وہ باسعادت مہینہ ہے جس میں حضرت جبریل علیہ السلام نبی مکرم، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سناتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنتے تھے۔

آپ بھی قرآن ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھیۓ اس عمل سے خدا کے ساتھ بندہ کا تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ دل کھول کر غریبوں، بیوائوں، یتیموں اور ناداروں کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیجئے۔ فیاضی اور سخاوت کے پیکر، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بہت زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

آیئے! عہد کریں کہ ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ پر عمل کر کے اپنے غریب بھائیوں کی ہر طرح مدد کریں گے۔

مارچ 1995ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس کی تلاوت روزانہ کرتا رہا اس کی مثال ایسی ہے جیسے مشک سے بھری زنبیل...... کہ اس کی خوشبو چار سو مہک رہی ہے اور جس شخص نے قرآن پڑھا لیکن اس کی تلاوت نہیں کرتا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے مشک سے بھری ہوئی بوتل کہ اس کو ڈاٹ لگا کر بند کر دیا گیا ہے۔

تلاوت سے پہلے طہارت، یکسوئی، توجہ اور پاک صاف جگہ کا ہونا بہت ضروری ہے۔ جب آپ قرآن پاک کی تلاوت کریں تو پورے احترام، حضور قلب اور سلیقہ کے ساتھ تجوید اور ترتیل کا خیال رکھیں۔ حروف ٹھیک ٹھیک اور ٹھہر ٹھہر کر ادا کریں۔

قرآن پاک نہ زیادہ زور سے پڑھئے، نہ بالکل آہستہ، بلکہ درمیانی آواز سے پڑھئے۔ خداوند قدوس کی ہدایت ہے:

''اور اپنی نماز میں نہ تو زیادہ زور سے پڑھئے اور نہ بالکل ہی دھیرے دھیرے بلکہ دونوں کے درمیان کا طریقہ اختیار کیجئے۔''

جو لوگ قرآن کی تلاوت اس لئے کرتے ہیں کہ لوگ انہیں نیکوکار سمجھیں یا لوگ ان کے گرویدہ ہو جائیں، اپنی خوش الحانی کا سکہ جمانے اور اپنی دینداری کی دھاک بٹھانے کیلئے قرآن پڑھتے ہیں تو ایسے بندے قرآن کی ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔

ہم سب کے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''میری امت کیلئے سب سے بہتر عبادت قرآن کی تلاوت ہے۔ بندہ تلاوت قرآن کے ذریعے خدا کا سب سے زیادہ قُرب حاصل کرتا ہے۔''

اللہ کے دوست جن کیلئے اللہ نے یہ ساری کائنات تخلیق کی اور جن کی بادشاہت عالمین پر محیط ہے اور جن کیلئے چاند، سورج، ستارے، ارض و سماوات اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب مسخر کر دیا گیا ہے۔ ایک بار چٹائی پر سو رہے تھے۔ چٹائی پر لیٹنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر چٹائی کے نشانات پڑ گئے۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود یہ دیکھ کر رونے لگے۔

رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ کو روتے ہوئے دیکھ کر ارشاد فرمایا:

''کیوں رو رہے ہو؟''

حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیصر و کسریٰ تو ریشم اور مخمل کے گدوں پر سوئیں اور آپ ﷺ بوریئے پر۔''

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ رونے کی بات نہیں۔ قیصر و کسریٰ کیلئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

ترجمہ: ''شکر و تعریف خدا ہی کیلئے ہے جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور جس نے ہمارے کاموں میں بھرپور مدد فرمائی اور جس نے ہمیں رہنے کو ٹھکانہ بخشا۔ کتنے ہی لوگ ہیں جن کا نہ کوئی معین و مددگار ہے نہ کوئی ٹھکانہ دینے والا۔''

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار ایک انصاری خاتون آئیں اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر دیکھا۔ گھر جا کر اس خاتون نے اون بھر کر خوبصورت اور نرم و ملائم بستر تیار کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھیج دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے اور وہ نرم و ملائم بستر رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا۔

''یہ کیا ہے؟''

میں نے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں انصاری خاتون آئی تھیں اور آپ ﷺ کا بستر دیکھ کر گئی تھیں۔ یہ بستر ان ہی خاتون نے آپ ﷺ کیلئے بھیجا ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نہیں، اس کو واپس کر دو۔''

مجھے یہ بستر ہی پسند تھا اس لئے واپس کرنے کو دل نہیں چاہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا اصرار فرمایا کہ بالآخر واپس کرنا پڑا۔

اپریل 1995ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی نیابت عطا فرمائی تو فرشتوں نے عرض کیا کہ یہ زمین پر فساد پھیلائے گا۔ یہ بتانے کے لئے آدم کے اندر شر اور فساد کے ساتھ فلاح و خیر کا سمندر بھی موجزن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے کہا کہ ہماری تخلیقی صفات بیان کرو۔ جب آدمؑ نے تخلیقی صفات اور تخلیق میں کام کرنے والے فارمولے (اسمائ) بیان کیے تو فرشتے برملا پکار اٹھے:

''پاک اور مقدس ہے آپ کی ذات، ہم کچھ نہیں جانتے مگر جس قدر علم آپ نے ہمیں بخش دیا ہے۔ بے شک و شبہ آپ ہی کی ذات علیم و حکیم ہے۔''

تفکر کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائناتی پروگرام دو طرزوں (خیر و شر) پر بنایا ہے اس لئے کہ فرشتوں ن ے جو کچھ کہا اس کی تردید نہیں کی گئی ہے۔ بات کچھ یوں بنی کہ آدم کو جب تک اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم منتقل نہیں ہوتا وہ سرتاپا شر اور فساد ہے اور تخلیق کا علم منتقل ہونے کے بعد سراپا خیر ہے۔

آدمؑ کے وجود سے پہلے فرشتے موجود تھے۔ جن میں شر اور فساد نہیں تھا۔ پس ایک مخلوق پیدا کی گئی جس میں خیر اور شر دونوں کے عناصر پورے پورے موجود ہیں تاکہ یہ مخلوق شر کو نظر انداز کر دے خیر کا پرچار کرے خود بھی خیر (صراط مستقیم) پر قائم رہے اور اپنے بھائی بہنوں کو بھی دعوت دے، یہی وہ دعوت ہے جسے عام کرنے کے لئے چوبیس لاکھ پیغمبر بھیجے گئے اور یہی وہ دعوت ہے جو تبلیغ ہے۔

دین کو پھیلانے کے لئے ہمیشہ دو طریقے رائج ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ مخاطب کی ذہنی صلاحیت کو سامنے رکھ کر اس سے گفتگو کی جائے۔ اور حسن اخلاق سے اس کو اپنی طرف مائل کیا جائے۔ اس کی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔ اس کی پریشانی کو اپنی پریشانی سمجھ کر تدارک کیا جائے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تحریر و تقریر سے اپنی بات دوسروں تک پہنچائی جائے۔

تحریر قاری کے اوپر ایک تاثر چھوڑ دیتی ہے ایسا تاثر جو ذہن کے اندر فکر و فہم کی تخم ریزی کرتا ہے اور پھر یہی فکر و فہم ایک تناور درخت بن جاتا ہے۔

اپنی تحریر و تقریر میں ہمیشہ اعتدال کا راستہ اختیار کیجئے۔ الفاظ کی نشست و برخاست ایسی ہو کہ سننے اور پڑھنے والے کے اوپر امید اور تعلق خاطر کی کیفیت طاری ہو جائے۔ خوف کو درمیان میں نہ لایئے کہ خوف پر مبالغہ آمیز زور سے بندہ خدا کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے اور اسے اپنی اصلاح و نجات نہ صرف مشکل بلکہ محال نظر آنے لگتی ہے۔ تحریر میں ایسے الفاظ لکھئے جن میں رجائیت نہ ہو۔ خدا سے محبت کا ایسا تصور پیش کیجئے کہ خوف کی جگہ ادب و احترام ہو تاکہ وہ خدا کی رحمت اور بخشش کو اس کے پورے ادب اور احترام کے ساتھ قبول کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی مقام ہے:

''بہترین عمل وہ ہے جو مسلسل کیا جاتا ہے چاہے وہ کتنا ہی تھوڑا ہو۔''

دین کی دعوت اور روحانی علوم کی اشاعت کے لئے تھوڑا سا کام کیجئے لیکن مسلسل کیجئے۔ لوگوں کو روحانی صلاحیتوں سے استفادہ کرنے کی دعوت دیجئے اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات، تکالیف اور آزمائشوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کیجئے۔

مئی 1995 ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

خداوند اقدس و مکرم نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کو فرشتوں کی ایک جماعت کے پاس جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جاؤ اور ان بیٹھے ہوئے فرشتوں کو سلام کرو اور وہ سلام کے جواب میں جو دعا دیں اس کو غور سے سن کر حافظہ میں محفوظ کر لو۔ اس لئے کہ یہی تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے دعا ہو گی۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں کے پاس پہنچے اور کہا...... السلام علیکم۔

فرشتوں نے جواب دیا...... السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ یعنی فرشتوں نے ورحمتہ اللہ کا اضافہ کر کے حضرت آدم علیہ السلام کے سلام کا جواب دیا۔

دنیا کا ہر آدم زاد آپ کا بھائی ہے۔ میں آپ کا بھائی ہوں، آپ میرے بھائی ہیں۔ وہ میری بہن ہے، میں اس کا بھائی ہوں۔ ان سب بہن بھائیوں میں من حیث القوم پہلے قرابت داروں کا حق زیادہ ہوتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ ہمارے اوپر نوع انسانی کے حقوق عائد نہیں ہوتے۔ کنبہ برادری، ملک و قوم اپنی جگہ، ہر آدم زاد پر دوسرے آدم زاد کا حق ہے اور وہ حق یہ ہے کہ ایک باپ آدم اور ایک ماں حوا کے رشتے سے ہم اپنے بھائیوں اور بہنوں کو دعوت حق دیں۔ دعوت حق قبول کرنے والا کسی بھی علاقہ کا ہو، کسی رنگ اور نسل کا ہو، وہ کوئی بھی زبان بولتا ہو، آپ کا اس سے تعارف ہو یا نہ ہو آپ اس کے ساتھ خلوص محبت کا اظہار کر کے سلام میں پہل کیجئے۔ آپ اپنے گھروں میں جب داخل ہوں تو گھر والوں کو بھی سلام کریں۔

آپ جب اپنے بھائی، اپنے عزیز، اپنے دوست سے ملاقات کے وقت السلام علیکم کہتے ہیں تو اس کے معانی یہ ہوتے ہیں کہ آپ نے اپنے بھائی کے لئے دل کی گہرائی سے دعا کی ہے کہ اے اللہ! اس کے جان و مال کو سلامت رکھ، اس کے گھر بار کی حفاظت فرما، میرے بھائی کے اہل و عیال اور متعلقین کی سلامتی کے ساتھ حفاظت فرما۔ اس کی دنیا بھی اچھی ہو اور دین بھی روشن اور تابناک ہو۔ اے اللہ! میرے بھائی، میرے عزیز، میرے دوست اور میرے ہم جنس کو ان نوازشات سے نواز دے جو میرے علم میں ہیں اور ان انعامات سے مستفیض فرما جو میرے علم میں نہیں ہیں۔

جب ایک بھائی دوسرے بھائی کو سلام کرتا ہے تو دراصل وہ کہنا چاہتا ہے کہ:

''اے میرے بھائی! میرے دل میں تمہارے لئے خیر خواہی، محبت و خلوص، سلامتی اور عافیت کے انتہائی گہرے جذبات موجزن ہیں۔ تم بھی میری طرف سے اندیشہ نہ کرنا۔ انشاءاللہ میرے طرز عمل سے تمہیں بھی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ السلام علیکم کے معانی اور مفہوم کو اگر شعوری حواس کے ساتھ سوچ سمجھ کر زبان سے ادا کیا جائے تو مخاطب کے اندر یگانگت، قلبی تعلق اور وفاداری کے جذبات پیدا ہوں گے۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوع انسانی کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب بھی کوئی ایک دوسرے سے میل ملاقات کرے تو دونوں مسرت و محبت کے جذبات کا تبادلہ کریں اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر دو ایک دوسرے کے لئے سلامتی، عافیت اور نیک خواہش کا اظہار کرے۔ ایک بندہ یہ کہے......السلام علیکم تو دوسرا یہ جواب دے......وعلیکم السلام۔

اللہ تعالیٰ کے حضور بھائیوں کے لئے یہ دعا باہمی الفت و محبت کو استوار کرتی ہے۔

جون 1995ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور دعا کرو کہ پروردگار ان دونوں پر رحم فرما جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی۔''

اے پروردگار! جس رحمت و محبت تکلیف اور جانفشانی سے انہوں نے پرورش کی اور میری خاطر اپنے شب و روز میرے اوپر نثار کر دیئے تو بھی ان کے حال پر نظر کرم فرما۔

اے خدا! اب یہ بوڑھاپے کی کمزوری اور بے بسی میں مجھ سے زیادہ خود رحمت و شفقت کے محتاج ہیں۔ پروردگار میں ان کی خدمت کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتا۔ تو ہی ان کی سرپرستی فرما اور ان کے اوپر اپنی رحمتوں کی بارش برسادے۔

ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک آدمی آیا اور اپنے باپ کی شکایت کرنے لگا کہ وہ جو چاہتے ہیں میرا مال لے لیتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو طلب فرمایا۔ لاٹھی ٹیکتا ہوا ایک بوڑھا اور کمزور شخص حاضر خدمت ہوا۔ آدمی نے جو شکایت کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوڑھے شخص کو بتائی تو اس نے کہا۔

''خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک زمانہ تھا۔ جب یہ کمزور اور بے بس تھا اور مجھ میں طاقت تھی۔ میں مالدار تھا اور یہ خالی ہاتھ تھا۔ میں نے کبھی اس کو اپنی چیز لینے سے نہیں روکا۔ آج میں کمزور ہوں اور یہ تندرست اور قوی ہے۔ میں خالی ہاتھ ہوں اور یہ مالدار ہے۔ اب یہ اپنا مال مجھ سے بچا بچا کے رکھتا ہے۔''

بوڑھے باپ کی باتیں سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے۔ اور بوڑھے کے لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

''تو خود اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

ماں باپ اگر غیر مسلم ہوں تب بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ادب و احترام کے ساتھ ان کی خدمت کرتے رہئے۔البتہ اگر وہ شرک اور معصیت کا حکم دیں تو ان کی اطاعت سے انکار کر دیجئے۔

''اور اگر ماں باپ دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک بناؤ جس کا تمہیں کوئی علم نہیں ہے تو ہر گز ان کا کہنا نہ مانو۔اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہو۔''

حضرت اسماؓء فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں میرے پاس میری والدہ تشریف لائیں اس وقت وہ مسلمان نہیں تھیں۔میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ آئی ہیں اور وہ اسلام سے متنفر ہیں۔کیا میں ان کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرتی رہو۔''

باپ کے مقابلے میں ماں کے احسانات اور قربانیاں بہت زیادہ ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ماں کا حق باپ سے زیادہ متعین کیا ہے اور ماں کے ساتھ حسن سلوک کی خصوصی ترغیب دی ہے۔

جولائی1995ء

نورِالٰہی

نورِنبوت

اہل ایمان کے دلوں میں دولت کی اہمیت کو کم کرنے اور انہیں عطیہ خداوندی کا احساس دلانے کے لئے قرآن پاک میں جگہ جگہ اللہ کی مخلوق کے لئے مال ودولت کو کھلا رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ طرح طرح سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ پاک اور حلال کمائی میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے۔ مال ودولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے متعلق یہاں تک کہہ دیا گیا کہ

’’تم نیکی اور اچھائی کو نہیں پاسکتے۔ جب تک کہ وہ چیز اللہ کی راہ میں نہ دے دو جو تمہیں عزیز ہے۔‘‘

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی حد کو وسیع کرتے ہوئے کہا گیا کہ

’’اے نبی ﷺ! وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں۔ کہہ دو کہ اپنی ضرورت سے زائد۔‘‘

ان احکام خداوندی کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ کی مخلوق کی خدمت کے لئے زیادہ سے زیادہ خرچ کیجئے۔ یہ کام سب سے پہلے اپنے مستحق رشتہ داروں سے شروع کیجئے اور پھر اس میں دوسرے ضرورت مندوں کو بھی شامل کرلیجئے۔

یاد رکھئے! جو کچھ آپ اللہ کے لئے خرچ کریں وہ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو اس میں کوئی غرض، بدلہ یا شہرت کا حصول پیش نظر نہ ہو۔

ضرورت مندوں کی امداد پوشیدہ طریقے سے کریں تاکہ آپ کے اندر بڑائی یا نیکی کا غرور پیدا نہ ہو اور نہ ان کی عزت نفس مجروح ہو۔ کسی کو کچھ دے کر احسان نہ جتائیں اور نہ نمود ونمائش کا اظہار کریں۔

ارشاد خداوندی ہے:

’’مومنو! اپنے صدقات احسان جتا کر اور غریبوں کا دل دکھا کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے۔‘‘

ایک مرتبہ زبان نبوت ﷺ یوں گویا ہوئی:

''اے آدم کے بیٹے! تیرا دینا تیرے لئے بہتر اور تیرا رکھ چھوڑنا تیرے لئے بُرا ہے۔''

انسان کامل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سخاوت، فیاضی اور مستحقین کی دست گیری میں سب سے ممتاز تھے۔ صحابہؓ کا کہنا ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخی اور فیاض کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ آپ کا طرز عمل اور اعلیٰ عملی نمونہ تھا جس نے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا۔ جس میں لوگ اپنی کمائی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بے قرار رہتے تھے۔

ہمارے اوپر فرض ہے کہ ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں اپنی کمائی کو مخلوق خدا کی بھلائی کے بہترین مصرف میں صرف کریں تاکہ اس سے ہماری اپنی ذات کی نشوونما ہو اور معاشرہ سے معاشی ناہمواری کے عفریت کا خاتمہ ہو جائے۔ رحمت اللعالمین نے ارتکاز دولت پر بار بار اظہار ناپسندیدگی فرمایا اور اسے مستحقین کی ضروریات پر خرچ کرنے کی تلقین فرمائی۔

اگست 1995ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اخلاق خوش مزاجی اور دل کی نرمی کو پرکھنے کے لئے اصل مقام آپ کا گھر ہے جہاں آپ اپنی بیوی اور بچوں سے محبت بھی کرتے ہیں اور اصلاح و تربیت کے لئے اپنا اقتدار بھی چاہتے ہیں۔ گھر کی بے تکلف زندگی میں ہی طبیعت اور مزاج کا ہر رخ سامنے آتا ہے۔ صحیح معنوں میں وہی بااخلاق اور نرم خو ہے جو حفظ مراتب کے ساتھ اپنے گھر والوں سے خندہ پیشانی اور مہربانی سے پیش آئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں......

’’میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سب چھپ جاتیں۔ آپ ﷺ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایک ایک کو میرے پاس بھیجتے تاکہ وہ میرے ساتھ کھیلیں۔‘‘

مرد کے اوپر فرض ہے بچوں اور بیوی کی تمام ضروریات کو پورا کرے۔ عورت کے اوپر فرض ہے کہ وہ ازدواجی زندگی خوشگوار بنائے رکھے۔ دونوں کو چاہیئے کہ اپنے قول و عمل اور انداز و اطوار سے ایک دوسرے کو خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ کامیاب ازدواجی زندگی کا یہی راز ہے اور خدا کو خوش رکھنے کا ذریعہ بھی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جو اولاد دیتا ہے اسے کبھی ضائع نہ کیجئے۔ پیدا ہونے سے پہلے یا پیدا ہونے کے بعد اولاد کو ضائع کرنا بدترین سنگ دلی، بھیانک ظلم، انتہائی بزدلی اور دونوں جہان کی تباہی ہے۔ ولادت کے وقت ولادت والی عورت کے پاس آیت الکرسی اور سورہ اعراف کی آیتیں ۵۴۔۵۵ پڑھیں اور سورہ فلق اور سورہ الناس پڑھ کر دم کریں۔ ولادت کے بعد بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہئے۔ اذان اور اقامت کے بعد کسی نیک مرد یا نیک عورت سے کھجور چبوا کر بچے کے تالو میں لگایئے اور بچے کے لئے خیر و برکت کی دعا کرایئے۔ بچوں کے نام ایسے رکھئے جن کے معانی اور مفہوم اچھے ہوں اور پھر ساتویں دن عقیقہ کیجئے۔

بچوں کو ڈرایئے نہیں کیونکہ ابتدائی عمر میں دماغ میں چھپا ہوا ڈر ساری عمر ذہن سے چمٹا رہتا ہے اور خوف زدہ بچے زندگی میں کوئی بڑا کام سر انجام دینے کے قابل نہیں رہتے۔

اولاد کو ہر وقت سخت و سست کہنا اور ہر وقت برا کہتے رہنا بھی غلط ہے۔ اس سے بچے کی صحیح پرورش نہیں ہوتی اور وہ ڈانٹ ڈپٹ کو روز کا معمول سمجھنے لگتا ہے۔ بچے نادان ہوتے ہیں۔ ان کی کوتاہیوں پر بیزار ہونے کے بجائے یہ سوچئے کہ آپ بھی ان ہی کی طرح بچے تھے اور آپ سے بے

شمار کوتاہیاں سرزد ہوتی تھیں۔ نفرت کا اظہار کرنے کے بجائے حکمت، تحمل اور بردباری سے ان کو سمجھایئے۔ان کو یہ تاثر دیجئے کہ آپ ان کے ہمدرد ہیں......ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیریئے تاکہ ان کے اندر اطاعت اور فرماں برداری کے جذبات ابھر آئیں۔

ستمبر 1995ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

بلاشبہ وہ ایک سچے نبی تھے۔ جب انہوں نے اپنے والد سے کہا، باباجان! آپ ان چیزوں کی عبادت کیوں کر رہے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کے کسی کام آسکتی ہیں؟ باباجان! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا ہے۔ آپ میرے کہے پر چلیں۔ میں آپ کو سیدھی راہ چلاؤں گا۔ باباجان! آپ شیطان کی بندگی نہ کریں۔ شیطان تو بڑانافرمان ہے۔ باباجان! مجھے ڈر ہے کہ رحمان کا عذاب آپکڑے اور آپ شیطان کے ساتھی بن کر رہ جائیں۔

باپ نے کہا۔ ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے پھر گئے ہو، اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دوں گا اور جاؤ ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جاؤ۔

ابراہیم نے کہا۔ آپ کو میرا سلام ہے، میں اپنے پروردگار سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کی بخشش فرمادے۔ بے شک میرا رب مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔ میں آپ لوگوں سے بھی کنارہ کرتا ہوں اور ان ہستیوں سے بھی جن کو خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو، میں تو اپنے رب کو ہی پکاروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر ہرگز نامراد نہ ہوں گا۔

(سورہ مریم ۴۱۔۴۸)

اللہ کے پیغام کو پہنچانے اور ہر قسم کی قربانی کے لئے اپنے اندر ہمت وعزم پیدا کر کے خدا کی راہ میں وقت اور پیسہ خرچ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے صعوبتیں برداشت کرنا اور لوگوں تک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچادینا امت مسلمہ پر فرض اور ان نعمتوں کا شکر ہے جو اللہ ہمارے رب نے ہمیں دی ہوئی ہیں۔

حضرت خبابؓ فرماتے ہیں:

’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے سائے میں چادر سر کے نیچے رکھ کر آرام فرمارہے تھے، ہم آپ ﷺ کے پاس شکایت لے کر پہنچے۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہمارے لئے خدا سے مدد طلب نہیں فرماتے، آپ اس ظلم کے خاتمے کی دعا نہیں کرتے۔‘‘

حضور اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا۔ تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے بعض کے لئے گڑھا کھودا جاتا پھر اس گڑھے میں کھڑا کر دیا جاتا پھر آرا لایا جاتا اور ان کے جسم کو چیرا جاتا یہاں تک اس کے جسم کے دو ٹکڑے ہو جاتے پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتا اور اس کے جسم میں لوہے کے کنگھے چبھوئے جاتے جو گوشت سے گزر کر ہڈیوں اور پٹھوں تک پہنچ جاتے مگر وہ خدا کا بندہ حق سے نہ پھرتا قسم ہے خدا کی یہ دین غالب ہو کر رہے گا۔ یہاں تک کہ سوار (یمن کے دارالخلافہ) صنعائے سے حضر موت تک کا سفر کرے گا اور راستے میں خدا کے سوا اس کو کسی کا خوف نہیں ہو گا۔ البتہ چرواہوں کو صرف بھیڑیوں کا خوف ہو گا کہ کسی بکری کو اٹھا نہ لے جائیں۔ لیکن افسوس کہ تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔

اکتوبر 1995ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی برکت والی ہے تاکہ وہ اس میں غور و فکر کریں اور عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔''

قرآن کریم کو اس عزم، اس ولولہ اور اس ہمت کے ساتھ پڑھئے کہ اس کی نورانی کرنوں سے ہمیں اپنی زندگی سنوارنی ہے۔ قرآن آئینے کی طرح آپ کے اندر ہر داغ اور ہر دھبہ نمایاں کر کے پیش کرتا ہے۔ قرآن ایک ایسی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ قرآن پاک میں بیان کردہ نعمتوں سے کتنا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

قرآن پاک ایک ایسی کتاب ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور یہ کتاب ان لوگوں کو ہدایت بخشتی ہے جو متقی ہیں۔ اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر یقین رکھتے ہیں اور یقین کی انتہا یہ ہے کہ آدمی کے اندر کی نظر کھل جاتی ہے اور غیب اس کے لئے مشاہدہ بن جاتا ہے۔ جب تک مشاہدہ عمل میں نہ آئے یقین کی تعریف پوری نہیں ہوتی۔ قرآن پاک ایک ایسی یقینی دستاویز ہے جس دستاویز میں معاشرتی قوانین کے ساتھ ساتھ ایسے فارمولے درج ہیں جن کے اوپر تسخیر کائنات کا دار و مدار ہے۔ ان فارمولوں میں اس بات کی پوری وضاحت موجود ہے کہ ہم علم الکتاب حاصل کر کے زمان و مکان Time & Space کی گرفت کو توڑ سکتے ہیں۔ قرآن پاک کے علوم کو جاننے والا اور سمجھنے والا کوئی بندہ بغیر وسائل کے خلاء میں پرواز کرنے اور ایک جگہ سے دور دراز دوسری جگہ کسی چیز کو منتقل کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ یہی بندہ اللہ تعالیٰ کا انعام یافتہ ہوتا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں موجود تمام اشیاء اس کے لئے مسخر ہوتی ہیں۔

روئے زمین پر انسان کو اگر ہدایت مل سکتی ہے تو صرف اللہ کی کتاب قرآن پاک سے مل سکتی ہے۔

تخلیقی قوانین (فارمولوں) کے یکتا ماہر اللہ تعالیٰ کی مشیت احسن الخالقین کے امین کائنات کے سرتاج رحمت اللعالمین سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

''اپنی آواز اور اپنے لہجے سے قرآن کو آراستہ کرو۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کے ایک ایک حرف کو واضح کر کے اور ایک ایک آیت کو الگ کر کے پڑھا کرتے تھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''قرآن پڑھنے والوں سے قیامت کے روز کہا جائے گا...... جس ٹھہراؤ اور خوش الحانی کے ساتھ تم دنیا میں بنا سنوار کر قرآن پڑھا کرتے تھے اسی طرح قرآن کی تلاوت کرو اور ہر آیت کے صلے میں ایک درجہ بلند ہوتے جاؤ۔ تمہارا ٹھکانہ تمہاری تلاوت کی آخری آیت کے قریب ہے۔''

قرآن پاک اس طرح نہ پڑھئے کہ گانے کا گمان ہو، نہ اتنی دھیمی آواز میں پڑھئے کہ کچھ سمجھ میں نہ آئے۔

''اور اپنی نماز میں نہ تو زیادہ زور سے پڑھئے اور نہ بالکل آہستہ آہستہ بلکہ دونوں کے درمیان کا طریقہ اختیار کیجئے۔'' (قرآن)

نبی برحق آقائے کونین، باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ساری رات ایک ہی آیت کی تلاوت فرماتے رہے۔

''اے خدا! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو انتہائی زبردست اور نہایت حکمت والا ہے۔''

یاد رکھئے! جو دل گندے اور نجس خیالات کی آماج گاہ ہے اور جس دل میں طہارت اور پاکیزگی نہیں ہے وہ دل قرآن پاک کی عظمت و رفعت سے خالی رہتا ہے۔ دل کی پاکیزگی اور طہارت کے لئے پہلا مرحلہ حلال روزی ہے۔

نومبر 1995ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

ان الدین عنداللہ الاسلام اور خدا کے نزدیک دین تو بس اسلام ہے۔ اسلام کی تعلیمات حاصل کر کے اپنے اندر بصیرت پیدا کیجئے۔ یقین رکھئے خدا کے نزدیک دین سلامتی اور راست بازی کا دین ہے۔ دین حق اسلام کو چھوڑ کر جو طریقہ بندگی بھی اختیار کیا جائے گا خدا کے ہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اللہ رب العزت کے یہاں وہی دین صحیح دین ہے جو قرآن میں بالوضاحت بیان کر دیا گیا ہے اور جس کی عملی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ لوگوں کو صاف صاف بتا دیجئے کہ میں نے جو راہ اپنائی ہے، سوچ سمجھ کر پوری بصیرت کے ساتھ اپنائی ہے۔

''اے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اور میرے پیچھے چلنے والے پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور خدا ہر عیب سے پاک ہے اور میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں جو خدا کے ساتھ شریک کر رہے ہیں۔'' (سورہ یوسف)

دین اسلام کے نصب العین کی عظمت اور اہمیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر اس کے اصولوں پر قائم رہئے کہ یہی وہ عظیم کام ہے جس کے لئے خدا کی طرف سے ہمیشہ انبیاء آتے رہے ہیں۔ یہی وہ عطا ہے جو دونوں جہاں کی عظمت و سربلندی کا سرمایہ ہے۔

خدا جس شخص کو خیر سے نوازتا ہے اسے اپنے دین کا صحیح فہم اور گہری سوجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔ بلاشبہ دین کا صحیح ادراک اور دین کے اندر مخفی وظاہر حکمت تمام بھلائیوں، دانائیوں اور کامرانیوں کا سرچشمہ ہے۔ اس سعادت سے محروم بندہ کی زندگی میں توازن اور یکسانیت کا فقدان ہوتا ہے۔ ایسا بندہ زندگی کے ہر میدان اور زندگی کے ہر عمل میں عدم توازن کا شکار ہوتا ہے۔

یاد رکھئے! جو لوگ اپنی تربیت و اصلاح سے غافل ہو کر دوسروں کی اصلاح و تربیت کی بات کرتے ہیں وہ خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ہمیشہ تہی دامن رہتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ اپنے جلتے ہوئے گھر سے بے فکر ہیں اور پانی کی بالٹیاں لئے ہوئے اس تلاش میں سرگرداں ہیں کہ کوئی جلتا ہوا گھر انہیں مل جائے اور وہ اس آگ پر پانی کی بالٹیاں انڈیل دیں۔

جب تک آپ خود کو صراط مستقیم پر گامزن نہیں کریں گے آپ دوسروں پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ پہلے خود کو اسلام میں پورا پورا داخل کیجئے۔ جو کچھ دنیا کے سامنے پیش کریں، پہلے خود اس کی خوبصورت تصویر بن جایئے۔ جو پیغام دینا ہو پہلے اپنی ذات کو بتایئے۔ دوسروں کو نصیحت کرنے اور

دعوت دینے سے پہلے خود اس کی عملی تفسیر بن جایئے۔آپ جو دوسروں سے چاہتے ہیں پہلے خود کر کے دکھایئے۔دین حق کے دائمی معجزہ کا امتیاز یہ ہے کہ وہ خود اپنی دعوت کا سچا نمونہ ہوتا ہے جو کچھ وہ کہتا ہے عمل اور کردار اس کا شاہد و مشہود ہوتا ہے۔جن اعمال وافعال میں وہ نوع انسانی کی بھلائی دیکھتا ہے خود اس کا حریص ہوتا ہے۔

زبان و قلم،انفرادی زندگی،خانگی تعلقات،ازدواجی حالات، سماجی معاملات اور اپنی روحانی واردات وکیفیات سے ایسا ماحول تشکیل دیجئے کہ جو لوگوں کے لئے مشعل راہ ہو اور سکون ناآشنا لوگ اس طرز زندگی میں جوق در جوق شامل ہوں۔پاکیزہ کردار،ذہنی سکون اور روحانی قدروں سے اچھا سماج تشکیل پاتا ہے۔متوازن قدروں سے تشکیل شدہ نظام کی بنیاد عدل وانصاف پر ہوتی ہے تو ایسی تہذیب وجود میں آجاتی ہے جس تہذیب پر قائم لوگ فرشتوں کے مسجود ہوتے ہیں اور وہ فی الارض خلیفہ کی حیثیت سے کائناتی سلطنتوں پر حکمرانی کرتے ہیں۔

دسمبر 1995ء

نورِالٰہی

نورِنبوت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیجئے حکمت کے ساتھ عمدہ نصیحت کے ساتھ اور مباحثہ کیجئے ایسے طریقے پر جو انتہائی بھلا ہو۔''

قرآن پاک کی اس آیت سے ہمیں تین اصولی ہدایات ملتی ہیں۔

۱۔ شر سے محفوظ رہنے اور خیر کو اپنانے کے لئے دعوت حکمت کے ساتھ دی جائے۔

۲۔ نصیحت ایسے انداز میں نہ کی جائے جس سے دل آزاری ہوتی ہو، نصیحت کرتے وقت چہرہ بشاش ہو۔آنکھوں میں محبت اور یگانگت کی چمک ہو،آپ کا دل خلوص سے معمور ہو۔

۳۔اگر کوئی بات سمجھاتے وقت بحث مباحثہ کا پہلو نکل آئے تو آواز میں کرختگی نہ آنے دیں۔ تنقید ضروری ہو جائے تو یہ خیال رکھیں کہ تنقید تعمیری ہو۔ دلسوزی اور اخلاص کی آئینہ دار ہو۔ سمجھانے کا انداز ایسا دلنشین ہو کہ مخاطب میں ضد، نفرت، تعصب اور جاہلیت کے جذبات میں اشتعال پیدا نہ ہو اور اگر مخاطب کی طرف سے ضد اور ہٹ دھرمی کا اظہار ہونے لگے تو فوراً اپنی زبان بند کر لیجئے کہ اس وقت یہی اس کے حق میں خیر ہے۔

دین کی دعوت اور روحانی علوم کی اشاعت کے لئے تھوڑا کام کیجئے لیکن مسلسل کیجئے۔ لوگوں کو روحانی صلاحیتوں سے استفادہ کرنے کی دعوت دیجئے اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات، تکالیف اور آزمائشوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کیجئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی مقام ہے:

''بہترین عمل وہ ہے جو مسلسل کیا جاتا ہے چاہے وہ کتنا ہی تھوڑا ہو۔''

دین کو پھیلانے کے لئے ہمیشہ دو طریقے رائج رہے ہیں۔

ایک طریقہ یہ ہے کہ مخاطب کی ذہنی صلاحیت کو سامنے رکھ کر اس سے گفتگو کی جائے۔ اور حسن اخلاق سے اس کو اپنی طرف مائل کیا جائے۔اس کی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔اس کی پریشانی کو اپنی پریشانی سمجھ کر تدارک کیا جائے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تحریر و تقریر سے اپنی بات دوسروں تک پہنچائی جائے۔ موجودہ دور تحریر و تقریر کا دور ہے۔ فاصلے سمٹ گئے ہیں۔ زمین کا پھیلائو، ایک گلوب Globe میں بند ہو گیا ہے۔ آواز کے نقطہ نظر سے امریکہ اور کراچی کا فاصلہ ایک کمرہ سے بھی کم ہو گیا ہے۔ کراچی میں بیٹھ کر لندن امریکہ کی سرزمین پر اپنا پیغام پہنچا دینا روز مرہ کا معمول ہو گیا ہے۔ یہی صورتحال تحریر کی ہے۔

نشر و اشاعت کا ایک لا متناہی سلسلہ ہے امریکہ یا دور دراز کسی ملک میں ٹائپ ہونے والی تحریر کراچی یا اسلام آباد میں اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ جیسے کراچی میں ہی لکھی جا رہی ہے۔

تحریر قاری کے اوپر ایک تاثر چھوڑ دیتی ہے اور ایس تاثر جو ذہن کے اندر فکر و فہم کی تخم ریزی کرتا ہے اور پھر یہی فکر و فہم ایک تناور درخت بن جاتا ہے۔

اپنی تحریر اور تقریر میں ہمیشہ اعتدال کا راستہ اختیار کیجئے۔ الفاظ کی نشست و برخاست ایسی ہو کہ سننے اور پڑھنے والے کے اوپر امید اور تعلق خاطر کی کیفیت طاری ہو جائے۔ خوف کو درمیان میں نہ لائیے کہ خوف پر مبالغہ آمیز زور دینے سے بندہ خدا کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے اور اسے اپنی اصلاح اور نجات نہ صرف مشکل بلکہ محال نظر آتی ہے۔ تحریر میں ایسے الفاظ لکھئے جن میں رجائیت نہ ہو۔ خدا سے محبت کرنے کا ایسا تصور پیش کیجئے کہ خوف کی جگہ ادب و احترام ہو تاکہ وہ خدا کی رحمت اور بخشش کو اس کے پورے ادب اور احترام کے ساتھ قبول کرے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

"بہترین عالم وہ ہے جو لوگوں کو ایسے انداز سے مخلوق خدا کی طرف دعوت دیتا ہے کہ خدا سے بندے مایوس نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی خدا کا ایسا تصور پیش کرتا ہے کہ خدا کی نافرمانی کی سزا سے بے خوف ہو جائیں۔"

جنوری 1996ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

دنیا کا ہر آدم زاد آپ کا بھائی ہے۔ میں آپ کا بھائی ہوں۔ آپ میرے بھائی ہیں۔ وہ میری بہن ہے، میں اس کا بھائی ہوں۔ ان سب بہن بھائیوں میں من حیث القوم پہلے قرابت داروں کا حق زیادہ ہوتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ ہمارے اوپر نوع انسانی کے حقوق عائد نہیں ہوتے۔ کنبہ برادری، ملک و قوم اپنی جگہ، ہر آدم زاد پر دوسرے آدم زاد کا حق ہے اور وہ حق یہ ہے کہ ایک باپ آدمؑ اور ایک ماں حواؑ کے رشتے سے ہم اپنے بھائیوں اور بہنوں کو دعوت حق دیں۔ دعوت حق قبول کرنے والا کسی بھی علاقہ کا ہو، کسی رنگ اور نسل کا ہو، وہ کوئی بھی زبان بولتا ہو۔ آپ کا اس سے تعارف ہو یا نہ ہو آپ اس کے ساتھ خلوص و محبت کا اظہار کر کے سلام میں پہل کیجئے۔ آپ اپنے گھروں میں جب داخل ہوں تو گھر والوں کو بھی سلام کریں۔

جب دو افراد آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں۔ گفتگو کرنے سے پہلے اگر اس بات میں سبقت کی جائے کہ مخاطب کے سامنے ایسے الفاظ دہرائے جائیں کہ جن لفظوں سے اسے خوشی ہو اور اس کے ذہن کے اندر بند سلامتی کے دریچے کھل جائیں تو اس شخص کے اوپر ایک پر سکون کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ بات چیت کے وقت نرم خو اور خوش دل ہو جاتا ہے۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوع انسانی کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب بھی کوئی ایک دوسرے سے میل ملاقات کرے تو دونوں مسرت و محبت کے جذبات کا تبادلہ کریں اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر دو ایک دوسرے کے لئے سلامتی، عافیت اور نیک خواہش کا اظہار کریں۔ ایک بندہ یہ کہے السلام علیکم تو دوسرا یہ جواب دے وعلیکم السلام۔

اللہ تعالیٰ کے حضور بھائیوں کے لئے یہ دعا باہمی الفت و محبت کو استوار کرتی ہے۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے:

''تم لوگ جنت میں نہیں جا سکتے جب تک کہ مومن نہیں بنتے اور تم مومن نہیں بن سکتے جب کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو۔ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔''

آپ جب اپنے بھائی، اپنے عزیز، اپنے دوست سے ملاقات کے وقت السلام علیکم کہتے ہیں تو اس کے معانی یہ ہوتے ہیں کہ آپ نے اپنے بھائی کے لئے دل کی گہرائی سے دعا کی ہے کہ اے اللہ! اس کے جان و مال کو سلامت رکھ، اس کے گھر بار کی حفاظت فرما، میرے بھائی کے اہل و عیال اور

متعلقین کی سلامتی کے ساتھ حفاظت فرما۔ اس کی دنیا بھی اچھی ہو اور دین بھی روشن اور تابناک ہو۔ اے اللہ! میرے بھائی، میرے عزیز، میرے دوست اور میرے ہم جنس کو ان نوازشات سے نواز دے جو میرے علم میں ہیں اور ان انعامات سے مستفیض فرما جو میرے علم میں نہیں ہیں۔

جب ایک بھائی دوسرے بھائی کو سلام کرتا ہے تو دراصل وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ

''اے میرے بھائی! میرے دل میں تمہارے لئے خیر خواہی، محبت و خلوص، سلامتی اور عافیت کے انتہائی گہرے جذبات موجزن ہیں۔ تم بھی میری طرف سے اندیشہ نہ کرنا، انشاءاللہ میرے طرز عمل سے تمہیں بھی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ السلام علیکم کے معانی اور مفہوم کو اگر شعوری حواس کے ساتھ سوچ سمجھ کر زبان سے ادا کیا جائے تو مخاطب کے اندر یگانگت، قلبی تعلق اور وفاداری کے جذبات پیدا ہوں گے۔

باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''السلام خدا کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کو خدا نے زمین پر نازل فرمایا ہے۔ پس السلام کو آپس میں خوب پھیلائو۔

فروری1996ءسمہ

نورِالٰہی

نورِنبوت

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں پر فرض رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

''ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی اور پرہیز گار بن جائو۔''

اللہ تعالیٰ متقی کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر یقین رکھتے ہیں۔ روحانیت میں غیب پر یقین رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ غیب مشاہدے میں آجائے، اس لئے کہ بغیر مشاہدے کے یقین کی تکمیل نہیں ہوتی۔ روزہ بندہ کو ایسے دروازے پر لا کھڑا کرتا ہے جہاں غیب یقین بن جاتا ہے۔

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا کوئی بدل نہیں ہے۔ روزے کے عظیم فوائد اور بے پایاں اثرات کو بیان کیا جائے تو اس کے لئے ہزاروں ورق بھی ناکافی ہوں گے۔ مختصر یہ کہ روزہ امراض جسمانی کا مکمل علاج ہے، روحانی قدروں میں اضافہ کرنے کا ایک موثر عمل ہے۔ برائیوں سے بچنے کے لئے ایک ایسی ڈھال ہے جس کا توڑ کوئی نہیں۔ روزے دار ایک مخصوص دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے۔ قیامت کے دن روزہ اس بندہ کی سفارش کرے گا جس نے پورے ادب و احترام کے ساتھ روزہ کو خوش آمدید کہا تھا۔ روزہ رکھنے سے جسمانی کثافتیں دور ہو جاتی ہیں اور آدمی کے اندر لطیف روشنیوں کا بہائو تیز تر ہو جاتا ہے۔ روشنیوں کے تیز بہائو سے آدمی کے ذہن کی رفتار بڑھ جاتی ہے، اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اس کے سامنے فرشتے آجاتے ہیں اور وہ غیب کی دنیا میں اپنی روح کو سیر کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔

شعبان کی آخری تاریخ کو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''شعبان کی آخری تاریخ کو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''لوگوں! تم پر ایک بہت عظمت و برکت کا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں ایک رات ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔''

رمضان جس میں نازل ہوا قرآن، ایک پُر عظمت اور فضیلت و حکمت سے معمور مہینہ ہے جو انسانی شعور کو مصفیٰ اور صیقل بنا دیتا ہے۔ محض اللہ کے لئے بھوک پیاس سے رہنے سے آدمی کی روح آسمانوں کی وسعتوں میں پرواز کر کے عرش کی رفعتوں کو چھو لیتی ہے۔ یہی وہ باسعادت مہینہ ہے جس میں حضرت جبرئیلؑ نبی مکرم، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سناتے تھے اور رسول اللہ ﷺ قرآن سنتے تھے۔

آپ بھی قرآن ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھیۓ۔ اس عمل سے خدا کے ساتھ بندہ کا تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ دل کھول کر غریبوں، بیوائوں، یتیموں اور ناداروں کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیجئے۔ فیاضی اور سخاوت کے پیکر، اللہ کے رسول ﷺ رمضان میں بہت زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

آیئے! عہد کریں کہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ پر عمل کر کے اپنے غریب بھائیوں کی ہر طرح مدد کریں گے۔

مارچ 1996ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

زندگی میں مومن کو جو اعلیٰ کارنامے انجام دینا ہیں اور فی الارض خلیفہ کی جس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآہونا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ جسم میں جان ہو، ارادوں میں مضبوطی ہو، حوصلوں میں بلندی ہو اور زندگی ولولوں، امنگوں اور اعلیٰ جذبات سے بھرپور ہو۔ صحت مند اور زندہ دل افراد سے ہی زندہ قومیں بنتی ہیں اور ایسی ہی قومیں اعلیٰ قربانیاں پیش کر کے اپنا مقام پیدا کرتی ہیں، مسلمان کا مقصد حیات جب دنیا بن جاتا ہے تو وہ غم، غصہ، رنج و فکر، حسد، جلن، بدخواہی، تنگ نظری، مردہ دلی اور دماغی الجھنوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ اخلاقی بیماریاں اور ذہنی الجھنیں معدے کو بری طرح متاثر کرتی ہیں اور معدے کا فساد، صحت کا بدترین دشمن ہے۔ صحت خراب ہو جاتی ہے تو آدمی بزدل ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر خوف چھایا رہتا ہے۔

زیادہ منافع کمانے کے لالچ میں جو لوگ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں، چیزوں میں ملاوٹ کرتے ہیں، غریبوں کی حق تلفی کرتے ہیں اور مخلوق خدا کو پریشان کرتے ہیں وہ سکون کی دولت سے محروم ہو جاتے ہیں، ان کی زندگی اضطراب اور بے چینی کی تصویر ہوتی ہے۔ وہ ظاہری طور پر تو کتنے ہی خوش نظر آئیں، ان کا دل روتا رہتا ہے۔ ڈر اور خوف سائے کی طرح ان کے تعاقب میں رہتا ہے۔ وہ کسی کو اپنا ہمدرد نہیں سمجھتے اور کوئی ان کا ہمدرد نہیں ہوتا۔ جب چیزیں سستی ہوتی ہیں تو وہ غم میں گھلتے رہتے ہیں اور جب چیزوں کے دام بڑھ جاتے ہیں تو ان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے، جو لوگوں سے ناپ کر لیں اور پورا پورا لیں اور جب ناپ یا تول کر دیں تو کم کر دیں (اشیاء میں ملاوٹ بھی ناپ تول میں کمی کے زمرہ میں آتا ہے)۔ کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ زندہ کر کے اٹھائے بھی جائیں گے۔ ایک بڑے ہی سخت دن میں جس دن تمام انسان رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''میری امت پر وہ وقت آنے والا ہے جب دوسری قومیں اس پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کھانے والے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔''

کسی نے پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس زمانے میں ہماری تعداد اتنی کم ہو جائے گی کہ ہمیں نگل لینے کے لئے قومیں متحد ہو کر ہم پر ٹوٹ پڑیں گی؟''

ارشاد فرمایا:

”نہیں! اس وقت تمہاری تعداد کم نہ ہو گی بلکہ تم بہت بڑی تعداد میں ہو گے۔ البتہ تم سیلاب میں بہنے والے تنکوں کی طرح بے وزن ہو گے۔ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب نکل جائے گا اور تمہارے دلوں میں پست ہمتی گھر کر لے گی“۔

اس پر ایک آدمی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ پست ہمتی کیسے آ جائے گی؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اس وجہ سے کہ تم دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کرنے لگو گے۔“

اپریل 1996ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

دشمنوں کی فتنہ انگیزی اور ظلم و ستم سے گھبرا کر، بے ہمت، بزدل اور پریشان ہو کر، بے رحموں کے سامنے سرنگوں ہو کر اپنے قومی وقار کو داغدار کرنا دراصل احساس کمتری اور خود کو ذلیل کرنے کی علامت ہے۔ اس کمزوری کا کھوج لگایئے کہ آپ کے دشمن میں آپ پر ستم ڈھانے اور آپ کے ملی تشخص کو پامال کرنے کی جرأت کیوں ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی دو وجہیں بتائی ہیں۔

۱۔ مسلمان دنیا سے محبت کرنے لگیں گے۔

۲۔ موت ان کے اوپر خوف بن کر چھاجائے گی۔

مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ حالات کیسے بھی لرزہ خیز ہوں، وہ حق کی حمایت میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ شدید آزمائش میں بھی حق کا دامن نہیں چھوڑتا۔ کوئی موت سے ڈرائے تو وہ مسکرا دیتا ہے اور شہادت کا موقع آئے تو شوق و جذبے کے ساتھ اس کا استقبال کرتا ہے۔

ان اجتماعی امراض کے خلاف برابر جہاد کرتے رہیئے جن سے سوسائٹی میں خوف و دہشت کی گھٹائیں چھاجاتی ہیں اور پھر دشمنوں کے تسلط سے قوم بے بس ہو کر رہ جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جس قوم میں خیانت کا بازار گرم ہو جائے گا خدا اس قوم کے دلوں میں دشمن کا خوف اور دہشت بٹھا دے گا۔ جس معاشرے میں ناپ تول میں کمی اور ملاوٹ کا رواج عام ہو جاتا ہے۔ وہ ضرور قحط کا شکار ہو گی اور جہاں ناحق فیصلے ہوں گے وہاں لازماً خونریزی ہو گی۔ جو قوم بھی بدعہدی کرے گی اس پر بہرحال دشمن کا تسلط ہو کر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ الشوریٰ میں فرمایا ہے:

''اور تم پر جو مصائب آتے ہیں وہ تمہارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں اور خدا تو بہت خطائوں سے درگزر کرتا ہے۔''

قرآن پاک نے اس کا علاج بھی بتایا ہے:

''اور تم سب مل کر خدا کی طرف پلٹو، اے مومنو! تاکہ تم فلاح پائو۔''

گناہوں کے ہیبت ناک دلدل میں پھنسی ہوئی امت جب اپنے گناہوں پر نادم ہو کر خدا کی طرف پھر جذبۂ بندگی کے ساتھ پلٹتی ہے اور انتہائے ندامت سے اپنے گناہوں کی گندگی دھو کر خدا سے عہد وفا استوار کرتی ہے تو اس کیفیت کو قرآن توبہ کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ اور توبہ ہی ہر طرح کے فتنہ وفساد اور خوف ودہشت سے محفوظ ہونے کا حقیقی علاج ہے۔

حضور قلب کے ساتھ خدا کو یاد کیجئے۔ دل ودماغ، احساسات، جذبات، افکار وخیالات ہر چیز سے پوری طرح خدا کی طرف رجوع ہو کر یکسوئی اور دھیان کے ساتھ اللہ تعالٰی سے تعلق قائم کیجئے اور ساری زندگی کو تعلق باللہ کا نمونہ بنایئے۔

اللہ تعالٰی کے ساتھ ربط قائم ہو جانے سے انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر سکون کی بارش برستی رہتی ہے۔ روحانیت میں قیام صلوٰۃ کا ترجمہ ربط قائم کرنا ہے یعنی اپنے اللہ سے ہر حال اور ہر حرکت میں تعلق اور ربط قائم رکھا جائے۔ نماز کے ذریعے خدا سے قربت حاصل کیجئے۔ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس کے حضور سجدہ کرتا ہے۔

مئی 1996ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

دوستی کے انتخاب میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جن لوگوں سے آپ قلبی تعلق بڑھارہے ہیں ان کی اخلاقی حالت کیسی ہے۔دوستوں کی صحبت میں بیٹھ کر وہی رجحانات اور خیالات پیدا ہوتے ہیں جو دوستوں میں کام کر رہے ہیں۔لہٰذا قلبی لگاؤ اسی سے بڑھانا چاہئے کہ جس کا ذوق، افکار و خیالات اور دوڑ دھوپ اسوہ حسنہ کے مطابق ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور معاون ہیں۔''

دوستوں پر اعتماد کیجئے۔انہیں افسردہ نہ کیجئے۔ان کے درمیان ہشاش بشاش رہئے۔دوستی کی بنیاد خلوص، محبت اور رضائے الٰہی پر ہونی چاہئے نہ کہ ذاتی اغراض پر۔ایسا رویہ اپنایئے کہ دوست احباب آپ کے پاس بیٹھ کر مسرت، زندگی اور کشش محسوس کریں۔

ایک شب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا۔مانگئے۔آپ ﷺ نے دعا کی:

''خدایا! میں تجھ سے نیک کاموں کی توفیق چاہتا ہوں اور بُرے کاموں سے بچنے کی قوت چاہتا ہوں اور مسکینوں کی محبت چاہتا ہوں اور یہ کہ تو میری مغفرت فرمائے اور مجھ پر رحم فرمائے اور جب تو کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے اس حال میں اٹھالے کہ میں اس سے محفوظ رہوں اور میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی توفیق چاہتا ہوں جو تیرے قُرب کا ذریعہ ہو۔''

قیامت میں خدا فرمائے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو صرف میرے لئے لوگوں سے محبت کیا کرتے تھے۔آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا۔قیامت کے دن ایسے لوگوں کو جو قابل رشک شان و شوکت حاصل ہو گی ان کے لئے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''خدا کے بندوں میں کچھ ایسے ہیں جو نبی اور شہید تو نہیں ہیں لیکن قیامت کے روز خدا ان کو ایسے مرتبوں پر سرفراز فرمائے گا کہ انبیاء اور شہداء بھی ان کے مرتبوں پر رشک کریں گے۔''

صحابہؓ نے پوچھا۔وہ کون خوش نصیب ہوں گے یا رسول اللہ ﷺ!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے محض خدا کے لئے محبت کرتے تھے۔ نہ یہ آپس میں رشتہ دار تھے اور نہ ان کے درمیان کوئی لین دین تھا۔ خدا کی قسم! قیامت کے روز ان کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہوں گے۔ جب سارے لوگ خوف سے کانپ رہے ہوں گے تو انہیں کوئی خوف نہ ہو گا اور جب سارے لوگ غم میں مبتلا ہوں گے اس وقت انہیں قطعاً کوئی غم نہیں ہو گا۔‘‘.........اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

’’سنو! اللہ کے چاہنے والوں کے لئے نہ کسی بات کا خوف ہو گا اور نہ کسی قسم کا غم۔‘‘

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ قیامت کے روز جب عرش الٰہی کے سوا کہیں کوئی سایہ نہ ہو گا، سات قسم کے افراد عرش الٰہی کے سائے میں ہوں گے۔ ان میں ایک قسم کے افراد وہ دو آدمی ہوں گے جو محض خدا کے لئے ایک دوسرے کے دوست ہوں گے۔ خدا کی محبت نے انہیں باہم جوڑا ہو گا اور اسی بنیاد پر وہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے ہوں گے یعنی ان کی دوستی خدا کی خاطر ہو گی اور زندگی بھر وہ اس دوستی کو قائم رکھنے اور نبھانے کی کوشش کریں گے۔ اور جب ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے جدا ہو کر دنیا سے رخصت ہو رہا ہو گا تو اسی حال میں کہ ان کی یہ دوستی قائم ہو گی اور اس دوستی کی حالت میں وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں گے۔

جون 1996ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

بندہ کے اندر جب ایمان پختہ یعنی یقین کی دنیا روشن ہو جاتی ہے تو وہ دشمنوں کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ وسوسے اور شیطانی افکار اس کے قریب نہیں آتے۔ ایسے بندوں کے اوپر سلامتی کی راہیں کھل جاتی ہیں اور اس کی ذہنی صلاحیتیں بحال ہو جاتی ہیں۔ اس کے اندر بالیدگی پیدا کرنے والی روحانی غذائوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مصائب و آلام دم توڑ دیتے ہیں۔ سکون اور اطمینان قلب کی دولت نصیب ہو جاتی ہے۔

ترجمہ: ''اور جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان (یقین) رکھتے ہیں تو ان کو میرا سلام پہنچا دیجئے اور کہہ دیجئے کہ تمہارے رب نے تم پر اپنی مہربانی کرنا اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے۔''

ایمان، ایقان کے لئے ضروری ہے کہ بندہ خود ساختہ معبودوں کی نفی کر کے ایک ایسے معبود کی ربوبیت کا اقرار بللسان اور تصدیق قلب کے ساتھ اقرار کرے۔ اسلامی تعلیمات کی بنیاد توحید و رسالت پر ہے۔ یعنی ایک معبود اور اس کے فرستادہ رسول کو زبان سے اور دل سے تسلیم کیا جائے۔ اس طرح تسلیم کیا جائے کہ اس میں کھوٹ نہ ہو، شک نہ ہو، منافقت نہ ہو۔ جب بندہ یقین، خلوص اور جذبہ ایثار کے ساتھ وحدانیت کا اقرار کر لیتا ہے تو اس کی مثال ایک ایسے تناور اور پھل دار درخت کی ہوتی ہے جس پر پھل بھی لگتے ہیں اور اس کے سائے میں اللہ کی مخلوق سکھ چین کا سانس بھی لیتی ہے۔

ترجمہ: ''کیا تو غور نہیں کرتا کہ اللہ کریم نے کلمہ طیبہ کی مثال کس طرح بیان کی ہے۔ جو ایک عمدہ درخت کی طرح ہے۔ اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے اور اللہ کریم لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

ہر باشعور آدمی اس حقیقت کو جانتا ہے کہ اس دنیا میں یا اس دنیا سے اس پار دوسری دنیا میں کسی بھی موجود چیز کے لئے ضروری ہے کہ اس کی کوئی بنیاد ہو۔ بنیاد کے بغیر نہ کوئی تعمیر ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی شئے مکمل ہوتی ہے۔ ہم گھر بناتے ہیں۔ گھر کے اندر کمرے بناتے ہیں۔ گھر کے اوپر چھت ڈالتے ہیں۔ بنیاد نہ ہو تو گھر، کمرے، دیواریں، دروازے، کھڑکیاں اور چھت کا تذکرہ نہیں ہو گا۔ کرسی کا نام سنتے ہی چار ٹانگوں کا یقین آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ چار ٹانگیں نہیں ہوں گی تو کرسی نہیں بنے گی۔ انسانی معاشرہ کی بنیاد ایمان، یقین، مشاہداتی نظر پر ہے۔ اس کے بغیر معاشرہ کا لفظ بے معنی اور کھوکھلا ہے۔ معاشرہ کی بنیاد ایمان ہے۔ ایمان نہ ہو تو شرافت، اخلاق، روحانیت، انسانیت نہیں ہو گی۔ ایمان ایک ایسا بیج ہے جس کی نمو سے اعمال صالحہ کا درخت اُگتا ہے اور اس شجر مبارکہ کی ہر شاخ، پتے، پھل اور پھول نیکی ہے۔ جس طرح درخت زمین میں سے آسمان کی طرف بلند ہوتا ہے

اور پھیل کر آسمان اور زمین کے درمیان سایہ بن جاتا ہے۔اس طرح اعمال صالحہ کے درخت کا ہر پتہ یقین اور ایمان کا پیٹرن (Pattern) ہوتا ہے۔ جس طرح درخت کی شاخیں، پتے، پھل اور پھول درخت سے الگ کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور درخت کا ہی حصہ ہوتے ہیں۔اس طرح صراط مستقیم پر چلنے والے مرد و خواتین کو اعمال صالحہ کا درخت منظم و متحد رکھتا ہے۔ان میں کسی قسم کا اختراق واختلاف نہیں ہوتا۔صراط مستقیم پر چلنے والے موحد اپنی اصل سے جڑے رہتے ہیں۔

اور جو لوگ شجر مبارک (ایمان کا درخت) سے اپنا رشتہ نہیں جوڑتے وہ اعمال صالحہ کی بجائے اعمال خبیثہ کے درخت بن جاتے ہیں۔اعمال خبیثہ کے درخت میں کانٹے ہوتے ہیں جو اس درخت کو اور اس درخت سے ہم رشتہ رہنے والوں کو چبھتے رہتے ہیں۔اذیت ان کے اوپر مسلط ہو جاتی ہے۔ سکون ان کے لئے حرام ہو جاتا ہے۔بے یقینی، شکوک و شبہات اور وسوسوں کی دلدل میں گر کر اندر ہی اندر دھنستے چلے جاتے ہیں۔آخرت اور دنیا ان کے لئے سراسر گھاٹے اور خسارہ کی علامت بن جاتی ہے۔

جولائی 1996ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اس نے تمہیں منتخب فرمالیا ہے اور دین کے معاملہ میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔ پیروی کرو اس دین کی جو تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے۔ اس نے پہلے ہی سے تمہیں مسلم کے نام سے نوازا تھا تا کہ رسول ﷺ ہمارے لئے دین حق کی شہادت دیں اور تم دنیا کے سارے انسانوں کے سامنے دین حق کی شہادت دو۔

(قرآن کریم)

ہم بحیثیت مسلم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے جانشین ہیں اور ہمیں وہی کام انجام دینا ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے انجام دیا ہے۔ جس طرح آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل اور شب و روز کی زندگی سے خدا کے دین کو پھیلانے اور واضح کرنے کا حق ادا کیا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیروکار کی حیثیت سے ہمیں بھی دنیا کے سارے انسانوں کے سامنے خدا کے دین کو واضح کرنا ہے تا کہ پوری نوع انسانی اللہ کے حقیقی منشاء کو پورا کرنے کے قابل ہو جائے۔ اللہ نے جنات اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ خود اللہ چاہتا ہے کہ بندے اپنی روح سے آشنا ہو کر اللہ کو پہچان لیں۔

جو لوگ خود شناسی سے آگے اللہ کے راستے پر قدم اٹھا چکے ہیں۔ ان کے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ انسانوں کو اس راستہ پر چلنے کی دعوت دیں جو راستہ صراط مستقیم ہے۔ اور جس راستہ پر چلنے والے لوگوں پر انعام کیا جاتا ہے اور ان کے اوپر عرفان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اس دعوت کو عام کرنے کے لئے کچھ ضابطے ہیں۔ اصول اور قاعدے ہیں، ان کو ذہن نشین رکھئے۔ اپنی اصلی حیثیت کو ہمیشہ نگاہ میں رکھئے، خود نمائی اور کبر سے بچیئے، کوشش پیہم جاری رکھئے۔ اللہ کی مخلوق کی بے لوث خدمت کیجئے۔ مقصد کے لئے زندہ رہئے اور اس ہی کے لئے جان دیجئے۔ اس ہی کام کو انجام دینے کے لئے خدا نے آپ کو ''خیر امت'' کے عظیم لقب سے سرفراز کیا ہے۔

غصہ، نفرت، تفرقہ، بغض و عناد اس مشن کا تشخص ہے جو بارگاہ ایزدی سے معتوب اور گم کردہ راہ ہے۔ یہ مشن کبر و نخوت، ضد اور ذاتی طور پر غرور کا پرچار کرتا ہے۔ اس کردار میں وہ تمام عوامل کارفرما ہیں جن سے بندہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کے اوپر تاریکی گھٹا بن کر چھا جاتی ہے، ادبار اور آلام و مصائب اس طرح مسلط ہو جاتے ہیں کہ یہ خود اپنی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ بظاہر دنیا کی ہر آسودگی میسر ہوتی ہے لیکن دل میں ایک ایسا ناسور پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے تعفن سے روح کے اندر لطیف انوار اپنا رشتہ منقطع کر لیتے ہیں اور جب قطع و برید کی یہ حالت مزمن ہو جاتی ہے تو

انوار کا ذخیرہ پس پردہ چلا جاتا ہے اور اللہ کے ارشاد کے مطابق دلوں پر، کانوں پر مہر لگادی جاتی ہے اور آنکھوں پر دبیز اور گہرے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں۔ یہ محرومی اس کونہ صرف یہ کہ دنیا میں امن وسکون سے دور کر دیتی ہے بلکہ ایسا بندہ ازلی سعادت اور عرفان حق سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

اگست 1996ء

نورِالٰہی

نورِ نبوت

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہمیشہ پُرامید رہئے اور یہ یقین رکھئے کہ گناہ خواہ کتنے ہی زیادہ ہوں، اللہ تعالیٰ کی رحمت اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ سمندر کے جھاگ سے زیادہ گناہ کرنے والا بھی جب اپنے گناہوں پر شرمسار ہو کر خدا کے حضور گڑ گڑاتا ہے تو خدا اس کی سنتا ہے اور اس کو اپنے دامن رحمت میں پناہ دیتا ہے۔

زندگی کے کسی حصے میں گناہوں پر شرمساری اور ندامت کا احساس پیدا ہوا سے خدا کی توفیق سمجھئے اور توبہ کے دروازے کو کھلا سمجھئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے میرے وہ بندو! جو اپنی جانوں پر زیادتی کر بیٹھے ہو، خدا کی رحمت سے ہر گز مایوس نہ ہونا۔ یقیناً خدا تمہارے سارے کے سارے گناہ معاف فرمادے گا۔ وہ بہت ہی معاف فرمانے والا اور بڑا ہی مہربان ہے اور تم اپنے رب کی طرف رجوع ہو جاؤ اور اس کی فرمانبرداری بجالاؤ اس سے پہلے کہ تم پر کوئی عذاب آپڑے اور پھر تم کہیں سے مدد نہ پاسکو۔" (سورہ الزمر: ۵۳۔۵۴)

توبہ کے بعد اس پر قائم رہنے کا پختہ عزم کیجئے اور شب و روز اللہ سے کئے ہوئے پیمان کی طرف دھیان رکھئے لیکن اگر باوجود کوشش کے آپ پھسل جائیں اور پھر کوئی خطا کر بیٹھیں تب بھی ہر گز مایوس نہ ہوں بلکہ دوبارہ اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت میں پناہ حاصل کریں۔ یہاں تک کہ آپ اس درجہ پر فائز ہو جائیں جہاں آدم زاد انسان بن جاتا ہے۔

یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا...... اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھنے کے مترادف ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

"لاتقنطوا من رحمتہ اللہ"

خدا کو سب سے زیادہ خوشی جس چیز سے ہوتی ہے وہ بندے کی توبہ ہے۔ توبہ کے معنی ہیں پلٹنا، رجوع ہونا، بندہ جب فکر و جذبات کی گمراہی میں مبتلا ہو کر گناہوں کی دلدل میں پھنستا ہے تو وہ خدا سے بچھڑ جاتا ہے اور بہت دور جا پڑتا ہے۔ گویا خدا سے وہ گم ہو گیا اور جب وہ پھر پلٹتا ہے اور شرمسار ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو یوں سمجھئے کہ گویا خدا کو اپنا گمشدہ بندہ مل گیا۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

''خدا رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تا کہ جس شخص نے دن میں کوئی گناہ کیا ہے وہ رات میں خدا کی طرف پلٹ آئے اور دن میں وہ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تا کہ رات میں اگر کسی نے کوئی گناہ کیا ہے تو وہ دن میں اپنے رب کی طرف پلٹے اور گناہوں کی معافی مانگے۔ یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔''

ہاتھ پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی طرف بلاتا ہے اور اپنی رحمت سے ان کے گناہوں کو ڈھانپنا چاہتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ

''سارے کے سارے انسان خطاکار ہیں اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔''

ستمبر 1996ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

انسانی زندگی کے دورُخ ہیں۔ایک بیداری، دوسرا رُخ خواب۔ بیداری میں بھی اسے آرام وآسائش کے لئے وسائل کی ضرورت پیش آتی ہے اور سونے کی حالت میں بھی۔ نیند، بیداری کی مشقت و محنت کا ثمر ہے۔آدمی جب تھک ہار کر اپنے اندر ضعف اور کمزوری محسوس کرتا ہے تو سونے کے بعد اس کی توانائیاں بحال ہو جاتی ہیں۔ یہ ایک قدرتی عمل ہے کہ آدمی روحانی طور پر بیداری کی حالت سے نکل کر اس دنیا میں پہنچ جاتا ہے جہاں وہ پیدائش سے پہلے مقیم تھا۔ نیند کی حالت میں وہ غیب کی دنیا میں سفر کرتا ہے اور غیب کی دنیا میں نورانی لہروں کو اپنے اندر جذب کرتا ہے اور بیدار ہونے کے بعد ایک نئی زندگی، نیا ولولہ، نیا جوش اپنے اندر موجود پاتا ہے۔

ہمارے آقا، سرور کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

’’بستر پر پہنچنے سے پہلے قرآن پاک کا کچھ حصہ ضرور پڑھو تا کہ غیب کی دنیا میں داخل ہونے سے پہلے، بیداری میں ہی انوار کا نزول شروع ہو جائے۔‘‘

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

’’جو شخص اپنے بستر پر آرام کرتے وقت کلام اللہ کی کوئی سورہ تلاوت کرتا ہے تو خدائے تعالیٰ بیدار ہونے تک ہر تکلیف دہ چیز سے اس کی حفاظت پر ایک فرشتہ مامور کر دیتا ہے۔‘‘

سونے کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کیجئے جہاں تازہ ہوا اور آکسیجن وافر مقدار مین پہنچتی رہے۔ایسے بند کمرے میں نہ سوئیں جہاں تازہ ہوا کا گزر نہ ہو۔ منہ لپیٹ کر سونے سے صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ سوتے وقت چہرہ کھلا رکھئے تا کہ تازہ ہوا ملتی رہے۔

روحانی دنیا میں رات غیب کے شہود کا ذریعہ ہے۔اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا ہے:

’’اے میرے محبوب ﷺ رات کو اٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کیجئے۔‘‘

خدا سے تعلق پیدا کرنے اور اس میں استحکام کے لئے آخری شب میں بیدار ہو کر خود کو خدا کی طرف متوجہ (مراقبہ) کرنا ضروری ہے۔ خدا نے اپنے دوستوں کی یہی امتیازی خوبی بیان فرمائی ہے کہ وہ راتوں کو اٹھ کر اپنے خالق کے سامنے جھکتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں اور اپنی خطائوں کی معافی

مانگتے ہیں۔شب بیدار لوگوں کو اطمینان قلب کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ان کے اوپر بشارت کے ذریعے آنے والی باتوں کا انکشاف ہوتا ہے۔انہیں سچے خواب نظر آتے ہیں۔نبی بر حق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

''اب نبوت میں سے بشارتوں کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا۔''

لوگوں نے پوچھا۔''بشارت سے کیا مراد ہے یارسول اللہ!''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''اچھا خواب۔''

ہادی بر حق رحمت اللعالمین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا،اس نے واقعتاً مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔''

اللہ اور اس کے فرشتے نبی مکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں،اے ایمان والو تم بھی اللہ کے محبوب ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔

نومبر 1996ء

نورِالٰہی

نورِنبوت

اللہ کے پیغام کو پہنچانے اور ہر قسم کی قربانی کے لئے اندر ہمت و عزم پیدا کر کے خدا کی راہ میں وقت اور پیسہ خرچ کیجئے۔اللہ تعالیٰ کے لئے صعوبتیں برداشت کرنااور لوگوں تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا پیغام پہنچادینا امت مسلمہ پر فرض اور ان نعمتوں کا شکر ہے جو ہمارے رب نے ہمیں دی ہوئی ہیں۔جب کوئی بندہ اپنی تمام تر روحانی اور جسمانی صلاحیتوں کے ساتھ نوع انسانی کو صراط مستقیم کی دعوت دیتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کا خصوصی تعاون حاصل ہو جاتا ہے اور فرشتے اسے بندہ کے جذبہ صادق کو اپنے ترغیبی پروگراموں میں شامل کر لیتے ہیں۔لیکن تبلیغ اسی شخص کو زیب دیتی ہے جس کے اندر روحانی صلاحیتیں بیدار ہوں اور وہ خود بھی راہ حق کا سچا اور پر عزم مسافر ہو۔

یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب سنگ دل لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار ساتھیوں پر بے پناہ ظلم و ستم کر رہے تھے۔حضرت خبابؓ فرماتے ہیں:

”حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے سائے میں چادر سر کے نیچے رکھے آرام فرمارہے تھے۔ہم آپ کے پاس شکایت لے کر پہنچے۔

یارسول اللہ!آپ ہمارے لئے خدا سے مدد طلب نہیں فرماتے،آپ اس ظلم کے خاتمے کی دعا نہیں کرتے۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا:

”تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے بعض کے لئے گڑھا کھودا جاتا، پھر اس گڑھے میں کھڑا کر دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اس کے جسم کو چیرا جاتا یہاں تک کہ اس کے جسم کے دو ٹکڑے ہو جاتے، پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتا اور اس کے جسم میں لوہے کے کنگھے چبھوئے جاتے جو گوشت سے گزر کر ہڈیوں اور پٹھوں تک پہنچ جاتے مگر وہ خدا کا بندہ حق سے نہ پھرتا۔قسم ہے خدا کی یہ دین غالب ہو کر رہے گا۔یہاں تک کہ سوار (یمن کے دارالخلافہ) صنعا سے حضرموت تک کا سفر کرے گا اور راستے میں خدا کے سوا اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا۔البتہ چرواہوں کو صرف بھیڑیوں کا خوف ہوگا کہ کسی بکری کو اٹھا نہ لے جائیں لیکن افسوس کہ تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔“

کسی مشن کو کامیاب بنانے کے لئے آزمائشیں ضروری ہیں۔جب تک آزمائش سے آدمی نہیں گزرتا، مقصد کی تکمیل نہیں ہوتی۔مقصد ہمہ گیر ہو یا اس کی حیثیت انفرادی ہو، آزمائش لازم ہے۔ہم کوئی بھی کام کرتے ہیں اس کی تکمیل تک پہنچنے کے لئے ہمیں مختلف مراحل سے گزرنا ہوتا ہے اور

ان مراحل میں ہر مرحلہ دراصل ایک آزمائش ہے۔ ہم اس آزمائش پر پورے اترتے ہیں تو نتائج مثبت نکلتے ہیں اور اگر ہم آزمائش سے جی چراتے ہیں تو نتیجہ منفی نکلتا ہے۔

آیئے ہم عہد کریں کہ رب العالمین کے محبوب رحمتہ اللعالمین سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی مشن کو ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے ہر آزمائش پر پورے اتریں گے اور نہایت خندہ پیشانی، حسن اخلاق اور مدبرانہ حکمت سے لوگوں کو یہ باور کرائیں گے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عرفان حاصل کرنے کے لئے خود اپنی روح کا عرفان ضروری ہے۔

من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ

دسمبر 1996ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اللہ کے مشن (دین) کو پھیلانا ہر امتی پر فرض ہے۔ اس فرض کی ادائیگی کے لئے پہلے خود اپنا عرفان حاصل کریں۔ خود آگاہی اور اپنی ذات کا عرفان ایسی روحانی کامیابی ہے جس کے ذریعے انسان اپنی دعوت کا سچا نمونہ بن جاتا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے عمل و کردار سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی، دینی اور روحانی مشن کو عام کرنے کے لئے لوگوں کو دعوت دیتا ہے، پہلے خود اس کی مثال قائم کرتا ہے۔ خدا کو یہ بات انتہائی ناگوار گزرتی ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرنے والے خود بے عمل ہیں۔ نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے بے عمل دعوت دینے والوں کو انتہائی ہولناک عذاب سے ڈرایا ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ دوسرا شخص ہمارا ہم نوا بن جائے تو ہمیں اس شخص سے قریب ہونا ہوگا۔ اس کے رجحانات کا اندازہ کر کے اور اس کی ذہنی صلاحیتوں کو مد نظر رکھ کر اس سے بات کرنی ہوگی۔ اس کے ذاتی معاملات میں اگر وہ چاہتا ہے تو تعاون کر کے اس کی ہمدردیاں حاصل کرنا ہوں گی۔ خدمت اور قلبی لگاؤ ایک ایسا عمل ہے کہ آدمی نہ چاہتے ہوئے بھی دوست بن جاتا ہے۔ تبلیغ حکمت کے ساتھ کیجئے۔ جس مسلک اور جس عقیدہ پر پردہ قائم ہے براہ راست اس پر تنقید و تبصرہ نہ کیجئے۔ پہلے کوشش کی جائے کہ وہ آپ کو اپنا ہمدرد اور محسن سمجھے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ دامے درمے قدمے سخنے اس کی خدمت کی جائے۔ جب آپ کے اوپر اس کا اعتماد بحال ہو جائے پھر نہایت نرم اور شیریں لہجے میں اسے نصیحت کیجئے۔ کوئی بات سمجھنے کے لئے وہ بحث و مباحثہ کرے تو اپنے مقدور بھر اس کے سوالات کا شافی جواب دیجئے۔ بات کرتے وقت مخاطب کی صلاحیت کو ہرگز نظر انداز نہ کیجئے۔ تبلیغ کی گراں بہا دولت کو جلد بازی، نادانی اور جھنجھلاہٹ سے ضائع نہ کیجئے۔ ہر طبقے ہر گروہ اور ہر فرد سے اس کی فکری رسائی، استعداد، صلاحیت، ذہنی کیفیت اور سماجی حیثیت کے مطابق بات کیجئے اور ان حقیقتوں کو باہم افہام و تفہیم کے ساتھ دعوت کی بنیاد بنایئے جن میں اتفاق ہو اور جو آپس میں رشتہ محبت کی راہ ہموار کریں۔ اگر آپ تنقید کریں تو یہ عمل تعمیری ہو، اخلاص و مروت کی آئینہ دار ہو۔ ضد، ہٹ دھرمی، نفرت اور تعصب کے جذبات سے ہمیشہ اپنا دامن بچائے رکھئے اور جہاں یہ کیفیتیں پیدا ہوتی نظر آئیں اپنی زبان بند کر لیجئے اور اس محفل سے اٹھ جایئے۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

''اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیجئے حکمت کے ساتھ، عمدہ نصیحت کے ساتھ اور مباحثہ کیجئے تو ایسے طریقے پر جو انتہائی بھلا ہو۔''

(النمل)

جنوری 1997ء

نورِ الٰہی

قرآن پاک ایک ایسی کتاب ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور یہ کتاب ان لوگوں کو ہدایت بخشتی ہے جو متقی ہیں۔ اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر یقین رکھتے ہیں اور یقین کی انتہا یہ ہے کہ آدمی کے اندر کی نظر کھل جاتی ہے اور غیب اس کے لئے مشاہدہ بن جاتا ہے۔ جب تک مشاہدہ عمل میں نہ آئے، یقین کی تعریف پوری نہیں ہوتی۔ قرآن پاک ایک ایسی یقینی دستاویز ہے جس دستاویز میں معاشرتی قوانین کے ساتھ ساتھ ایسے فارمولے درج ہیں جن کے اوپر تسخیر کائنات کا دارومدار ہے۔ ان فارمولوں میں اس بات کی پوری وضاحت موجود ہے کہ ہم علم الکتاب حاصل کر کے زمان و مکان Time & Space کی گرفت کو توڑ سکتے ہیں۔ قرآن پاک کے علوم کو جاننے والا اور سمجھنے والا کوئی بندہ بغیر وسائل کے خلاء میں پرواز کرنے اور ایک جگہ سے دور دراز دوسری جگہ کسی چیز کو منتقل کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ یہی بندہ اللہ تعالیٰ کا انعام یافتہ ہوتا ہے۔ آسمانوں میں اور زمین میں موجود تمام اشیاء اس کے لئے مسخر ہوتی ہیں۔

روئے زمین پر انسان کو اگر ہدایت مل سکتی ہے تو صرف اللہ کی کتاب قرآن پاک سے مل سکتی ہے۔

قرآن کریم کو اس عزم، اس ولولہ اور اس ہمت کے ساتھ پڑھئے کہ اس کی نورانی کرنوں سے ہمیں اپنی زندگی سنوارنی ہے۔ قرآن آئینے کی طرح آپ کے اندر ہر ہر داغ اور ہر ہر دھبہ نمایاں کر کے پیش کرتا ہے۔ قرآن ایک ایسی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ قرآن پاک میں بیان کردہ نعمتوں سے کتنا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی برکت والی ہے تا کہ وہ اس میں غور و فکر کریں اور عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔"

نورِ نبوت

نبی کریم صلی اللہ عیلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی اور جب آس پاس کا ماحول آگ کی روشنی سے چمک اٹھا، کیڑے، پتنگے اس پر گرنے لگے اور وہ شخص پوری قوت سے ان کیڑوں پتنگوں کو روک رہا ہے لیکن پتنگے ہیں کہ اس کی کوشش کو ناکام بنائے دیتے ہیں اور آگ میں گھسے پڑ رہے ہیں (اسی طرح) میں تمہیں کمر سے پکڑ کر آگ سے روک رہا ہوں اور تم ہو کہ آگ میں گرے پڑ رہے ہو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں ہیں اور مکے کے لوگوں میں آپ ﷺ کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ انہیں شہر سے نکال دو، کوئی کہتا ہے کہ انہیں قتل کر دو۔ ان ہی دنوں مکے کو اچانک قحط نے آگھیرا۔ ایسا قحط کہ قریش کے لوگ پتے اور چھال کھانے پر مجبور ہو گئے۔ بچے بھوک سے بلبلاتے اور بڑے ان کی حالت زار دیکھ کر تڑپ تڑپ اٹھتے تھے۔

رحمت کون و مکاں ان لوگوں کو اس لرزہ خیز مصیبت میں مبتلا دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص ساتھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اضطراب دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانی دشمنوں کو جن کے پہنچائے ہوئے زخم ابھی بالکل تازہ تھے، اپنی دلی ہمدردی کا پیغام بھیجا اور ابوسفیان اور صفوان کے پاس پانچ سو دینار بھیج کر کہلوایا کہ یہ دینار ان قحط کے مارے ہوئے غریبوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے آپ بھی قوم کی بے لوث خدمت کیجئے۔ اپنی کسی خدمت کا بندوں سے صلہ طلب نہ کیجئے۔ جو کچھ کیجئے محض خدا کی خوشنودی کے لئے کیجئے۔

خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ نہ اسے نیند آتی ہے اور نہ اونگھ۔ اس کی نظر سے بندہ کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ وہ اپنے مخلص بندوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

فروری 1997ء

نورِ الٰہی

مسکراتے ہوئے، نرمی کے ساتھ، میٹھے لہجے اور درمیانی آواز میں بات کرنے والے لوگوں کو اللہ کی مخلوق عزیز رکھتی ہے۔ چیخ کر بولنے سے اعصاب میں کھچاؤ Tension پیدا ہوتا ہے اور اعصابی کھچاؤ سے بالآخر آدمی دماغی امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مخاطب یہ سمجھتا ہے کہ میرے اوپر رعب ڈالا جارہا ہے اور وہ اس طرز کلام سے بددل اور دور ہو جاتا ہے۔ اس کے اندر خلوص اور محبت کے جذبات سرد پڑ جاتے ہیں۔

شیریں مقال آدمی خود بھی اپنی آواز سے لطف اندوز اور سرشار ہوتا ہے اور دوسرے بھی مسرور و شاداں ہوتے ہیں۔ اچھی، میٹھی اور مسحور کن آواز سے اللہ میاں بھی خوش ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''سب سے زیادہ کریہہ اور ناگوار آواز گدھے کی آواز ہے۔''

بُری باتوں اور گالم گلوچ سے زبان گندی نہ کیجئے۔ چغلی نہ کھایئے۔ چغلی کرنا ایسا ہے جیسے کوئی بھائی اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہو۔ دوسروں کی نقلیں نہ اتاریئے۔ اس عمل سے دماغ میں کثافت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے۔ شکایتیں نہ کیجئے کہ شکایت محبت کی قینچی ہے۔ کسی کی ہنسی نہ اڑایئے کہ اس عمل سے آدمی احساس برتری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور احساس برتری آدمی کے لئے ایسی ہلاکت ہے جس ہلاکت میں ابلیس مبتلا ہے۔ اپنی بڑائی نہ جتایئے۔ اس عمل سے اچھے لوگ آپ سے دور ہو جائیں گے۔ خوشامد اور چاپلوسی کرنے والے منافق آپ کا گھیراؤ کر لیں گے اور ایک روز آپ عرش سے فرش پر گر جائیں گے۔ فقرے نہ کسیئے، کسی پر طنز نہ کیجئے۔ بات بات پر قسم نہ کھایئے۔ یہ عمل آپ کے کردار کو گہنا دے گا اور آپ لوگوں کی محبت سے محروم ہو جائیں گے۔

نورِ نبوت

خوشی انسان کے لئے ایک طبعی تقاضہ اور فطری ضرورت ہے۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ مسلمان مصنوعی وقار، غیر فطری سنجیدگی، مردہ دلی اور افسردگی سے قوم کے کردار کی کشش کو ختم کر دیں۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان بلند حوصلوں، نت نئے ولولوں اور نئی نئی امنگوں کے ساتھ تازہ دم ہو کر اپنا وقار بلند رکھیں۔

قوم کے کسی فرد کو علم و فضل میں کمال حاصل ہو، کوئی عزیز دوست یا رشتہ دار دور دراز کے سفر سے واپس آئے۔ کوئی معزز مہمان آپ کے گھر میں رونق افروز ہو۔ شادی بیاہ یا بچے کی ولادت کی تقریب ہو۔ کسی عزیز کو اللہ تعالیٰ صحت عطا کریں۔ کوئی خبر ایسی ہو جس میں اسلام کی فتح و نصرت کی خوشخبری ہو، کوئی تہوار ہو تو ایسے تمام مواقع پر بھرپور خوشی کا اظہار کرنا ایک مسلمان پر فرض ہے۔ اسلام نہ صرف خوش رہنے اور خوشی منانے کی اجازت دیتا ہے بلکہ اس کو عین دینداری قرار دیتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ عید کا دن تھا۔ کچھ کنیزیں بیٹھی اشعار گا رہی تھیں کہ اسی دوران حضرت ابو بکرؓ تشریف لے آئے۔

بولے۔ ’’نبی کے گھر میں یہ گانا بجانا کیسا؟‘‘

نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’ابو بکر، رہنے دو۔ ہر قوم کے لئے تہوار کا ایک دن ہوتا ہے اور آج ہماری عید کا دن ہے۔‘‘

ایک مرتبہ تہوار کے دن کچھ حبشی بازیگر کرتب دکھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کرتب خود بھی دیکھے اور حضرت عائشہؓ کو بھی دکھائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بازیگروں کو شاباش بھی دی۔

مارچ 1997ء

نورِالٰہی

گناہوں کی ہیبت ناک دلدل میں پھنسی ہوئی کوئی قوم جب اپنے گناہوں پر نادم اور اشکبار ہو کر خدا کی طرف جذبہ بندگی کے ساتھ پلٹتی ہے اور اپنی لغزشوں، کوتاہیوں، چھوٹی بڑی خطائوں کی گندگی کو ندامت کے آنسوئوں سے دھو کر پھر خدا سے عہد وفا استوار کرتی ہے تو اس والہانہ طرز عمل کو قرآن توبہ کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔اور یہی توبہ استغفار ہر طرح کے فتنہ و فساد، خوف و دہشت اور عدم تحفظ کے احساس سے محفوظ رہنے کا حقیقی علاج ہے۔اور اگر اس کے بر خلاف بندہ گناہوں اور کوتاہیوں کی طرف توجہ نہیں دیتا، یہ شیطانی عمل آدمی کو کھوکھلا کر دیتا ہے اور دین و دنیا میں رسوائیاں اس کا مقدر بن جاتی ہیں اور پھر جب یہ عمل اس کی زندگی پر محیط ہو جاتا ہے تو آدم زاد کے قلوب پر، کانوں پر مہر لگا دی جاتی ہے اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے جاتے ہیں۔اور یہ انتہائی صورت حال بلاشبہ عذاب الیم ہے۔اور یہ عذاب مایوسی، بدحالی، خوف و ہیبت بن کر اس کے اوپر مسلط ہو جاتی ہے۔

سورہ الشوریٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور تم پر جو مصائب آتے ہیں وہ تمہارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں۔اور خدا تو بہت سی خطائوں سے در گزر کرتا رہتا ہے۔"

جس قوم میں خیانت اور بے ایمانی در آتی ہے اس قوم کے دلوں میں دشمن کا خوف بیٹھ جاتا ہے۔وہ وسوسوں اور توہمات میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی، اسمگلنگ اور کرپشن کا رواج ظاہری طور پر کتنا ہی خوشنما نظر آئے لیکن بالآخر اس کا نتیجہ قحط اور فاقہ کشی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

نورِنبوت

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابیؓ حاضر ہوئے۔نبی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی بات پوچھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔"تمہارے گھر میں کچھ سامان بھی ہے۔"

صحابیٔ رسول نے عرض کیا۔"یارسول اللہ ﷺ! صرف دو چیزیں ہیں۔ایک ٹاٹ کا بستر ہے جس کو ہم اوڑھتے بھی ہیں اور بچھاتے بھی ہیں اور ایک پانی پینے کے لئے پیالہ ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آئو۔''

صحابی دونوں چیزیں لے کر حاضر ہو گئے۔آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے وہ دونوں چیزیں دو درہم میں نیلام کر دیں اور دونوں درہم ان کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا۔''جائوایک درہم میں توکچھ کھانے پینے کے لئے سامان خرید کر گھر والوں کو دے آئواور ایک درہم میں کلہاڑی خرید لائو۔''

پھر کلہاڑی میں آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے دستہ لگایااور فرمایا۔''جنگل سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لائواور بازار میں فروخت کرواور پندرہ روز کے بعدآکر ساری روئداد سنائو۔''

پندرہ دن کے بعد جب وہ صحابیؓ حاضر ہوئے توان کے پاس دس درہم تھے۔آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے خوش ہو کر فرمایا۔''یہ محنت کی کمائی تمہارے لئے اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرو۔اور قیامت کے روز تمہارے چہرے پر بھیک مانگنے کا داغ ہو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد ہے:

''سچااور امانت دار تاجر قیامت میں نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ساتھ ہو گا۔

اپریل 1997ء

نورِ الٰہی

جو قوم اللہ کے احکامات کی نافرمانی کرتی ہے اور اللہ کی پرستش کے بجائے دولت پرستی میں مبتلا ہو جاتی ہے، اللہ ایسی قوم کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ یہ کوئی کہانی نہیں ہے بلکہ روئے زمین پر اس کی شہادتیں موجود ہیں۔ بڑی بڑی سلطنتوں کے مالک اور محلات کے مکین نظر میں آئے لیکن ان کے عالی شان محلات آج کھنڈرات کی شکل میں زمین پر جگہ جگہ موجود ہیں۔

''کیا یہ لوگ زمین میں گھوم پھر کر نہیں دیکھتے کہ پہلی اقوام کا انجام کیا ہوا۔ وہ لوگ قوت اور تہذیب و تمدن میں ان سے برتر تھے لیکن اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کی سزا میں پکڑ لیا اور انہیں کوئی نہیں بچا سکا۔'' (المومن)

چھوٹی غلطیوں کو اللہ معاف کر دیتا ہے اور جب تک اللہ کے بنائے ہوئے نظام میں خلل واقع نہ ہو، قانون قدرت لغزشوں کو نظرانداز کرتا رہتا ہے لیکن جب افراد کے طرز عمل سے خدا کی خدائی میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اور اچھے لوگ بھی بے چینی کا شکار ہو جاتے ہیں تو خدا کا قاہرانہ نظام متحرک ہو جاتا ہے اور قوم دردناک عذاب میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ اللہ کا قانون ایسے افراد سے اقتدار چھین لیتا ہے اور یہ افراد یا قوم غلام بن جاتی ہے اس لئے کہ قوم نے خود دولت کا غلام بن کر اپنے لئے عارضی اور مٹ جانے والی چیز کی غلامی پسند کر لی تھی۔ آج کا ہمارا دور بلاشبہ دولت پرستی کا دور ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ دولت پرستی بت پرستی دو الگ الگ طرز عمل ہیں۔ پتھروں کو پوجنا یا سونے کو پوجنا ایک ہی بات ہے۔ بت بھی اللہ کی مخلوق پتھروں اور مٹی سے تخلیق کئے جاتے ہیں اور سونا چاندی بھی مٹی کی بدلی ہوئی ایک شکل کا نام ہے۔ سونے چاندی اور جواہرات کی محبت نے قوم کو اس حد تک اندھا کر دیا ہے کہ شرافت اور خاندان کا معیار ہی دولت بن گیا ہے۔ ہوس زر کا عالم یہ ہے کہ ہماری تمام انسانی قدریں پامال ہو چکی ہیں۔ خاندانی اخلاق، اسلاف کی نجابت، قومی روایات اب ملبہ کا ڈھیر بن گئی ہیں۔ موت کے بعد زندگی سے یقین اٹھ گیا ہے۔ روحانی قدروں کو ذبح کر کے اخلاقی برائیوں کو جنم دیا جا رہا ہے۔ اللہ کے اس فرمان کی کھلی خلاف ورزی کی جا رہی ہے:

''اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔''

اللہ کے بندے جب اس کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں تو قوم کانوں میں روئی اور منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر بیٹھ جاتی ہے۔ قوم کے نیک باطن افراد آنسو بہاتے ہیں اور شیطان اپنی کامرانی پر قہقہے لگاتا ہے۔

نورِ نبوت

حقوق اللہ میں ہونے والی کوئی کوتاہی تو معاف ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں لیکن بندوں کو تکلیف دے کر اور ان کے حقوق غصب کر کے ہم نجات کے مستحق نہیں ٹھہرتے۔ چنانچہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے مخاطب ہو کر سوال کیا:

''تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟''

حاضرین نے جواب دیا۔ ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس مال واسباب نہ ہو۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت میں قیامت کے دن وہ مفلس ہو گا جو نماز، روزہ، زکوٰۃ سب کچھ لے کر آئے گا لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہو گی، دوسرے پر بدکاری کی تہمت لگائی ہو گی، کسی کا مال لیا ہو گا، خون کیا ہو گا، مارا ہو گا۔ چنانچہ اس کی تمام نیکیاں ان کو مل جائیں گی جن کے ساتھ اس نے یہ کام کئے ہوں گے۔ چنانچہ اس کی نیکیاں ان کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گی تو پھر لوگوں کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی جن کے ساتھ اس نے ظلم کیا ہو گا اور وہ جہنم کے سپرد کر دیا جائے گا۔''

ہادیٔ برحق، معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق العباد کی اہمیت کو ایک مکالمہ کے ذریعے یوں فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ ابن آدم، میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ عرض کرے گا کہ اے رب العزت، میں تیری عیادت کیوں کر کرتا۔ تو رب العالمین ہے۔ اللہ فرمائے گا۔ کیا تو نہیں جانتا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا لیکن تو نے اس کی عیادت نہیں کی۔ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ تو اگر اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ ابن آدم، میں نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے مجھ کو نہیں دیا۔ بندہ عرض کرے گا کہ پروردگار عالم، میں تجھے کھانا کیوں کر دیتا۔ تو رب العالمین ہے۔ اللہ فرمائے گا کہ کیا تو واقف نہیں تھا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا۔ اے ابن آدم، میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے پانی نہیں دیا۔ بندہ کہے گا کہ پروردگار، میں تجھے کس طرح پانی پلاتا۔ تو تو رب العالمین ہے۔ اللہ فرمائے گا کہ کیا تو واقف نہیں تھا کہ میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تو تو نے نہیں دیا۔ سن لے کہ اگر اسے پانی پلاتا تو اسے میرے پاس پاتا۔''

مئی 1997ء

نورِ الٰہی

مہمان کے آنے پر سلام دعا کے بعد سب سے پہلے اس کی خیریت معلوم کریں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''کیا آپ کو ابراہیمؑ کے معزز مہمان کی حکایت بھی پہنچی ہے کہ جب وہ ان کے پاس آئے تو آتے ہی سلام کیا۔ ابراہیمؑ نے جواب میں سلام کہا۔''

حضرت فوراً ان کے کھانے پینے کے انتظام میں لگ گئے اور جو موٹا تازہ بچھڑا ان کے پاس تھا، اس کا گوشت بھون کر مہمانوں کی خدمت میں پیش کر دیا۔

''تو جلدی سے گھر میں جا کر ایک موٹا تازہ بچھڑا لائے اور مہمانوں کے سامنے پیش کیا۔'' (قرآن)

اچھے لوگ مہمانوں کے کھانے پینے پر مسرت محسوس کرتے ہیں۔ مہمان کو زحمت نہیں، رحمت اور خیر و برکت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ گھر میں مہمان آنے سے عزت و توقیر میں اضافہ ہوتا ہے۔

میزبان پر یہ فرض ہے کہ مہمان کی عزت و آبرو کا لحاظ رکھا جائے۔ آپ کے مہمان کی عزت پر کوئی حملہ کرے تو اس کو اپنی غیرت و حمیت کے خلاف چیلنج سمجھئے......!

جب حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں پر بستی کے لوگ بدنیتی کے ساتھ حملہ آور ہوئے تو وہ مدافعت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا:

''یہ لوگ میرے مہمان ہیں۔ ان کے ساتھ بد سلوکی کر کے مجھے رسوا نہ کرو۔ ان کی رسوائی میری رسوائی ہے۔''

لوطؑ نے کہا۔ بھائیو، یہ میرے مہمان ہیں۔ مجھے رسوا نہ کرو، خدا سے ڈرو اور میری بے عزتی سے باز رہو۔'' (قرآن)

نورِ نبوت

ہر مسلمان کے اوپر دوسرے مسلمان کا یہ حق ہے کہ وہ جب بھی اپنے بھائی سے ملے اسے سلام کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کثرت سے سلام کیا کرتے تھے کہ اگر کسی وقت آپ کے ساتھی درخت کی اوٹ میں ہو جاتے اور پھر سامنے آتے تو رسول اللہ پھر سلام کرتے۔

ارشاد ہے:

''وہ آدمی خدا سے زیادہ قریب ہے جو سلام کرنے میں پہل کرتا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''کسی مسلمان کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تک قطع تعلق کئے رہے کہ جب ملیں تو ایک ادھر کترا جائے اور دوسرا اُدھر۔ ان میں افضل وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔''

السلام علیکم کہنے کے ساتھ ساتھ ہاتھ یا سر سے اشارہ کرنے کی ضرورت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں مثلاً آپ جس کو سلام کر رہے ہیں وہ دور ہے اور آپ کے ذہن میں یہ بات ہے کہ آپ کی آواز وہاں تک نہیں پہنچ سکے گی یا کوئی بہرا ہے اور آپ کی آواز نہیں سن سکتا، ایسی صورت حال میں سلام کے ساتھ ہاتھ یا سر سے اشارہ بھی کیجئے۔

حضرت اُم ہانیؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا۔ ''کون ہے؟'' میں نے عرض کیا۔ میں ام ہانی ہوں۔ فرمایا۔ ''خوش آمدید۔''

ہمارے آقا، اللہ کے محبوب ﷺ کا ارشاد ہے:

''میں تمہیں ایسی تدبیر بتاتا ہوں جس کو اختیار کرنے سے تمہارے مابین دوستی اور محبت بڑھ جائے گی۔ آپس میں کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کرو۔''

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ سلام کو خوب پھیلاؤ، خدا تم کو سلامت رکھے گا۔

جون 1997ء

نورِ الٰہی

کیا ہم کبھی اس بات پر غور کرتے ہیں:

ماں کے پیٹ میں نہ کوئی پھل دار درخت ہے اور نہ وہاں دودھ یا غلہ موجود ہے۔ بچہ ایک قانون، ایک ضابطہ، ایک اصول اور ایک نظام کے تحت پیٹ کی اندرونی کوٹھری میں توازن کے ساتھ لمحوں، منٹوں، گھنٹوں، دنوں اور مہینوں کے وقت کے تطابق کے ساتھ پرورش پاتا رہتا ہے۔ پیدا ہوتا ہے تو اس کی غذا کی کفالت کے لئے دو چشمے ابل پڑتے ہیں اور جب بچہ غذا کے معاملے میں خود کفالت کی طرف دو قدم آگے بڑھتا ہے تو وہ سوتے جن سے چشمہ ابل رہا تھا خشک ہو جاتے ہیں۔ وہ ماں جس کی ازلی خواہش بچہ کو سینے سے چمٹا کر دودھ پلانا تھی، اب بچہ کی غذا کا اہتمام دوسری طرح کرتی ہے۔ اور ستر ماؤں سے زیادہ چاہنے والا اللہ ماں کی ممتا کو ٹھنڈا رکھنے کے لئے زمین کی کوکھ کو ماں بنا دیتا ہے اور زمین ہماری ماں بن کر ہمیں وہ تمام وسائل مہیا کرتی ہے جن کی ہمیں ضرورت ہے۔ یہ سب کیوں ہے؟ قدرت ہماری خدمت میں اس فیاضی اور دریا دلی سے کیوں مصروف و منہمک ہے؟

قدرت چاہتی ہے کہ......

ہم قدرت کی نشانیوں پر غور کر کے نیکوکاروں کی زندگی بسر کریں۔ اس لئے کہ نیکوکاری قدرت کی حسین ترین صنعت ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ اس کی صنعت میں بدنمائی نہ ہو۔

سورہ یونس میں ارشاد ہے:

''ہم نیکوکاروں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے بلکہ کچھ زیادہ ہی عطا کریں گے۔ ان کے چہروں کو ذلت اور مسکنت کی سیاہی سے محفوظ رکھیں گے۔ اور جنت میں انہیں دائمی سکون حاصل ہوگا۔''

''اور بدکاروں کو ان کے اعمال کے مطابق سزا دی جائے گی۔ ان کے چہرے ذلت اور رسوائی کے تاثرات سے سیاہ پڑ جائیں گے اور ان کا مستقل ٹھکانہ دوزخ ہے۔''

نیکوکاری یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق کو پہچان لے اور محروم القسمت لوگ وہ ہیں جو اپنے خالق کا عرفان نہیں کرتے۔ خالق کا عرفان حاصل کرنے کے لئے پہلے خود اپنی ذات کا عرفان ضروری ہے اور اپنی ذات کا عرفان یہ ہے کہ ہم اپنے اندر موجود اللہ کے نور کا مشاہدہ کریں۔

نورِ نبوت

اولیاءاللہ کے دل ہدایت، خلوص، ایثار، محبت اور عشق کے چراغ ہیں۔ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے دوست ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ عزیز رکھتے ہیں، ان سے محبت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''اللہ کے دوستوں کا دشمن خدا اور رسول ﷺ کا دشمن ہے۔''

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

''جو شخص کہ دشمنی رکھے خدا کے کسی دوست کے ساتھ، بے شک اس نے اللہ کے ساتھ لڑائی کا ارادہ کیا۔ تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے ایسے برگزیدہ پوشیدہ حال بندوں کو جو نظروں سے اوجھل ہوں، ان کا تذکرہ نہ کیا جائے اور سامنے ہوں تو مخاطب نہ ہوا جائے، نہ انہیں پاس بٹھایا جائے حالانکہ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں۔''

دوسری جگہ ارشاد عالی ہے:

''مجھ کو اپنے فقیروں میں ڈھونڈو، بس ان ہی کی بدولت روزی اور نصرت نصیب ہوتی ہے۔'' (یعنی فقیر میرے دوست ہیں، میں ان کے پاس بیٹھتا ہوں اور وہ ایسے ہیں کہ ان کے طفیل تم کو رزق یا نصرت ملتی ہے)۔

اہل روز اُمرائے عرب میں سے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا...... ''ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں لیکن یہ شکستہ حال اصحاب صفہ آپ ﷺ کے ہم نشیں ہیں۔ اگر ہمیں تنہائی فراہم کر دی جائے تو ہم آپ ﷺ سے دینی مسائل حاصل کر لیا کریں گے۔''

اللہ تعالیٰ دانا و بینا، علیم و خبیر ہے۔ جیسے ہی یہ بات ان کے منہ سے نکلی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... ''اے محمد! ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ کریں جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کی دید کے متمنی رہتے ہیں۔ آپ پر نہیں ہے ان کے حساب میں سے کچھ اور نہ آپ کے حساب میں سے ان پر ہے کچھ کہ آپ ان کو دور کرنے لگیں۔ پس ہو جائیں آپ بے انصافوں میں سے۔'' (قرآن)

غور طلب بات یہ ہے کہ اگر ان فقراء کو تھوڑی دیر کے لئے ہٹا دیا جاتا تو عرب کے بڑے بڑے امراء مسلمان ہو جاتے لیکن اللہ کی غیرت نے اس کو پسند نہیں کیا کہ اس کے دوستوں کو کوئی حقارت سے دیکھے۔

جولائی 1997ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

’’کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، خدا کو معلوم ہے۔‘‘

(سورہ بقرہ۔۶۔تا۱۶)

روحانی نقطہ نظر سے اللہ رب العزت کے ارشادات کی روشنی ہمیں دکھاتی ہے کہ انسان نا قابل تذکرہ شئے تھا۔ اللہ نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی۔ روح پھونکنے کے بعد اس کے اندر چھ حواس بن گئے۔ چھ حواس یہ ہیں ا۔ سننا ۲۔ دیکھنا ۳۔ سونگھنا ۴۔ چھونا یا محسوس کرنا ۵۔ چکھنا ۶۔ ان پانچ حواس کے ادراک کا علم ہونا۔

روحانی علم کی بنیاد پر نوع انسانی کا ہر فرد روشنیوں سے بنا ہوا ہے۔ اور روشنی کے اوپر نور کی حکمرانی ہے۔ روشنی اور نور چھ دائروں یا چھ نقطوں نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ میں تقسیم ہو رہی ہے۔ ان چھ روشن دائروں کے تین یونٹ ہیں۔ یونٹ روح حیوانی، یونٹ روح انسانی، یونٹ روح اعظم۔

لوح محفوظ کے قانون کے مطابق نور کی لہریں اطلاع بنتی رہتی ہیں اور یہی اطلاعات نزول کر کے روشنی بن جاتی ہے۔ جہاں نور پہلے مرحلے میں روشنی بنا ہے اس کو ’’واہمہ‘‘ کہتے ہیں۔ دوسرے مرحلے میں خیال، تیسرے مرحلے میں تصور، چوتھے مرحلے میں احساس کا روپ دھار لیتا ہے۔

واہمہ کا سورس source اخفیٰ ہے۔ خیال کا سورس سر ہے۔ تصور کا سورس قلب ہے اور احساس یا مادی وجود دیکھنے کا سورس نفس ہے۔ جب کوئی اطلاع آسمان سے نزول کرتی ہے تو اس کے اندر تخریب نہیں ہوتی۔ اور جب یہ اطلاع وارد ہو کر زینہ بہ زینہ نفس میں داخل ہوتی ہے تو اس میں تعمیر یا تخریب ہوتی ہے۔ اطلاع میں تعمیر یا تخریب کے معنی پہنانے کے لئے انسان کو اختیار دیا گیا ہے۔ ضمیر (قلب) بار بار یہ بتاتا رہتا ہے کہ تخریب غلط طرز عمل ہے اور تعمیر صحیح طرز عمل ہے۔ لیکن جب کوئی انسان اپنے ارادے اور اختیار سے اطلاع کو متواتر تخریب میں بدلتا رہتا ہے تو تخریب کی تاریکی نفس کی لطیف روشنی کو کثیف کر دیتی ہے اور جب یہ سلسلہ طویل ہو جاتا ہے اور کثافت بڑھ جاتی ہے تو کثافت دھواں یا غبار بن کر قلب کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اس بلائے ناگہانی سے خود کو محفوظ رکھنے کے لئے ضمیر آدم زاد برادری کو بھلائی کی طرف بڑی شد و مد کے ساتھ متوجہ کرتا ہے۔ لیکن ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ آدم زاد تعمیری اطلاعات کو قبول ہی نہیں کرتا اور اس کیا اندر سے یقین کا پیٹرن ٹوٹ جاتا ہے۔

اللہ کی بادشاہی میں رہتے ہوئے بندہ مادر پدر آزاد ہو کر اپنی بادشاہی کے گُن گانے لگتا ہے۔ ضمیر صراط مستقیم پر چلنے کی تاکید کرتا ہے مگر وہ جب ہر طرف کثافت دیکھتا ہے تو خاموش ہو جاتا ہے۔اور صراط مستقیم کی روشنی انسان کی راہنمائی نہیں کرتی۔

یہی وہ حال ہے جس کے لئے اللہ تعالٰی نے بالخصوص یہ آیت نازل کی ہے۔

''جو لوگ کافر ہیں۔انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو ان کے لئے برابر ہے۔وہ ایمان نہیں لائیں گے۔''

''خدا نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے اور ان کے لئے عذاب الیم ہے۔''

خیر و شر اور تعمیر و تخریب دونوں کا تعلق اس بات سے ہے کہ آدم زاد کو خالق کائنات نے اطلاع میں معنٰی پہنانے کا جو اختیار دیا ہے اسے آدم زاد کس طرح استعمال کرتا ہے۔

''تجھ کو جو نیکی پہنچتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور جو مصیبت پہنچتی ہے وہ خود تیری طرف سے ہے۔کیا جب تم کو کوئی مصیبت پہنچی جس کی دوگنی تم ان کو پہنچا چکے ہو۔تو تم نے کہا یہ کہاں سے آئی؟ کہہ دے کہ خود تمہاری طرف سے ہے۔خدا ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔''

روحانی علوم جیسا کہ سب کو معلوم ہے مشاہداتی علوم ہیں۔علوم کی دو قسمیں نوع انسانی کو ورثہ میں ملی ہیں۔ایک قسم روحانی علوم (علم حضوری) دوسری قسم مفروضہ علم (علم حصولی)۔ علم حضوری سے مستفیض حضرات کے مشاہدات میں یہ بات آجاتی ہے کہ کائنات اطلاعات Informations کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

کائناتی اطلاع میں معنی نہیں ہوتے وہ سادہ Blank ہوتی ہے۔ مثلاً ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے کہ بھوک کو رفع کرنے کے لئے غذا کا استعمال ضروری ہے۔ساتھ ہی یہ بھی اطلاع دی گئی ہے کہ حق غصب کر کے بھوک رفع کرنا بُرائی ہے۔اور محنت مزدوری کر کے بھوک رفع کرنا اچھائی ہے۔ اپنا مال خرچ کرنا اچھی بات ہے اور کسی کا مال چوری کر کے خرچ کرنا بری بات ہے۔خرچ کرنا دونوں حالتوں میں مشترک ہے لیکن خرچ کی نوعیت الگ الگ ہے۔ خیر و شر کا فلسفہ اس نوعیت کے اوپر قائم ہے کہ آگ بجائے خود نہ خیر ہے کہ شر......اگر اس سے اپنے لئے اور نوع انسانی کے لئے اچھا اور تعمیری کام لیا جائے تو خیر ہے اور اس سے اگر برائی اور تخریبی کام لیا جائے تو شر ہے۔

جب ہم یہ مان لیتے ہیں اور جس کو ماننا عقلی استدلال اور لاشعوری اعتبار سے ثابت ہے کہ کوئی عمل بذات خود خیر و شر نہیں ہے تو اس کے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم نہیں نکلتا کہ خیر و شر دراصل معنی پہنانے سے عمل میں آتا ہے۔

اگست 1997ء

نورِالٰہی

نورِنبوت

چھٹی صدی عیسوی میں دوسُپر طاقتوں کاتذکرہ عام تھا۔ فارس کامذہب مجوسیت تھاجو عراق سے لے کر ہندوستان کی سرحدوں تک پھیلا ہوا تھا۔

روم کامذہب عیسائیت تھاجو یورپ، ایشیااور افریقہ تک پھیلا ہوا تھا۔ ان دوسُپر پاورز کے علاوہ یہود اور ہندو بھی اہمیت کے حامل تھے۔ ہر ایک کواپنی اپنی بڑائی کازعم تھا۔ اور ہر ایک صداقت ووحدانیت کاپیامبر بناہوا تھا۔

بادشاہ، امراءاور فراعین اس درجے سے گم کردہ راہ ہوگئے تھے کہ رعایاسے خود کو خدا کہلواتے تھے۔ پست عقل اتنے تھے کہ انہیں یہ بھی نہیں سوجھتا تھا کہ عام آدمی کی طرح ایک مجبور اور بے بس انسان خدا کس طرح ہوسکتا ہے۔ امرائ، بادشاہ اور فراعین بھی عام لوگوں کی طرح کھاتے پیتےاور بول وبراز کرتے تھے۔ عوام کی طرح نیند بھی ان کی مجبوری تھی۔ یہی وہ لوگ تھے جو پستی کے آخری نقطے پر پہنچ چکے تھے۔

حکومت میں بدنظمی، دشمن کاخوف، عدم تحفظ کااحساس، ملک کے اندر باہر بدامنی، انتہائی اخلاقی گراوٹ، مادیت پرستی، جھوٹ، نفرت، تفرقہ بازی اوراقرباپروری عام ہوگئی تھی۔

عیسائی مذہب کا یہ حال تھا کہ......

سینکڑوں مذہبی فرقے بن گئے۔ قبرپرستی عام تھی۔ پیروں، فقیروں کو سجدے کئے جاتے تھے۔ حلال و حرام کی تمیز تو تھی۔ زبانی کلامی تذکرہ بھی ہوتا تھا مگر کہیں حلال روزی کاتصور باقی نہیں تھا۔ سود کی لعنت عام تھی۔ وہ جانتے تھے کہ مذہبی نقطہ نظر سے سودی لین دین کرنے والوں کو اللہ نے اپناد شمن قرار دیا ہے۔ لیکن وہ اللہ کی اس بات کااعتبار نہیں کرتے تھے کہ اللہ نے انہیں دشمن قرار دیا ہے۔ ان کی طرز فکر گہنا گئی تھی۔ اللہ انہیں دشمن قرار دے رہا تھااور وہ لوگ عبادات میں مصروف رہتے تھے۔ دین داری کاعروج یافتہ تصور یہ تھا کہ دنیابیزار ہوکر آدمی جنگلوں میں نکل جائے، جبکہ مذہبی دانشور خود کو معاہدے کے نگراں کہہ کر عوام کی دولت پر عیش کرتے تھے۔ ہر مذہب کے دانشوروں کالباس اور رہن سہن عوام سے مختلف تھا۔

کہا جاتا ہے......ہندوستان میں دیوتائوں کی تعداد ۳۳ کروڑ تک پہنچ گئی تھی۔ مندروں کے پجاریوں میں ذات پات کی تفریق عام تھی۔ قوانین ایسے بنائے تھے کہ عوام کوانصاف نہیں ملتا تھا۔ ایک خاندان کی نسل در نسل کی حکمرانی تھی۔

عرب کا یہ حال تھا کہ فرشتوں کو خدا کی بہن بیٹیاں کہتے تھے۔ بت پرستی اتنی عروج پر تھی کہ خوبصورت پتھر پڑا مل جاتا تھا تو اس کو پوجنا شروع کر دیتے تھے۔ پانی سے مٹی گوندھ کر خود بت بناتے تھے اور اس بت پر بکری کا دودھ چھڑک کر اس کا طواف کرتے تھے۔

جب زمین پر اس حد تک تاریکی پھیل گئی اور دنیا توحید کے تصور سے خالی ہونے لگی تو کائنات تخلیق کرنے والی ہستی نے اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت ورہنمائی کے لئے منتخب فرمایا۔ اور عظیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی دعوت کو عام کیا۔ اس دعوت میں جو جو تکالیف توحید کے داعی کو پیش آئیں ان سے تاریخ کے صفحات سیاہ ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سے بڑی تکلیف اٹھا کر قربانی دے کر قوم کو امامت کے رتبے پر سرفراز کیا۔ قوم کے اندر سے بت پرستی ختم کی۔ خاندانی رقابتوں کو نظر انداز کر کے اپنے قبیلے کے خون بہا معاف کئے اور ایک وقت آیا کہ اسلام کی تعلیمات ساری دنیا میں پھیل گئیں۔ مسلمانوں کا عروج ہوا اور دوسری تمام اقوام پست ہو گئیں۔ زمانہ گزرتا رہا......

پھر یوں ہوا کہ مسلمان مادی آسائش میں گرفتار ہو گیا۔ اور بالآخر آج وہی مسلمان جو فی الواقع مواحد تھا توحید کا لفظی سہارا لینے پر مجبور ہے۔

چھٹی صدی میں جو کچھ ہو رہا تھا وہ آج بھی ہو رہا ہے۔ نفرت و حقارت، تعصب اور تفرقہ بازی کا جو بازار گرم تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے ختم کر دیا تھا آج پھر جوش عروج پر ہے۔ آج بھی سود کا لین دین عام ہے۔ اللہ سودی معیشت میں رہنے والے لوگوں کو اپنا دشمن قرار دیتا ہے اور مسلمان نماز پڑھتا ہے حج کرتا ہے اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ اللہ کے دشمن کی نماز...... نماز کیسے ہو سکتی ہے اور حج کیسے قبول ہو سکتا ہے۔

مذہبی دانشور بڑی بڑی درسگاہیں، عالی شان مساجد تعمیر کرتے ہیں لیکن کوئی نہیں جاننا چاہتا کہ اللہ کے دشمن کی کمائی سے درسگاہوں اور مساجد سے نور کیسے طلوع ہو گا۔

امت مسلمہ کا درد رکھنے والے لوگ حیران و پریشان ہیں کہ مذہبی دانشور مسلمانوں کو اللہ کی دشمنی سے نجات پانے کا راستہ کیوں نہیں دکھلاتے۔ قرآن کے واضح احکامات کے باوجود اسلام میں تفرقے کی بنیاد کو مسمار کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ مادیت پرستی کے زہر کا تریاق تلاش کیوں نہیں کرتے۔

ستمبر 1997ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

حقوق العباد یہ ہے کہ انسان اس بات کا یقین رکھے کہ ساری نوع انسانی اللہ کا ایک کنبہ ہے اور میں خود اس کنبے کا ایک فرد ہوں۔ جس طرح کوئی انسان اپنی فلاح و بہبود اور اپنی آسائش کے لئے اصول وضع کرتا ہے اسی طرح ہر انسان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کی آسائش اور آرام کا خیال رکھے۔ انبیاء اور اہل اللہ کی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ بات مظہر بن کر سامنے آتی ہے کہ تمام انبیائے کرام اور تمام اہل اللہ نے مخلوق کی خدمت کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے۔ اللہ کی مخلوق کی خدمت کا سچا اور مخلصانہ جذبہ انسان کے اندر محبت، اخوت، مساوات اور مامتا کو جنم دیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر چالیس راتیں عبادت میں اس لئے گزاریں کہ ان کے پیش نظر بنی اسرائیل کو بھرپور فیض سے نوازنا تھا۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غار حرا سے باہر تشریف لائے تو بنی نوع انسان کو بے پناہ مادی اور روحانی فیض حاصل ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا کی تاریکی میں گیان دھیان کر کے جو نعمت حاصل کی اس نعمت سے آدم زاد کی پیاسی روحوں کو سیراب فرمایا۔ قرآن پاک روحانی اور انسانی قدروں کا تذکرہ کر کے بندوں کو حقوق العباد اور حقوق اللہ کی ادائیگی کے طریقے سکھاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کا تذکرہ فرماتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ بادشاہ ہے وہ خداوند قدوس ہے، وہ سلامتی اور امن دینے والا ہے، وہ نگہبان ہے، وہ غالب اور دبدبے والا ہے اور کبریائی اسی کو زیب دیتی ہے۔ وہ خالق کائنات ہے، موجد کائنات ہے اور صورت گر موجودات ہے۔

بندہ جب اللہ تعالیٰ کے حقوق پورے کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے تو اللہ بھی اس عمل کو قبول فرماتا ہے۔ سورہ انعام میں ارشاد ربانی ہے:

”انسان کی آنکھیں اللہ کا ادراک نہیں کرتیں اور اللہ آنکھوں کا ادراک کر لیتا ہے۔“

یعنی بے بضاعت اور بے نظر انسان جو اپنی آنکھوں سے اللہ کو نہیں دیکھ سکتا، اللہ خود آنکھوں کا ادراک بن کر اس کے سامنے آجاتا ہے۔ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”میں تو تیرے قریب ہوں، تُو مایوس ہوتا ہے۔ میں تو ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔“

اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں:

”تم جہاں بھی جاتے ہو میں تمہارے ساتھ ساتھ ہوتا ہوں۔“

قربت کے مزید اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہم تو تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہیں۔''

ناقابل ادراک ہونے کے باوجود اللہ انسان کے ساتھ اپنی معیت اور قربت کا بار بار اعلان کرتا ہے۔ سورہ فجر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''بلاشبہ تیرا پروردگار تجھے ہر دم جھانک رہا ہے۔''

حقوق العباد کے ضمن میں قرآن پاک کی تعلیم اور ہدایت ہر شعبے میں دلیل راہ ہے۔ قرآن پاک جب اصول معاشیات بیان کرتا ہے تو کہتا ہے:

''جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اپنے بھائی بندوں پر ضرورت کے وقت اسے خرچ نہیں کرتے، ان کے لئے دردناک عذاب کی بشارت ہے۔ جس روز دوزخ کی آگ میں اسے (دولت) کو گرم کیا جائے گا اور اس دولت سے ان کی پیشانیاں ان کے پہلو اور ان کی پیٹھ داغی جائے گی۔ یہی ہے وہ دولت جو تم اپنے لئے سمیٹ سمیٹ کر رکھتے تھے۔ پس دولت سمیٹنے کا مزہ چکھو۔'' (سورہ توبہ)

حقوق العباد کے سلسلے میں قرآن ہمیں تہذیب اور شائستگی بھی سکھاتا ہے۔ اس نے ہمیں ایک دوسرے سے ملنے جلنے اور تعلقات برقرار رکھنے کے اصول بھی بتائے ہیں۔ سورہ نساء میں ہے:

''اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو زیادہ تپاک اور گرم جوشی سے سلام کا جواب دو۔''

سورہ لقمان میں ہے:

''زمین پر اکڑتے ہوئے مت چلو، بلاشبہ اس متکبرانہ چال سے تم نہ تو زمین میں شگاف ڈال سکتے ہو اور نہ پہاڑوں کے برابر لانبے ہو سکتے ہو۔''

گفتگو کا تذکرہ آتا ہے تو قرآن کہتا ہے:

''بات کرتے ہوئے آواز کو دھیما رکھو، گدھوں کی آواز یقیناً نہایت بھدی اور بھونڈی ہوتی ہے۔''

سورہ نور میں ہے:

''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ اوروں کے گھروں میں اطلاع دیئے بغیر اور سلام کئے بغیر نہ داخل ہوا کرو۔''

دو آدمی مجلس میں بیٹھ کر اگر سرگوشی کریں تو وہاں موجود دوسرے آدمیوں کے دل میں یہ خیال آسکتا ہے کہ شاید ہماری نسبت کوئی بات کہی جارہی ہے۔ اگر یہ نہیں تو اتنا گمان تو ضرور ہوتا ہے کہ ہمیں اس قابل نہیں سمجھا کہ ہمیں اپنی گفتگو میں شریک کیا جائے۔ اس خفت اور بدگمانی کو ختم کرنے کے لئے قرآن پاک نے مجلس میں بیٹھنے کے آداب بیان کئے ہیں اور سورہ مجادلہ میں فرمایا ہے:

''سرگوشی پر شیطان اکساتا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کو رنجیدہ کرے۔''

اکتوبر 1997ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

ایمان ایک ایسا جوہر ہے جس کی چاشنی اور حلاوت دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہے مگر یہ حلاوت اور چاشنی اسی بندے کو حاصل ہوتی ہے جو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اللہ کو محبوب رکھتا ہے۔ وہ بندہ جو اللہ سے زیادہ دوسری چیزوں کو عزیز رکھتا ہے اللہ کا سچا بندہ اور شیدائی نہیں ہے۔ جب ہم محبت کا تذکرہ کرتے ہیں تو محبت ہم سے کچھ تقاضہ کرتی ہے اور وہ تقاضہ یہ ہے کہ محبت ہمیشہ قربانی چاہتی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ محبت ایک ایسی قلبی کیفیت کا نام ہے جو ظاہرہ آنکھوں سے نظر نہیں آتی لیکن انسان کا عمل اس بات کی شہادت فراہم کرتا ہے کہ اس کے اندر محبت کا سمندر موجزن ہے یا نہیں۔ ایک آدمی زبانی طور پر اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں اپنے محبوب سے محبت کرتا ہوں لیکن جب ایثار اور قربانی کا وقت آتا ہے تو وہ اپنے قول میں سچا ثابت نہیں ہوتا۔ اس کی محبت ہر گز قابل تسلیم نہیں سمجھی جائے گی۔ خدائے تعالیٰ سے جو لوگ محبت کرتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ بھی محبت کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس کے دل میں محبت بھر دیتے ہیں۔ محبت کی یہ خوشبو جب آسمان کی رفعتوں کو چھوتی ہے تو آسمان والے بھی اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب محبت کی یہ خوشبو زمین کی چاروں سمتوں کو محیط ہو جاتی ہے تو زمین پر بسنے والے ہر فرد خواہ وہ انسان ہو، پرندہ ہو، چرندہ ہو، درندہ ہو اس شخص سے والہانہ محبت کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”جب اللہ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرئیلؑ کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو۔ حضرت جبرئیلؑ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور عالم آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ خدا اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس بندے کے لئے زمین والوں کے دلوں میں قبولیت اور عقیدت پیدا کر دی جاتی ہے۔“

جب اللہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو ایک ہی بات سامنے آتی ہے کہ اللہ اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ یہ محبت ہی تو ہے کہ مخلوق کو زندہ رکھنے کے لئے اللہ طرح طرح کے وسائل پیدا کرتا ہے۔ زمین کو اس نے حکم دے رکھا ہے کہ میری مخلوق کے لئے انواع واقسام کی غذائیں پیدا کر، سورج کو حکم دیا ہے کہ فضا کو مسموم ہونے سے محفوظ کر دے کہ میری مخلوق بیمار نہ ہو جائے۔ چاند کو حکم دیا ہے کہ اپنی ٹھنڈی کرنوں سے پھلوں میں شیرینی پیدا کر، تاکہ میری مخلوق خوشنما، خوشذائقہ اور شیریں پھل کھاتی رہے۔ ہوا کو حکم دیا ہے کہ سبک خرامی کے ساتھ چلتی رہ، تاکہ میری مخلوق کی زندگی میں کام آنے والی بنیادی شئے آکسیجن Oxygen فراہم ہوتی رہے۔ زمین کو اللہ نے نہ اتنا سخت بنایا ہے کہ آدمی جب اس پر چہل قدمی کرے تو اس کے پیر دکھ

جائیں، نہ زمین کو اتنا نرم بنایا ہے کہ آدمی جب اس پر چلے تو اس کے پیر دھنس جائیں۔ یہ اللہ کی محبت ہی تو ہے کہ اس نے اپنی قدرت کو پابند کر دیا ہے کہ وہ ایک توازن کے ساتھ معین مقداروں کے ساتھ مخلوق کی پرورش کرتی رہے۔ یہ اللہ کی محبت ہی تو ہے کہ اس نے اپنی مخلوق کو جھلسا دینے والی آگ کی تپش سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک نظام بنایا۔ ایک نظام قائم کیا اور اس نظام سے اپنی مکلف مخلوق کو متعارف کرانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ اس سے زیادہ محبت کی اور کیا روشن مثال ہو سکتی ہے کہ اللہ نے اپنے رحمت اللعالمین محبوب کو مخلوق کے درمیان بھیج دیا اور یہ اللہ کی رحمت ہی تو ہے کہ اس نے ماں کے دل میں بچے کی محبت اس طرح پیوست کر دی کہ ماں اپنے خون کا ایک ایک قطرہ بچے کے اندر انڈیلتی ہے اور پھر بھی خوش ہے۔

اللہ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو یہ بھی چاہتا ہے کہ اللہ سے محبت کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"جب کسی بندے نے اللہ کے لئے کسی بندے سے محبت کی تو اس نے اپنے رب کی تعظیم کی۔"

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب خاتم النبیین، ختم المرسلین، رحمت اللعالمین سے فرماتا ہے:

"اے ہمارے چہیتے محبوب، آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خدا تم کو اپنا محبوب بنا لے گا۔"

خدا سے محبت کے دعوے کی تکمیل اسی وقت ہوتی ہے اور یہ دعویٰ خدا کی نظر میں اسی وقت قابل قبول ہے جب ہم خدا کے رسول ﷺ کی پیروی کریں۔

نومبر 1997ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

دنیا میں کوئی مکتبۂ فکر ایسا نہیں ہے جس نے حصول علم کی ضرورت اور اہمیت پر زور نہ دیا ہو۔ تمام مکاتب فکر کی بنیاد ہی دراصل علم ہے۔ اسلامیات میں علم کو انبیاء علیہم السلام کی میراث بتایا جاتا ہے۔اور حصول علم کو عورت اور مرد دونوں پر لازم قرار دیا گیا ہے اور ہر حال و قال میں حاصل کرنے کا حکم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان عورت اور مرد پر فرض ہے۔ایک اور موقع پر فرمایا۔ علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے چین جانا پڑے۔

وہ کون سا علم ہے جس کی طرف خالق کائنات اور اس کے حبیب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اشارہ ہے اور فرض قرار دیا گیا ہے ؟ کیا وہ قرآن و حدیث،اسلامی شریعت اور فقہی مسائل کا علم ہے یا کچھ اور...... ؟ حصول علم چونکہ فرض ہے اس لئے وضاحت ضروری ہے۔

علم خواہ دینی ہو یا دنیاوی دونوں کا حصول ضروری ہے۔ قرآن پاک کے اس باب میں جو کچھ بیان ہوا ہے۔اس کے بغور مطالعے سے علم کے تین مدارج سامنے آتے ہیں۔

پہلے درجے میں ان علوم پر بحث کی گئی ہے جو حیات قبل از زندگی یعنی پیدائش سے پہلے کی زندگی سے متعلق ہے۔یعنی آدمی پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھا اور پیدائش سے پہلے اس پر کیا کیفیات گزریں جن مراحل سے گزر کر وہ اس دنیا میں آیا۔

تیسرے درجے میں ان علوم کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کا تعلق تاریخ سے ہے۔یعنی کائنات اور یہ دنیا کس طرح تخلیق ہوئی اور اس تخلیق کا مقصد کیا تھا؟ کتنے انبیائؑ تشریف لائے ؟ قوموں کے اچھے کاموں کے کیا نتائج مرتب ہوئے ؟اور جب اللہ تعالٰی کی نافرمانی کی لوگوں کی دل آزاری کی اور ان کو پریشان کیا تو اس کے کیا نتائج مرتب ہوئے ؟ فکری اور مادی ارتقاء درجہ بدرجہ کس طرح ممکن ہوا؟ لوگوں نے اللہ کی تخلیقات،اجزائے کائنات اور اس کے نظام میں کس طرح غور و فکر کیا؟اور اس غور و فکر کے نتیجے میں کس طرح اور کیا ترقی ہوئی ؟

جس کو عرف عام میں سائنس کہتے ہیں۔ وہ دراصل تسخیر کائنات کا علم ہے۔ سائنسی علوم کے حصول کی کوششیں انسان نے ہر دور میں کی ہیں۔تاکہ وہ کائنات کو تسخیر کرنے کی اپنی ازلی خواہش کی کسی طرح تکمیل کر سکے۔

دور جدید میں سائنس نے قرآن پاک کی اس آیت کہ ’’ہم نے تمہارے لئے مسخر کر دیا تابع کر دیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کا سب‘‘ کے ضمن میں کئی قدم آگے بڑھائے ہیں۔ تیسرے درجے ہی میں شریعت یعنی آداب معاشرت کا تذکرہ ملتا ہے کہ انسان کس

طرح زندگی گزارے۔ اس کا رہن سہن کیسا ہو، آپس کے تعلقات کیسے ہوں، لین دین کیسا ہو، گفتگو کیسی ہو، اٹھنا بیٹھنا کیسا ہو، ہمسایوں سے سلوک کیسا ہو، والدین اور بیوی بچوں سے کس طرح پیش آئے۔

جہاں تک سائنسی علوم اور ایجادات کا تعلق ہے تو سائنس کے ابتدائی دور کی اکثر بڑی ایجادات ہمارے اسلاف نے کیں۔ مثلاً گھڑی مسلمانوں نے ایجاد کی، پانی کا جہاز مسلمانوں نے بنایا، زمین کی پیمائش مسلمانوں نے کی، دوربین مسلمانوں نے ایجاد کی۔ اسی طرح بہت سی سائنسی ایجادات کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے۔ لیکن جب دوسری قومیں اس طرف متوجہ ہوئیں اور انہوں نے ان علوم کا مطالعہ کیا اس کو پڑھا، سمجھا اور اس پر غور و فکر کیا۔ جس کے نتیجے میں وہ لوگ آگے نکل گئے۔ اور مسلمان پیچھے رہ گئے۔ پہلے مسلمان حاکم تھے وہ محکوم اب وہ حاکم ہیں اور ہم محکوم۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد پر کہ علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے چین جانا پڑے، اگر غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ظاہر ہے اس دور میں چین میں اسلامیات کی تعلیم نہیں دی جاتی تھی کہ لوگ قرآن و حدیث اور فقہی مسائل سیکھنے کے لئے چین جاتے۔ بلکہ وہ علوم سیکھنے کے لئے چین جانا پڑتا جو اس وقت وہاں میسر تھے۔ اس دور میں چین کو ترقی کے لحاظ سے اقوام عالم میں ایک ممتاز حیثیت حاصل تھی اور وہ سائنسی ایجادات میں سب سے آگے تھا۔ اس نے کاغذ ایجاد کر لیا تھا، اس نے روشنائی ایجاد کر لی تھی۔ اور یہ چیزیں ساری دنیا میں کہیں اور نہیں تھیں۔

قرآن و حدیث میں حصول علم کے احکامات کی وضاحت سے یہ معنی نکلے کہ علم کوئی بھی ہو اس کو سیکھنا ضروری ہے۔ خواہ وہ دنیاوی علوم ہوں یا دنیوی، ان کو حاصل کرنا اشد ضروری ہے۔ مثلاً ہم دنیوی علم سیکھ لیں۔ قرآن و حدیث اور فقہی مسائل معلوم کر لیں لیکن سائنسی علوم، معاشرتی علوم، طب و جراحت، تجارت، تاریخ، سیاسیات کا علم اور موچی، لوہار اور بڑھئی وغیرہ کا کام نہ سیکھیں تو باشعور افراد ان علوم کے نہ سیکھنے کے نتائج پر غور کر سکتے ہیں۔

دسمبر 1997ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

قیامت کے روز کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اپنی قبروں سے باہر آئیں گے اور ان کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہوں گے۔ وہ موتیوں کے منبر پر بٹھائے جائیں گے تو لوگ ان کی شان پر رشک کریں گے۔ یہ لوگ نہ نبی ہوں گے نہ شہید......

ایک بدو نے سوال کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ!

یہ کون لوگ ہیں؟ ہمیں ان کی پہچان بتا دیجئے۔

فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے:

''یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں محض خدا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔''

حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خداوند قدوس کا ارشاد ہے:

مجھ پر واجب ہے کہ میں ان لوگوں سے محبت کروں جو لوگ میری خاطر آپس میں محبت اور دوستی کرتے ہیں اور میرا ذکر کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھتے ہیں اور میری محبت کے سبب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میری خوشنودی پانے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں۔

اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رات اپنے حبیب اللہ رب العالمین کا دیدار کیا۔ اللہ نے جب اپنے محبوب سے کہا:

''میرے محبوب مانگئے۔''

اللہ کے محبوب نے یہ دعا مانگی:

''اے اللہ!

میں تجھ سے نیک کاموں کی توفیق مانگتا ہوں اور برائیوں سے بچنے کی قوت چاہتا ہوں۔

اے اللہ!

میں تجھ سے مسکینوں کی محبت مانگتا ہوں اور یہ کہ تو میری مغفرت فرمادے اور مجھ پر رحم فرمادے۔ اور جب تو کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے اس سے محفوظ و مامون فرمادے اور

اے اللہ!

میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی توفیق چاہتا ہوں جو تیرے قرب کا ذریعہ بن جائے۔''

حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''لوگوں کے اعمال ہر پیر اور جمعرات کو پیش ہوتے ہیں اور لوگوں کو بخش دیا جاتا ہے سوائے اس کے جس کے دل میں اپنے مومن بھائی کی طرف سے کوئی عداوت ہو...... کہا جاتا ہے کہ ان کو چھوڑ دو تاکہ یہ آپس میں صلح کرلیں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب ذوالجلال سے پوچھا:

''اے میرے رب!

آپ کے نزدیک آپ کے بندوں میں کون سب سے پیارا ہے؟''

رب العالمین نے جواب دیا:

''وہ جو انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کردے۔''

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کی نظر میں بدترین آدمی قیامت کے روز وہ ہوگا جس کی بدزبانی اور فحش کلامی سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔''

دوستو! آیئے اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو محسوس کریں۔ اپنی غلطیوں کا جرأت کے ساتھ اعتراف کریں۔

نمائشی عاجزی، زبانی جمع خرچ کر کے خود کو حقیر کہنا کہ صاحب میں کس قابل ہوں، میں تو بہت گنہگار ہوں۔ ارے میاں میں تو آپ کا ادنیٰ خادم ہوں۔ جھوٹی انکساری کرنا آسان بات ہے۔ لیکن اپنے اوپر اور اپنے نفس پر تنقید برداشت کرنا، اپنی کوتاہیوں کو تسلیم کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔ بہادری یہ ہے کہ کبر و نخوت اور خود پسندی سے خود کو بچاتے رہیں اور بلا تخصیص اللہ کی مخلوق سے محبت کریں۔ ہر آدم زاد کا احترام کریں۔ اور جو اپنے لئے چاہیں وہ اپنے بھائی بہنوں کے لئے چاہیں۔

جنوری 1998ء

نورِ الٰہی

اُسی (اللہ) کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور زمین میں۔ بھلا وہ کون ہے یہاں جو اس کے اذن کے بغیر سفارش کرے۔ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ اور وہ نہیں پا سکتے اس کے علم میں سے بجز اُن کے جسے اللہ چاہے۔ (البقرہ)

اور جو علم میں راسخ ہوتے ہیں سو کہتے ہیں کہ ہم اس پر (مشاہداتی طور پر) یقین لائے کہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ (آل عمران)

اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی غم ہوتا ہے اور نہ ہی کبھی وہ غمگیں ہوں گے۔ (یونس۔ ٦٢)

اور ہماری آیات سن کر ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ (انفال)

اللہ کی خشیئت صرف علمائے فطرت کے دل میں ہو سکتی ہے۔ (فاطر ٢٨٠)

جن لوگوں نے ہماری راہ میں جانفشانی کی، ضروری ہے کہ ہم بھی ان پر اپنی راہیں کھولیں اور بلاشبہ اللہ ساتھ ہے نیکی کرنے والوں کے۔ (عنکبوت۔ ٦٩)

نورِ نبوت

مومن کا قلب اللہ کا گھر ہے۔ (حدیث نبوی)

اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر کسی بات کی قسم کھالیں تو اللہ اسے پورا کرنا اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے۔

(حدیث نبوی)

میرا بندہ ذکر کی کثرت سے میرا قُرب چاہتا ہے حتیٰ کہ وہ مجھے محبوب ہو جاتا ہے اور میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے، اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پائوں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ (حدیث قدسی)

مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔(حدیث نبوی)

حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے، جہاں بھی اسے پائے حاصل کرلے کیونکہ وہی اس کا بہترین مستحق ہے۔(حدیث نبوی)

مومن قبول اشیاء میں تحقیق کرنے والا اور منافق بلا تامل جلد لینے والا ہوتا ہے۔(حدیث نبوی)

فروری 1998ء

نورِالٰہی

نورِ نبوت

’’اور جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان (یقین) رکھتے ہیں تو آپ ان کو میرا اسلام پہنچادیجئے اور کہہ دیجئے کہ تمہارے رب نے تم پر اپنی مہربانی کرنا اپنے ذمہ کر لیا ہے۔‘‘

ایمان ایقان کے لئے ضروری ہے کہ بندہ خود ساختہ معبودوں کی نفی کر کے ایک معبود کی ربوبیت کا اقرار باللسان اور تصدیق قلب کے ساتھ اقرار کرے۔ اسلامی تعلیمات کی بنیاد توحید و رسالت پر ہے۔ یعنی ایک معبود اور اس کے فرستادہ رسول کو زبان سے اور دل سے تسلیم کیا جائے۔ اس طرح تسلیم کیا جائے کہ اس میں کھوٹ نہ ہو، شک نہ ہو، منافقت نہ ہو۔ جب بندی یقین، خلوص اور جذبہ ایثار کے ساتھ وحدانیت کا اقرار کر لیتا ہے تو اس کی مثال ایک ایسے تناور اور پھل دار درخت کی طرح ہوتی ہے جس پر پھل بھی لگتے ہیں اور اس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق سکھ چین کا سانس بھی لیتی ہے۔

ترجمہ: ’’کیا تو غور نہیں کرتا کہ اللہ کریم نے کلمہ طیبہ کی مثال کس طرح بیان کی ہے جو ایک عمدہ درخت کی طرح ہے۔ اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے اور اللہ کریم لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔‘‘

ہر باشعور آدمی اس حقیقت کو جانتا ہے کہ اس دنیا میں یا اس سے پار دوسری دنیا میں کسی بھی موجود چیز کے لئے ضروری ہے کہ اس کی کوئی بنیاد ہو۔ بنیاد کے بغیر نہ کوئی تعمیر ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی شئے مکمل ہوتی ہے۔ ہم گھر بناتے ہیں، گھر کے اندر کمرے بناتے ہیں، گھر کے اوپر چھت ڈالتے ہیں، بنیاد نہ ہو تو گھر کمرے، دیواریں، دروازے، کھڑکیاں اور چھت کا تذکرہ نہیں ہو گا۔ کرسی کا نام لیتے ہی چار ٹانگوں کا یقین آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ چار ٹانگیں نہیں ہوں گی تو کرسی نہیں بنے گی۔ انسانی معاشرے کی بنیاد ایمان، یقین، مشاہداتی نظر ہے اس کے بغیر معاشرہ کا لفظ بے معنی اور کھوکھلا ہے۔ معاشرہ کی بنیاد ایمان پر ہے۔ ایمان نہ ہو تو شرافت، اخلاق، روحانیت اور انسانیت نہیں ہو گی۔ ایمان ایک ایسا بیج ہے جس کی نمو سے اعمال صالح کا درخت اُگتا ہے اور شجر مبارکہ کی ہر شاخ، پتے، پھول اور پھل نیکی ہے۔ جس طرح درخت زمین میں سے آسمان کی طرف بلند ہوتا ہے اور پھیل کر آسمان اور زمین کے درمیان سایہ بن جاتا ہے اسی طرح اعمال صالحہ کے درخت کا ہر پتہ یقین اور ایمان کا Pattern ہوتا ہے۔ جس طرح درخت کی شاخیں، پتے، پھول اور پھل درخت سے الگ کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور درخت کا ہی حصہ ہوتے ہیں اسی طرح صراط مستقیم پر چلنے والے مرد و خواتین کو اعمال صالحہ کا درخت منظم اور متحد رکھتا ہے۔ ان میں کسی قسم کا اختراق و اختلاف نہیں ہوتا۔ صراط مستقیم پر چلنے والے مواحد اپنی اصل سے جُڑے رہتے ہیں۔

اور جو لوگ شجر مبارک (ایمان کا درخت) سے اپنا رشتہ نہیں جوڑتے وہ اعمال صالحہ کی بجائے اعمال خبیثہ کے درخت بن جاتے ہیں۔ اعمال خبیثہ کے درخت میں کانٹے ہوتے ہیں جو اس درخت کو اور اس درخت سے ہم رشتہ رہنے والوں کو چبھتے رہتے ہیں۔ اذیت ان کے اوپر مسلط ہو جاتی ہے، سکون ان کے لئے حرام ہو جاتا ہے، بے یقینی، شکوک و شبہات اور وسوسوں کی دلدل میں گر کر اندر ہی اندر دھنستے چلے جاتے ہیں۔ آخرت اور دنیا ان کے لئے سراسر گھاٹے اور خسارہ کی علامت بن جاتی ہے۔

ترجمہ: ''نبی کے شایان نہیں اور ان کے لئے جو ایمان لائے کہ وہ مشرکین (اعمال خبیثہ کے پیروکار) کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ گو وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کے بعد کہ ان پر یہ واضح ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں۔''

اعمال صالحہ والے مرد اور اعمال صالحہ کرنے والی خواتین اس دنیا میں بھی سرخرو ہیں اور مرنے کے بعد کے عالم میں بھی مسرور، خوش، مطمئن اور بے فکر ہیں۔ انہیں نہ خوف ہوتا ہے اور نہ ہی انہیں غمناک زندگی سے واسطہ پڑتا ہے۔

مارچ 1998ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

آدمی ہمیشہ سے مال و دولت کا بھوکا اور آسائشوں کا طلب گار رہا ہے۔ دولت سمیٹنے کی دُھن ہمیشہ اس کے اوپر سوار رہتی ہے۔ آدم کی اولاد نے ہر جائز و ناجائز طریقے سے دولت اکٹھا کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا ہے۔ وہ شعور کی حالت میں داخل ہونے سے قبر کا منہ دیکھنے تک دولت اکٹھا کرنے کی دوڑ میں بے لگام گھوڑے کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔

''تمہیں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی خواہش نے غفلت میں رکھا یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔'' (قرآن)

انفرادی حدود میں دولت پرستی کی بیماری آدمی کی انا اور اس کی ذات سے گھُن بن کر چپک جاتی ہے۔ اس کی انسانی صفات کو چاٹتی رہتی ہے اور خالق کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں کو زنگ آلود کر دیتی ہے۔ آدمی کے باطن میں ایک شیطانی وجود پرورش پانے لگتا ہے جو لمحہ بہ لمحہ بڑا ہو کر اس کی ذات کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ آدمی کی بہترین تخلیقی صلاحیتیں دولت کی حفاظت میں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اگر دولت پرستی کا مرض معاشرہ میں پھیل جائے تو قوم کے افراد ایک دوسرے کے حق میں بھیڑیئے بن جاتے ہیں۔ آدمی کے لباسوں میں یہ درندے جب موقع ملتا ہے جھپٹ کر دوسرے کا شکار کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ معاشرے میں طرح طرح کے قوانین اور رسوم کو رواج دے کر نچلے قبطہ کا خون چُوستے رہتے ہیں۔ قانون قدرت، سرمایہ پرستی اور لالچ کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ وہ ایسی قوموں کو غلامی، ذلت اور افلاس کے عمیق غار میں دھکیل دیتا ہے۔

قرآن پاک سرمایہ پرستوں کے اس اولین دعوے پر کاری ضرب لگاتا ہے کہ ان کی کمائی اور ان کی دولت ان کی سبز مندی کا نتیجہ ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ تمہارا یہ خیال کہ رزق کا حصول اور اس کی پیدائش تمہارے زور بازو کا نتیجہ ہے۔ ایک خام خیال ہے۔ فطرت کے قوانین اور اس کے وسائل خود تمہارے لئے مسلسل رزق کی بہم رسانی میں مصروف ہیں۔ سمندروں سے پانی بخارات کی شکل میں زمین پر برستا ہے اور زمین کی مردہ صلاحیتوں میں جان ڈال کر اسے وسائل کی تخلیق کے قابل بنا دیتا ہے۔ زمین طرح طرح کی پیداوار کو جنم دے کر انسان کی پرورش کرتی ہے اور اس کی زندگی کے قیام کے وسائل فراہم کرتی ہے۔ ہوا، سورج کی روشنی اور بہت سے دوسرے عوامل اس دوران فصلوں کو بارآور کرنے میں سرگرم رہتے ہیں اور بلا معاوضہ آدمی کی خدمت کرتے ہیں۔ رزق اور وسائل کے حصول اور عمل میں انسان کی کوشش صرف ہاتھ بڑھا کر روزی حاصل کر لینا ہے۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے جو صفات حمیدہ کے بہترین مظہر اور تکمیل انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے، کبھی دولت کے ارتکاز کو پسند نہیں فرمایا ہمیشہ اسے لوگوں کی بھلائی کے لئے خرچ کیا۔ کوئی ضرورت مند آپ ﷺ کے دربار سے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹا۔ اگر آپ ﷺ

کے پاس کچھ بھی نہ ہوتو آپ ﷺ اپنی ضرورت کی اشیاء گروی رکھوا کر سائل کی مدد فرماتے۔ تمام عمر یتیموں، بیوائوں اور حاجت مندوں کی سرپرستی حضور اکرم ﷺ کا شیوہ رہی۔

ہادئ برحق نے اپنے پاس مال وزر جمع نہ ہونے کا اتنا اہتمام فرمایا کہ صبح کا درہم شام تک کبھی اپنے پاس نہیں رکھا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کو نصیحت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے ابوذر! مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس اُحد کے پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تیسرے دن تک اس میں سے ایک اشرفی بھی میرے پاس باقی رہ جائے مگر یہ کہ کسی قرض کے ادا کرنے کو رکھ چھوڑوں۔ میں کہوں گا کہ اس کو خدا کے بندوں میں ایسے ایسے داہنے بائیں اور پیچھے بانٹ دو۔''

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی الھٰکم التکاثر پھر فرمایا۔ آدم کے بیٹے کا یہ حال ہے کہ کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال۔ اور تیرا مال تو وہی ہے جو تو نے صدقہ کیا اور آگے بھیج دیا۔ کھا لیا تو اس کو فنا کر چکا اور پہن لیا تو اس کو پرانا کر چکا۔

حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:

''اے آدم کے بیٹے! تیرا دینا تیرے لئے بہتر اور تیرا رکھ چھوڑنا تیرے لئے بُرا ہے۔''

حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''جس کے پاس سواری کے لئے زائد اونٹ ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔ جس کے پاس زائد زادِ راہ ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں۔''

حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح مختلف اموال کا ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے محسوس کر لیا کہ ضرورت سے زائد مال رکھنے کا ہم میں سے کسی کو حق نہیں ہے۔

نبوت کی اس تعلیم نے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کی جس کا ہر فرد دوسرے کا مددگار اور سرپرست تھا اور جس میں لوگ اپنی کمائی کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بے چین رہتے تھے۔ وہ ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے تھے کہ جس سے ان کی کمائی مستحقین تک پہنچ جائے۔

اپریل1998ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

برائیوں کو مٹانے کی جدوجہد اور بھلائیوں کی ترغیب ہی وہ عمل ہے جو ہمارے وجود کا ضامن ہے۔اس میں کوتاہی کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’تم بہترین امت ہو جو سارے انسانوں کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور خدا پر کامل ایمان رکھتے ہو۔‘‘ (آل عمران)

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی غور کرنا ہوگا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم جس غلط روش سے لوگوں کو بچنے کی تلقین کر رہے ہیں اور اس کے بُرے نتائج سے انہیں خبردار کر رہے ہیں، ہم خود دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اسی راہ پر چل رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس طرز عمل کی نشاندہی اس طرح کی ہے کہ

’’کیا تم لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو۔‘‘ (البقرہ)

اور

’’تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔‘‘ (الصف)

اللہ کے راستے کی طرف دعوت دینے میں ہماری بات میں اسی وقت تاثر پیدا ہو گا جب ہم خود اس دعوت اور تعلیم کا نمونہ ہوں اور ہمارا رابطہ اللہ کے ساتھ ویسا ہی ہو جو ایک حقیقی بندے کا اپنے رب سے ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس ربط کے حصول کا طریقہ حضور سرور کائنات ﷺ کو یہ بتایا ہے:

’’ترجمہ:’’اے چادر میں لپٹنے والے، رات میں ’’قیام‘‘ کیجئے مگر کچھ رات، آدمی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیئے۔ہم جلد آپ پر ایک بھاری فرمان ڈالنے والے ہیں۔‘‘ (المزمل)

قیام کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی قربت پر قائم ہو کر اس سے ایسا ربط پیدا کرے کہ اس کی زندگی کا ہر عمل اللہ کی ذات سے وابستہ ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لے۔

جب بندہ اپنے رب سے حقیقی تعلق کو قائم کرلیتا ہے تو وہ غم اور خوف سے نجات حاصل کر کے سکون اور اطمینان کی تصویر بن جاتا ہے۔اب جب وہ کوئی بات کہتا ہے اور کسی بات کی دعوت دیتا ہے تو باضمیر لوگ اور سعید روحیں اس کی آواز پر لبیک کہتی ہیں۔

دعوت اور تبلیغ دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن ہے۔اس لئے پورا خیال رکھئے کہ اس دعوت کا طریق کار حکمت اور سلیقہ سے مزین اور ہر لحاظ سے موزوں، بروقت اور پُروقار ہو۔ مخاطب کی فکری رسائی، ذہنی کیفیت کے مطابق بات کیجئے۔لوگوں میں حسن ظن، خیر خواہی اور خلوص کے جذبات ابھاریئے۔ہٹ دھرمی، تعصب اور نفرت کو ختم کیجئے۔

تحریر و تقریر میں عذاب اور خوف پر اتنا زور نہ دیجئے کہ لوگ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں بلکہ عذاب اور خوف کے ایک مختصر پہلو کے مقابلے میں اللہ کے لامحدود اور وسیع دامن رحمت کو پیش کیجئے۔ جس میں پوری کائنات سجائی ہوئی ہے اور جس کی بنیاد پر تمام مخلوقات کا وجود ہے۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ جو کچھ ہم دنیا کے سامنے پیش کریں اس کا مخاطب سب سے پہلے خود اپنی ذات کو بنائیں۔ جن حقیقتوں کو قبول کرنے میں ہم دنیا کی بھلائی دیکھیں پہلے خود کو اس کا حریص بنائیں۔ انفرادی عمل، خانگی تعلقات، اخلاقی معاملات اور اللہ سے ربط کے معاملے میں یہ ثابت کریں کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کا نمونہ ہم خود ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کے بیان میں کچھ لوگوں کی دردناک حالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا۔ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیلؑ نے کہا یہ آپ ﷺ کی امت کے وہ مقررین ہیں جو لوگوں کو نیکی اور تقویٰ کی تلقین کرتے تھے اور خود کو بھولے ہوئے تھے۔‘‘

اللہ کی رضا کے حصول میں اور اس کے راستے کی طرف دعوت دینے کا موثر ذریعہ مخلوق خدا کی بے لوث خدمت ہے۔ایسی خدمت جو خالص انسانی قدروں اور خلوص و محبت اور خیر خواہی کے جذبات پر قائم ہو نہ کہ بدلے اور گھٹیا سودے بازی پر۔اللہ کی مخلوق سے محبت کا تعلق استوار رکھنا اور اللہ کی مخلوق ہونے کے ناطے سے ان کی خدمت کرنا خالق کی رضا اور خوشنودی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔

مئی1998ء

نورِالٰہی

نورِنبوت

اس نے تمہیں منتخب فرمالیاہے اور دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔ پیروی کرواس دین کی جو تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے۔اس نے پہلے ہی سے تمہیں مسلم کے نام سے نوازا تھا۔اور اسی سلسلے میں رسول تمہارے دین حق کی شہادت دیں اور تم دنیا کے سارے انسانوں کے سامنے دین حق کی شہادت دو۔(القرآن)

تم خیر امت ہو جو سارے انسانوں کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو اور خدا پر کامل ایمان رکھتے ہو۔ (القرآن)

اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو اختیار کرنا چاہے گا۔وہ دین اس کا ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام ونامراد ہو گا۔ (القرآن)

ان الدین عنداللہ الاسلام اور خدا کے نزدیک دین تو بس اسلام ہے۔

اسلام کی تعلیمات حاصل کر کے اپنے اندر بصیرت پیدا کیجئے۔یقین رکھئے خدا کے نزدیک دین سلامتی اور راست بازی کا دین ہے۔ دین حق، اسلام کو چھوڑ کر جو طریقۂ بندگی بھی اختیار کیا جائے گا، خدا کے ہاں اس کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہے۔اللہ رب العزت کے یہاں وہی دین صحیح دین ہے جو قرآن میں بالوضاحت بیان کر دیا گیا ہے اور جس کی عملی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ لوگوں کو صاف صاف بتادیجئے کہ میں نے جو راہ اپنائی ہے، سوچ سمجھ کر پوری بصیرت کے ساتھ اپنائی ہے۔

اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اور دوسرے پیچھے چلنے والے پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔اور خدا ہر عیب سے پاک ہے اور میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں جو خدا کے ساتھ شریک کر رہے ہیں۔ (القرآن)

دین اسلام کے نصب العین کی عظمت اور اہمیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر اس کے اصولوں پر قائم رہیئے کہ یہی وہ عظیم کام ہے جس کے لئے خدا کی طرف سے ہمیشہ انبیاء علیہم السلام آتے رہے ہیں۔یہی وہ عطا ہے جو دونوں جہاں کی عظمت وسر بلندی کا سرمایہ ہے۔

خدا جس شخص کو خیر سے نوازتا ہے اسے اپنے دین کی صحیح فہم اور گہری سوجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔ بلاشبہ دین کا صحیح ادراک اور دین کے اندر مخفی و ظاہر حکمت تمام بھلائیوں، دانائیوں اور کامرانیوں کا سرچشمہ ہے۔ اس سعادت سے محروم بندہ کی زندگی میں توازن اور یکسانیت کا فقدان ہوتا ہے۔ ایسا بندہ زندگی کے ہر میدان اور زندگی کے ہر عمل میں عدم توازن کا شکار ہوتا ہے۔

جب تک آپ خود کو صراط مستقیم پر گامزن نہیں کریں گے آپ دوسروں پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ پہلے خود کو اسلام میں پورا پورا داخل کیجئے۔ جو کچھ دنیا کے سامنے پیش کریں، پہلے خود اس کی خوبصورت تصویر بن جایئے۔ جو پیغام دینا ہو پہلے اپنی ذات کو بتایئے۔ دوسروں کو نصیحت کرنے اور دعوت دینے سے پہلے خود اس کی عملی تفسیر بن جایئے۔ آپ جو دوسروں سے چاہتے ہیں پہلے خود کر کے دکھایئے۔ دین حق کے داعی معجزہ کا امتیاز یہ ہے کہ وہ خود اپنی دعوت کا سچا نمونہ ہوتا ہے۔ جو کچھ وہ کہتا ہے عمل اور کردار اس کا مشاہدہ و مشہود ہوتا ہے۔ جن اعمال میں وہ نوع انسانی کی بھلائی دیکھتا ہے خود اس کا حریص ہوتا ہے۔

زبان و قلم، انفرادی زندگی، خانگی تعلقات، ازدواجی حالات، سماجی معاملات اور اپنی روحانی واردات و کیفیات سے ایسا ماحول تشکیل دیجئے جو لوگوں کے لئے مشعل راہ ہو اور سکون نا آشنا لوگ اس طرز زندگی میں جوق در جوق شامل ہوں۔ پاکیزہ کردار، ذہنی سکون اور روحانی قدروں سے اچھا سماج تشکیل پاتا ہے۔ متوازن قدروں سے تشکیل شدہ نظام کی بنیاد عدل وانصاف پر ہوتی ہے تو ایسی تہذیب وجود میں آجاتی ہے جس تہذیب پر قائم لوگ فرشتوں کے مسجود ہوتے ہیں اور وہ فی الارض خلیفہ کی حیثیت سے کائناتی سلطنتوں پر حکمرانی کرتے ہیں۔

یاد رکھئے! جو لوگ اپنی تربیت واصلاح سے غافل ہو کر دوسروں کی اصلاح وتربیت کی باتیں کرتے ہیں وہ خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ہمیشہ تہی دامن رہتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ اپنے جلتے ہوئے گھر سے بے فکر ہیں اور پانی کی بالٹیاں لئے ہوئے اس تلاش میں سرگرداں ہیں کہ کوئی جلتا ہوا گھر انہیں مل جائے اور وہ اس آگ پر پانی کی بالٹیاں انڈیل دیں۔ اللہ تعالیٰ خبردار کرتے ہیں ایسے لوگ دنیا میں بھی ناکام ہیں اور آخرت میں بھی ناکام رہیں گے۔ خدا کو یہ بات انتہائی درجہ ناگوار ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرنے والے خود بے عمل رہیں اور لوگوں کو اس عمل کی دعوت دیں جو خود نہ کرتے ہوں۔ نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بے عمل داعیوں کو انتہائی ہولناک عذاب سے ڈرایا ہے۔

جون 1998ء

نورِالٰہی

نورِنبوت

اس کتاب میں ابراہیم کے قصے یاد کیجئے، بلاشبہ وہ ایک سچے نبی تھے۔ جب انہوں نے اپنے والد سے کہا۔ باباجان! آپ ان چیزوں کی عبادت کیوں کر رہے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کے کسی کام آسکتی ہیں؟ باباجان! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا ہے۔ آپ میرے کہے پر چلیں، میں آپ کو سیدھی راہ چلاؤں گا۔ باباجان! آپ شیطان کی بندگی نہ کریں، شیطان تو بڑا نافرمان ہے۔ باباجان! مجھے ڈر ہے کہ رحمٰن کا عذاب آپکڑے اور آپ شیطان کے ساتھی بن کر رہ جائیں۔

باپ نے کہا۔ ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے پھر گئے ہو؟ اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دوں گا اور جاؤ ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جاؤ۔

ابراہیم نے کہا۔ آپ کو میرا سلام ہے۔ میں اپنے پروردگار سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کی بخشش فرمادے۔ بے شک میرا رب مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔ میں آپ لوگوں سے بھی کنارہ کرتا ہوں اور ان ہستیوں سے بھی جن کو خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو، میں تو اپنے رب ہی کو پکاروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر ہرگز نامراد نہ ہوں گا۔

(سورہ مریم: ۴۱۔۴۸)

اللہ کے پیغام کو پہنچانے اور ہر قسم کی قربانی کے لئے اپنے اندر ہمت و عزم پیدا کر کے خدا کی راہ میں وقت اور پیسہ خرچ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے صعوبتیں برداشت کرنا اور لوگوں تک اللہ اور اس کے رسول کا پیغام پہنچادینا امت مسلمہ پر فرض اور ان نعمتوں کا شکر ہے جو اللہ ہمارے رب نے ہمیں دی ہوئی ہیں۔ جب کوئی بندہ اپنی تمام تر روحانی اور جسمانی صلاحیتوں کے ساتھ نوع انسانی کو صراط مستقیم کی دعوت دیتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کا خصوصی تعاون حاصل ہو جاتا ہے اور فرشتے اس بندہ کے جذبۂ صادق کو اپنے ترغیبی پروگراموں میں شامل کر لیتے ہیں۔ لیکن تبلیغ اسی شخص کو زیب دیتی ہے جس کے اندر روحانی صلاحیتیں بیدار ہیں اور وہ خود بھی راہ حق کا سچا اور پُر عزم مسافر ہو۔

راہ حق کے سچے مسافر کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

والذین جاھدو فینا لنھدینھم سبلنا

یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب سنگ دل لوگ نبی ﷺ اور نبی ﷺ کے جاں نثار ساتھیوں پر بے پناہ ظلم و ستم کررہے تھے۔ حضرت خبابؓ فرماتے ہیں۔

’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے سائے میں چادر سر کے نیچے رکھے آرام فرمارہے تھے۔ ہم آپ ﷺ کے پاس شکایت لے کر پہنچے۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ہمارے لئے خدا سے مدد طلب نہیں فرماتے۔ آپ ﷺ اس ظلم کے خاتمے کی دعا نہیں کرتے۔‘‘

حضور اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

’’تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے بعض کے لئے گڑھا کھودا جاتا، پھر اس گڑھے میں کھڑا کر دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اس کے جسم کو چیرا جاتا یہاں تک کہ اس کے جسم کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔ پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتا اور اس کے جسم میں لوہے کے کنگھے چبھوئے جاتے جو گوشت سے گزر کر ہڈیوں اور پٹھوں تک پہنچ جاتے مگر وہ خدا کا بندہ حق سے نہ پھرتا۔ قسم ہے خدا کی یہ دین غالب ہو کر رہے گا۔ یہاں تک کہ سوار (یمن کے دارالخلافہ) صنعا سے حضر موت تک کا سفر کرے گا اور راستے میں خدا کے سوا اس کو کسی کا خوف نہ ہو گا۔ البتہ چرواہوں کو صرف بھیڑیوں کا خوف ہو گا کہ کسی بکری کو اٹھا نہ لے جائیں۔ لیکن افسوس کہ تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔‘‘

کسی مشن کو کامیاب بنانے کے لئے آزمائشیں ضروری ہیں۔ جب تک آزمائش سے آدمی نہیں گزرتا، مقصد کی تکمیل نہیں ہوتی۔ مقصد ہمہ گیر ہو یا اس کی حیثیت انفرادی ہو، آزمائش لازم ہے۔ ہم کوئی بھی کام کرتے ہیں اس کی تکمیل تک پہنچنے کے لئے ہمیں مختلف مراحل سے گزرنا ہوتا ہے اور ان مراحل میں ہر مرحلہ دراصل ایک آزمائش ہے۔ ہم اس آزمائش پر پورے اترتے ہیں تو نتائج مثبت نکلتے ہیں اور اگر ہم آزمائش سے جی چراتے ہیں تو نتیجہ منفی نکلتا ہے۔

آیئے! ہم عہد کریں کہ اللہ کے دوست اور محبوب ﷺ رب العالمین کے وارث، ابدال حق قلندر بابا اولیاءؒ کے روحانی مشن کو ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے ہر آزمائش پر پورے اتریں گے اور نہایت خندہ پیشانی، حسن اخلاق اور مدبرانہ حکمت سے لوگوں کو یہ باور کرائیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عرفان حاصل کرنے کے لئے خود اپنی روح کا عرفان ضروری ہے۔

جولائی 1998ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

بخت نصر نے یروشلم کو تاراج کر کے جب پیوند زمین کر دیا اور شہر کے رہنے والوں کو تہہ تیغ کر کے محلات اور مکانات منہدم کر دیئے تو وہاں حضرت عزیر علیہ السلام کا گزر ہوا۔

انہوں نے دیکھا کہ ساری بستی کھنڈر بن گئی ہے۔ مکان ہیں نہ مکیں۔ بازار ہیں نہ خریدار۔ انہوں نے استغراق کے عالم میں سوچا۔ بھلا اتنا بڑا پُر رونق اور عظیم شہر دوبارہ کس طرح آباد ہو گا؟

اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر موت طاری کر دی۔ یہاں تک کہ ستر سال کے بعد یروشلم پھر آباد ہو گیا اور شہر کی رونق بحال ہو گئی۔ انسانوں سے مانوس چرندوں اور پرندوں سے شہر بھر گیا۔ خوشنما پھولوں سے مزین باغات نظر آنے لگے وہی پہلے سی رونق، چہل پہل، ہما ہمی اور گہما گہمی پیدا ہو گئی۔ جب سو سال پورے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ پہلے ان کی روح ان کی آنکھوں میں اتری تا کہ حضرت عزیر علیہ السلام دوبارہ زندہ ہونا بھی خود ہی دیکھ لیں۔ جب روح نے حضرت عزیر علیہ السلام کے پورے جسم کو اپنا لباس بنا لیا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا:

"اے عزیر! تم کتنے دن مردہ رہے؟"

جواب میں حضرت عزیر علیہ السلام نے کہا:

"ابھی تو ایک دن بھی پورا نہیں ہوا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "تم سو سال تک مردہ رہے۔ اب ہماری قدرت دیکھو تمہارا زادراہ انگور، انجیر اور پھلوں کا رس خراب نہیں ہوا۔ ہر چیز اپنی اصل حالت میں ہے اور تمہاری سواری کا گدھا جس کی بوسیدہ ہڈیاں تمہارے سامنے پڑی ہیں۔ ہم اسے ابھی تمہاری آنکھوں کے سامنے زندہ کر دیتے ہیں۔"

چنانچہ سو سال تک مردہ پڑے ہوئے گدھے کی بوسیدہ ہڈیاں جو ان کے دائیں بائیں بکھری پڑی تھیں ایک ایک کر کے پیوست ہونا شروع ہو گئیں۔ یہاں تک کہ گدھے کا ڈھانچہ مکمل ہو گیا۔ جس پر گوشت نہیں تھا۔ پھر یہ ڈھانچہ ایک ترتیب اور معین مقداروں سے گوشت اور کھال کے ساتھ زندہ ہو گیا۔

موت و حیات کی زندگی اور یقین کی دنیا میں بلاشبہ حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ تازیانۂ عبرت ہے......اے وہ لوگو! جو دنیا کی منفعت کو ہی اپنا سرمایۂ حیات سمجھتے ہو...... تمہیں ایک روز یہ سب کچھ چھوڑ کر دوسری دنیا میں جانا ہے۔ پھر اسی جسم کے ساتھ زندہ ہونا ہے......اور یہ دنیا، وہ دنیا ہے جہاں دنیا کی سرمایہ کاری کام نہیں آئے گی......جو آدمی لالچ اور طمع میں مر گیا وہ وہاں مفلس، قلاش اور تہی دست ہو گا......! مادیت جب زندگی میں رچ بس جاتی ہے تو عقل و شعور کو بھی مادی توجیہہ کے بغیر سننے اور سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ مادی زندگی کے بعد دوسری ماورائی زندگی حکایت اور افسانہ بن جاتی ہے۔ جزا اور سزا کا قانون ذہن سے نکل جاتا ہے اور جب یہ صورتحال واقع ہو جاتی ہے تو آدم کا بیٹا اور حوا کی بیٹی دنیا اور دنیا کی منفعت ہی کو سب کچھ سمجھنے لگتے ہیں۔ مادیت پرست شخص ہر اس شئے کی طرف مائل رہتا ہے جو اس کے خیال میں اسے نفع پہنچا سکتی ہے۔ کسی بندہ کے اوپر جب دوسرے عالم میں منتقل ہو کر دوسری زندگی گزارنے کا یقین ٹوٹ جاتا ہے تو اس کے اوپر توہمات اور وسوسے یلغار کر دیتے ہیں۔ معکوس خیالات اور منفی احساسات اس کے ارد گرد ایسا جال بُن دیتے ہیں کہ وہ بے دست و پا ہو کر زندہ در گور ہو جاتا ہے اور اور پھر وہ خود اپنی انا کے خول میں اسی طرح بند ہو جاتا ہے۔ زمانہ کا ٹھکرایا ہوا ایسا انسان بن جاتا ہے جس کو خوف اور غم کے دبیز سائے ہشت پا (Octopus) بن کر اس کی زندگی میں دوڑنے والے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ لیتے ہیں اور وہ یاد ماضی کو عذاب اور مستقبل کی تاریکی کو اپنا مقدر بنالیتا ہے۔ سیم و زر اور جواہرات کسی کام نہیں آتے۔ وہ خود اپنے سائے سے بھی ڈرنے لگتا ہے اور اپنی ہی آواز سے کانپ کانپ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے دل پر اور کانوں پر مہر لگ جاتی ہے اور آنکھوں پر پردہ آجاتا ہے۔

اگست 1998 ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

عامرؓ ایک بار حضرت عمرؓ سے ملنے کے لئے ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ حضرت عمرؓ لیٹے ہوئے ہیں اور بچے ان کے سینے پر چڑھے ہوئے کھیل رہے ہیں، ان کو یہ بات بہت گراں گزری۔

امیر المومنین نے ان کی پیشانی پر بل دیکھ کر فرمایا۔ ''آپ اپنے بچوں کے ساتھ کیسا برتائو کرتے ہیں؟''

عامرؓ نے کہا۔ '' جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں تو گھر والوں پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے اور سب دم بخود ہو جاتے ہیں۔''

حضرت عمرؓ نے بڑے سوز کے ساتھ فرمایا۔ ''عامرؓ! امت محمدیہ کا فرزند ہوتے ہوئے تم یہ نہیں جانتے کہ مسلمان کو اپنے گھر والوں کے ساتھ کس طرح نرمی اور محبت کا سلوک کرنا چاہئے۔''

ماں پر بچے کا یہ حق ہوتا ہے کہ اسے دودھ پلایا جائے۔ قرآن پاک نے ماں کا یہی احسان یاد دلا کر ماں کے ساتھ غیر معمولی حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔ بچہ نو مہینے تک ماں کے خون سے پیٹ میں پرورش پاتا ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بچے وہی ذہن اور وہی خیالات اپناتے ہیں جو ماں کے دماغ میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ ماں کا فرض یہ ہے کہ وہ بچے کو اپنے دودھ کے ایک ایک قطرے کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طرز عمل کا سبق دیتی رہے۔ دودھ کے ہر گھونٹ کے ساتھ نبی ﷺ برحق کا عشق اور دین کی محبت بھی اس کے سراپا میں اس طرح انڈیل دے کہ قلب و روح میں اللہ کی عظمت اور رسول ﷺ کی محبت رچ بس جائے۔ اس خوشگوار فریضہ کو انجام دے کر جو روحانی سکون و سرور حاصل ہوتا ہے اس کا اندازہ ان ہی مائوں کو ہوتا ہے جو اپنے بچوں کی پرورش حق کے ساتھ کرتی ہیں۔

بچوں کو ڈرانے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ ابتدائی عمر کا یہ ڈر ساری زندگی پر محیط ہو جاتا ہے۔ اور ایسے بچے زندگی میں کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دینے کے لائق نہیں رہتے۔ اولاد کو بات بات پر ڈانٹنے، جھڑکنے اور برا بھلا کہنے سے بچے خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس شفقت و محبت اور نرمی کے برتائو سے اولاد کے اندر اطاعت و فرمانبرداری کے جذبات نشو ونما پاکر اولاد کو باسعادت کرتے ہیں۔

اپنے بچوں کو حسب مراتب گود میں لیجئے۔ پیار کیجئے، شفقت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیریئے۔ تندخو اور سخت گیر ماں باپ سے بچے ابتداء میں سہم جاتے ہیں اور پھر نفرت کرنے لگتے ہیں۔ والہانہ جذبہ محبت سے ان کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور ان کی فطری نشو ونما پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اولاد کو ضائع نہ کیجئے، اولاد کو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھئے۔ معاشی تنگی کی وجہ سے کبھی نہ سوچئے کہ یہ سب اولاد کی وجہ سے ہے۔ خالق کائنات کا فرمان ہے:

''اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو۔ ہم ان کو بھی رزق دیں گے اور ہم تمہیں بھی رزق دے رہے ہیں۔''

دراصل صالح اولاد ہی آپ کے بعد آپ کی تہذیبی روایات، دینی تعلیمات اور پیغام توحید کو زندہ رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اور مومن نیک اولاد کی آرزوئیں اسی لئے کرتا ہے کہ وہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پیغام کو زندہ رکھے گی۔

دوسروں کے سامنے اپنے بچوں کے عیب نہ بیان کیجئے اور نہ کسی کے سامنے ان کو شرمندہ کیجئے۔ ان کی عزت نفس کے آپ محافظ ہیں۔ بچوں کے سامنے ان کی اصلاح سے مایوسی کا اظہار بچوں میں احساس کمتری پیدا کر دیتا ہے یا پھر ان کے اندر ضد اور غصہ بھر جاتا ہے کہ جب ہم خراب اور ناقابل اصلاح ہیں تو اب خراب ہو کر ہی دکھائیں گے۔ بچے کہانیاں سن کر بہت خوش ہوتے ہیں اور انہیں جو کچھ سنایا جاتا ہے وہ ان کے حافظہ میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ نہایت پیار و انسیت کے ساتھ انہیں نبیوں کے قصے، صالحین کی کہانیاں، صحابہ کرام کی زندگی کے واقعات اور مجاہدین اسلام کے کارنامے اہتمام کے ساتھ سنایئے اور ان سے سنئے بھی۔ ہزار مصروفیتوں کے باوجود ان کے لئے وقت نکالئے۔ جب بچے خوش ہوں انہیں بتایئے کہ رسول اللہ ﷺ بچوں سے والہانہ محبت کرتے تھے، بچوں کو دیکھ کر حضور ﷺ کا چہرہ انور گلنار ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ ہمارے پیارے نبی ﷺ حضرت حسنؓ کو پیار کر رہے تھے۔ ایک بدو کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا اور کہا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ بھی بچوں کو پیار کرتے ہیں۔ میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔''

رحمت للعالمین ﷺ کے چہرہ مبارک پر ناگواری ظاہر ہوئی اور فرمایا:

''اگر خدا نے تمہارے دل سے رحمت و شفقت کو نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں!''۔

بے جا لاڈ پیار سے بچے ضدی اور خود سر بن جاتے ہیں۔ ہر جا و بے جا ضد پوری کرنے کی بجائے تحمل اور بردباری کے ساتھ کوشش کیجئے، یہ عادت ختم ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے کرخت آواز کو ناپسند کیا ہے۔ بچوں کے سامنے چیخئے چلایئے نہیں۔ کیونکہ بچے یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ گلا پھاڑ کر زور سے بولنا بھی کوئی قابل تعریف کام ہے۔ نرمی، خوش گفتاری اور دھیمے لہجے میں ماں باپ جب بات کرتے ہیں تو بچوں کا لہجہ خود بخود نرم اور شیریں ہو جاتا ہے۔

عادت ڈالئے کہ بچے اپنا کام اپنے ہاتھ سے کریں۔ نوکروں کا سہارا بچوں کو کاہل، سست اور اپاہج بنا دیتا ہے۔ ان کے اندر زندگی کے گرم و سرد حالات سے نبرد آزما ہونے کی ہمت نہیں رہتی۔ ایسے بچے جفاکش اور محنت کش نہیں ہوتے۔

کبھی کبھی اپنے بچوں کے ہاتھ سے غریبوں اور مساکین کو کھانا، پیسہ، کپڑا بھی دلوایئے تاکہ ان کے اندر غریبوں کے ساتھ سلوک، سخاوت اور خیرات کا جذبہ پیدا ہو۔ ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایئے، ان کے منہ میں نوالے دیجئے۔ ان سے بھی کہئے کہ وہ اپنے بہن بھائیوں کو اپنے ہاتھ سے کھلائیں۔ اس عمل سے حقوق العباد کا احساس اور انصاف کے تقاضے اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ قالب انسان میں نمو پاتے ہیں۔

جائیداد میں لڑکی کا حصہ پوری دیانت داری اور اہتمام کے ساتھ دینا خدا نے فرض کیا ہے۔ اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ لڑکی کا حصہ دینے میں حیلہ جوئی سے کام لینا خیانت ہے اور اللہ کے دین کی توہین کرنا ہے۔

والدین کی دعائیں اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہیں۔ اولاد کیسی بھی ہو ماں باپ کی آنکھوں کا نور ہوتی ہے۔ سوز و گداز اور دل جمعی کے ساتھ اولاد کے حق میں دعا کرنا ماں باپ کی عادت ہوتی ہے۔ خدائے رحمٰن اور رحیم دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعائیں ضائع نہیں کرتا۔

ستمبر 1998 ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی مقام ہے:

''تین باتیں ہلاکت میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

ا۔ایسی خواہش جس کا انسان غلام بن کر رہ جائے۔

۲۔ایسی حرص جس کو پیشوا مان کر آدمی اس کی پیروی کرنے لگے۔

۳۔خود پسندی......اور یہ بیماری سب سے زیادہ خطرناک ہے۔''

احتساب ایک ایسا عمل ہے جو تمام فاسد مادوں سے انسان کو پاک کر دیتا ہے۔ قوم میں توانائی اور زندگی کی روح پھونک دیتا ہے۔ اچھا دوست وہ ہے جو دوستوں کے احتساب پر خوش ہو اور اپنی اصلاح کی کوشش کرے۔ لیکن ساتھ ہی یہ عمل اختیار کرنا بھی ضروری ہے کہ اگر دوستوں کے دامن پر دھبے نظر آئیں تو ان کا اظہار اس طرح نہ کیا جائے کہ دوست کے دل پر میل آجائے۔ داغ دھبوں کو دھونے کی حکیمانہ تدبیریں بہترین دوستی ہے۔ جہاں آپ دوسروں کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں وہاں اپنے دوستوں کو یہ موقع بھی دیجئے کہ وہ آپ کے اندر اٹھتے ہوئے تعفن اور کثافت کو آپ کے اوپر نمایاں کریں۔ اور جب وہ یہ تلخ فریضہ ادا کریں تو انتہائی عالی ظرفی، خوش دلی اور احسان مندی سے ان کی تنقید کا استقبال کیجئے اور ان کے اخلاص و کرم کا شکریہ ادا کیجئے۔ رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مثالی دوستی کو آئینے سے تشبیہہ دی ہے۔

''تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے پس اگر وہ اپنے بھائی میں کوئی خرابی دیکھے تو اسے دور کر دے۔'' (حدیث)

روحانی قانون کے تحت ہر آدمی ایک آئینہ ہے۔ آئینہ کی شان یہ ہے کہ جب آدمی آئینہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو آئینہ تمام داغ دھبے اپنے اندر جذب کر کے نظر کے سامنے لے آتا ہے اور جب آدمی آئینہ کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے تو آئینہ اپنے اندر جذب کئے ہوئے یہ دھبے یکسر نظر انداز کر دیتا ہے۔ جس طرح آئینہ فراخ حوصلہ ہے آپ بھی اسی طرح اپنے دوست کے عیوب اس وقت واضح کریں جب وہ خود کو تنقید کے لئے آپ کے سامنے پیش کر دے اور فراخ دلی سے تنقید واحتساب کا موقع دے۔ نصیحت کرنے میں ہمیشہ نرمی اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیجئے۔ اگر آپ یہ محسوس کر لیں کہ اس کا ذہن تنقید برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے تو اپنی بات کو کسی اور موقع کے لئے اٹھا رکھیں۔ اس کی غیر موجودگی میں آپ کی زبان پر کوئی ایسا لفظ نہ

آئے جس سے اس کے عیب کی طرف اشارہ ہوتا ہو۔ اس لئے کہ یہ غیبت ہے اور غیبت سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ دوست کی تمام زندگی میں جو عیوب آپ کے سامنے آئیں صرف ان ہی کی نشاندہی کیجئے۔ پوشیدہ عیبوں کے تجسس اور ٹوہ میں نہ لگیئے۔ پوشیدہ عیبوں کو کرید نا بد ترین، تباہ کن اور اخلاق سوز عیب ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بلند آواز میں حاضرین مجلس کو تنبیہہ فرمائی:

''مسلمانوں کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائیوں کے پوشیدہ عیوب کے در پے ہوتا ہے تو پھر خدا اس کے چھپے ہوئے عیوب کو طشت از بام کر دیتا ہے اور جس کے عیب افشا کرنے پر خدا متوجہ ہو جائے تو اس کو رسوا کر کے ہی چھوڑتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر گھس کر ہی بیٹھ جائے۔''

محبوب پروردگار، باعث تخلیق کائنات، حضور رحمت اللعالمین ﷺ کا ارشاد ہے:

''یہ قلوب زنگ آلود ہو جاتے ہیں، جس طرح لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے جب اس پر پانی پڑتا ہے۔''

پوچھا گیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! پھر دلوں کے زنگ کو دور کرنے والی چیز کیا ہے؟''

فرمایا:

''دل کا زنگ اس طرح دور ہوتا ہے کہ آدمی موت کو کثرت سے یاد کرے اور دوسرے یہ کہ قرآن کی تلاوت کرے۔''

نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''ان لوگوں کی طرف دیکھو جو تم سے مال و دولت میں اور دنیاوی جاہ و مرتبے میں کم ہیں۔ اور ان لوگوں کی طرف نہ دیکھو جو تم سے مال و دولت میں اور دنیاوی ساز و سامان میں بڑھے ہوئے ہیں۔ تاکہ جو نعمتیں تمہیں اس وقت ملی ہوئی ہیں وہ تمہاری نگاہ میں حقیر نہ ہوں۔''

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دنیاوی جاہ و مرتبہ میں کم لوگوں کی طرف دیکھنے سے ہمارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''میں عیش و سہولت کی زندگی کیسے گزاروں، جبکہ اسرافیل صُور منہ میں لئے، کان لگائے، سر جھکائے انتظار کر رہے ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔''

میرے دوستو! عیش کوشی سے بچے رہو اور ایک ایسے سپاہی کی طرح زندگی کی ڈیوٹی انجام دیتے رہو جو کسی وقت بھی اپنی ڈیوٹی سے غافل نہیں ہوتا۔

مسلمان کا کردار یہ ہے کہ وہ عصبیت، تنگ نظری اور دھڑے بندی سے دور رہتا ہے۔ کشادہ دلی اور خوش اخلاقی سے ہر ایک سے تعاون کرتا ہے اور جو لوگ بھی مخلصانہ طرزوں میں صراط مستقیم پر گامزن ہو کر اللہ کی مخلوق کی خدمت کرتے ہیں، ان کے ساتھ خیر خواہی اور اخلاص کا برتائو کرتا ہے۔ باہمی منافرت، کشیدگی، بغض و عناد اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے عمل سے خود کو محفوظ رکھتا ہے۔

نیک اور پاکیزہ نفس لوگ وہ ہیں جو دل کی گہرائی سے اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو خدا کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو اس عارضی زندگی میں خدا کے دین کی کچھ خدمت کر جاتے ہیں۔

اکتوبر 1998ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

ظلم و بربریت اور فتنہ و فساد کی ہیبت ہو یا قدرتی عذابوں کی تباہ کاریوں کا خوف، ہر حال میں بصیرت کے ساتھ اس کے اصل اسباب کا سراغ لگایئے اور سطحی تدبیروں پر وقت ضائع کرنے کی بجائے کتاب و سنت کے مطابق اپنی تمام صلاحیتوں کو کام میں لا کر صراط مستقیم پر قدم بڑھادیجئے۔

’’اور تم پر جو مصائب آتے ہیں وہ تمہارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں اور خدا تو بہت خطائوں سے در گزر کرتا ہے۔‘‘

قرآن پاک نے اس کا علاج بھی بتایا ہے:

’’اور تم سب مل کر خدا کی طرف پلٹو، اے مومنو! تاکہ تم فلاح پائو۔‘‘

گناہوں کی ہیبت ناک دلدل میں پھنسی ہوئی امت جب اپنے گناہوں پر نادم ہو کر خدا کی طرف پھر جذبۂ بندگی کے ساتھ پلٹتی ہے اور اشک ہائے ندامت سے اپنے گناہوں کی گندگی دھو کر پھر خدا سے عہد وفا استوار کرتی ہے تو اس کیفیت کو قرآن توبہ کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور توبہ ہی ہر طرح کے فتنہ و فساد اور خوف و دہشت سے محفوظ ہونے کا حقیقی علاج ہے۔

حضور قلب کے ساتھ خدا کو یاد کیجئے۔ دل و دماغ، احساسات، جذبات، افکار و خیالات ہر چیز سے پوری طرح خدا کی طرف رجوع ہو کر یکسوئی اور دھیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کیجئے اور ساری زندگی کو تعلق اللہ کا نمونہ بنایئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سوکھی ٹہنی کو زور زور سے ہلایا۔ سب پتے ٹہنی ہلانے سے جھڑ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ’’صلوٰۃ قائم کرنے والوں کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس سوکھی ٹہنی کے پتے جھڑ گئے۔‘‘ اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

’’اور نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں پر اور کچھ رات گئے پر۔ بلاشبہ عمل خیر برائیوں کو مٹا دیتا ہے۔ یہ نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط قائم ہو جانے سے انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر سکون کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ روحانیت میں قیام و صلوٰۃ کا ترجمہ ربط قائم کرنا ہے یعنی اپنے اللہ سے ہر حال اور ہر حرکت میں تعلق اور ربط قائم رکھا جائے۔ نماز کے ذریعے خدا سے قربت حاصل کیجئے۔ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس کے حضور سجدہ کرتا ہے۔

سجدہ میں ذہنی یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے مشائخ اولیاءاللہ فرماتے ہیں:

''ذہنی یکسوئی حاصل کرنے کے لئے بہترین عمل مراقبہ ہے۔''

مراقبہ ایک ایسی مشق ہے جس کے ذریعہ صلوٰۃ قائم کرنے کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔

دشمنوں کی فتنہ انگیزی اور ظلم و ستم سے گھبرا کر، بے ہمت، بزدل اور پریشان ہو کر، بے رحموں کے سامنے سرنگوں ہو کر اپنے قومی وقار کو داغدار کرنا دراصل احساس کمتری اور خود کو ذلیل کرنے کی علامت ہے۔ اس کمزوری کا کھوج لگایئے کہ آپ کے دشمن میں آپ پر ستم ڈھانے اور آپ کے ملی تشخص کو پائمال کرنے کی جرأت کیوں ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی دو وجوہات بتائی ہیں:

۱۔ مسلمان دنیا سے محبت کرنے لگیں گے۔

۲۔ موت ان کے اوپر خوف بن کر چھا جائے گی۔

مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ حالات کیسے بھی لرزہ خیز ہوں، وہ حق کی حمایت میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ شدید آزمائش میں بھی حق کا دامن نہیں چھوڑتا۔ کوئی موت سے ڈرائے تو وہ مسکرا دیتا ہے اور شہادت کا موقع آئے تو شوق و جذبے کے ساتھ اس کا استقبال کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

''جس قوم میں خیانت کا بازار گرم ہو جائے گا، خدا اس قوم کے دلوں میں دشمن کا خوف اور دہشت بٹھا دے گا۔ جس معاشرے میں ناپ تول میں کمی اور ملاوٹ کا رواج عام ہو جاتا ہے وہ ضرور قحط کا شکار ہو گی اور جہاں ناحق فیصلے ہوں گے وہاں لازماً خونریزی ہو گی۔ جو قوم بھی بدعہدی کرے گی اس پر بہر حال دشمن کا تسلط ہو کر رہے گا۔''

خوف و دہشت کا غلبہ ہو جائے تو اصلاح نفس کے ساتھ ساتھ یہ دعا پڑھیئے انشاءاللہ ڈر اور خوف سے نجات مل جائے گی اور اطمینان قلب نصیب ہو گا۔

ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو۔ عرض کیا۔ ''یارسول اللہ ﷺ! مجھ پر دہشت طاری رہتی ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دعا پڑھو۔'' اس نے اس دعا کا ورد کیا، خدا نے اس کے دل سے دہشت دور کر دی۔

سبحان اللہ الملک القدوس رب الملائکتہ والروح جللت السموت والارض بالعزۃ الجبروت

ترجمہ: ''پاک و برتر ہے اللہ! بادشاہ حقیقی، عیبوں سے پاک، اے فرشتوں اور جبرائیل کے پروردگار! تیری ہی اقتدار اور دبدبہ آسمانوں اور زمین پر چھایا ہوا ہے۔''

اگر خدانخواستہ کسی خطہ میں مسلمان قوم دشمن کے نرغے میں پھنس جائے تو ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہئے:

اللھم استر عوراتنا وامن روعاتنا

ترجمہ: ''خدایا! تو ہماری عزت وآبرو کی حفاظت کر اور خوف وہراس سے امن عطا فرما۔

نومبر 1998ء

نورِالٰہی

نورِنبوت

''اے رسول ﷺ! انسان کو حکم دے کہ وہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں کہ خدا نے کس طرح آفرینش کی ابتداء کی۔'' (عنکبوت)

''کیا یہ لوگ آسمان وزمین کی تخلیق پر غور نہیں کرتے؟ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی موت قریب آگئی ہے۔'' (اعراف)

''غور کرو کہ پہاڑوں میں سفید، سرخ اور سیاہ رنگ پتھروں کی تہیں موجود ہیں۔ نیز انسانوں، چوپایوں اور مویشیوں کے مختلف رنگوں کا مطالعہ کرو۔ اور یاد رکھو کہ اللہ سے اس کے بندوں میں سے صرف عالم ہی خشیت رکھتے ہیں۔'' (فاطر)

ان آیات مبارکہ سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کتاب الٰہی اور کائنات کی تخلیق پر تفکر کی دعوت دیتے ہیں۔ خالق کائنات کی یہ دلی خواہش ہے کہ اس کے بندے تفکر کو اپنا شعار بنالیں تاکہ یہ حقیقت آشکارا ہو جائے کہ

''ہم نے آدم کو علم الاسماء سکھادیا۔ پھر فرشتوں سے کہا تم بیان کرو اس علم کو اگر تم سچے ہو۔'' (سورہ بقرہ)

جو قومیں اللہ کی آیات اور مطالعہ کائنات میں غور وفکر کرتی ہیں، کائناتی حقائق ان کے سامنے آجاتے ہیں۔ ایسی قومیں جو کائناتی حقیقتوں کو تلاش کر کے اپنا کردار ادا کرتی ہیں معزز اور محترم بنادی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس جو قوم مردہ دل ہو کر اپنی سوچ اور اپنی فہم کا محور ریاکاری کو بنالیتی ہے اس کے اوپر ذلت اور رسوائی کا عذاب نازل کر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''تمام کائنات اور زمین کے خزانے تمہارے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔'' (سورہ بقرہ)

''انسان سے آنکھ، کان اور دل کے متعلق باز پُرس ہو گی۔'' (بنی اسرائیل)

آج کے ترقی یافتہ دور میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہی قوم سربلند اور معزز و محترم ہے جو صحیح معنوں میں آنکھ، کان اور دل کا استعمال کر رہی ہے۔ یہ ساری سائنسی ترقیاں اسی لئے وجود میں آتی ہیں کہ ایک قوم کے افراد نے اللہ کی بخشی ہوئی اس نعمت کو عقل وشعور اور تفکر کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

''ہم نے فولاد پیدا کیا جو ایک پُر ہیبت اور نہایت مفید دھات ہے۔'' (حدید)

سائنس کی کون سی ترقی ہے جس میں کسی نہ کسی طرح دھات کا عمل دخل نہ ہو۔ ہوائی جہاز، پانی کے جہاز، ریل کی پٹری، موٹر کاریں، دیو ہیکل مشینیں، چھوٹی بڑی فیکٹریاں، آگ اُگلنے والے اسلحہ جات...... کیا ہمارے لئے درس عبرت نہیں ہیں؟...... قرآن ہمارا ہے۔ اللہ ہمارا ہے۔ آیت ہمارے قرآن کی ہے...... لیکن چونکہ ہم تفکر سے عاری ہیں اور دوسری قومیں تفکر سے معمور ہیں اس لئے ہم محروم ہیں اور آسودہ ہیں...... ہم ذلیل و خوار ہیں، وہ باعزت ہیں۔ ہم بھکاری ہیں اور وہ ہمیں خیرات دینے والے ہیں...... کہا جاتا ہے کہ ہم مسلمان جنتی ہیں اور اغیار دوزخی ہیں...... عقل گنگ ہے کہ یہ کیسی منطق ہے...... دوزخی لوگوں کی خیرات پر جنتی لوگوں کا گزر بسر ہے۔ جنتی لوگ دوزخی لوگوں کی اُترن پہنتے ہیں۔ جنتی لوگ ہر ہر معاملہ میں دوزخیوں کے دست نگر ہیں۔

کائناتی تفکر نہ ہونے سے ہم ایک ایسی قوم بن گئے ہیں جس کا کوئی مقام زمین پر ہے اور نہ آسمانوں میں اس کی کوئی شنوائی ہے...... تفکر اور تدبر کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن میں وضو، نماز، صوم و صلوٰۃ، حج، طلاق، قرض، آداب معاشرت وغیرہ پر ڈیڑھ سو آیات ہیں اور کائنات پر تفکر کرنے سے متعلق آیات کی تعداد سات سو چھپن ہے۔

ارض و سما کی تخلیق اور اختلاف لیل و نہار میں عقل مندوں کے لئے آیات موجود ہیں۔ (آل عمران)

''ارض و سما کی تخلیق، اختلاف لیل و نہار، سمندروں میں تیرنے والی مفید کشتیوں اور اس گھٹا میں جو زمین و آسمان کے درمیان خیمہ آرا ہے۔ ارباب عقل و خرد کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔'' (البقرہ)

دسمبر 1998ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا کوئی بدل نہیں ہے۔ روزے کے عظیم فوائد اور بے پایاں اثرات کو بیان کیا جائے تو اس کے لئے ہزاروں ورق بھی ناکافی ہوں گے۔ مختصر یہ کہ روزہ امراض جسمانی کا مکمل علاج ہے۔ روحانی قدروں میں اضافہ کرنے کا ایک موثر عمل ہے۔ برائیوں سے بچنے کے لئے ایک ایسی ڈھال ہے جس کا توڑ کوئی نہیں۔ روزے دار ایک مخصوص دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے۔ قیامت کے دن روزہ اس بندہ کی سفارش کرے گا جس نے پورے ادب واحترام کے ساتھ روزہ کو خوش آمدید کہا تھا۔ روزہ رکھنے سے جسمانی کثافتیں دور ہو جاتی ہیں اور آدمی کے اندر لطیف روشنیوں کا بہاؤ تیز تر ہو جاتا ہے۔ روشنیوں کے تیز بہاؤ سے آدمی کے ذہن کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔ اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اس کے سامنے فرشتے آ جاتے ہیں اور وہ غیب کی دنیا میں اپنی روح کو سیر کرتے دیکھتا ہے۔

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں پر فرض رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔''

یہی وہ باسعادت مہینہ ہے جس میں حضرت جبرئیل نبی مکرم، خاتم النبیین ﷺ کو قرآن سناتے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے قرآن سنتے تھے۔

ہمارے آقا سرور کونین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو قرآن پاک سے بہت شغف تھا۔ آپ ﷺ نہ صرف قرآن پاک کی تلاوت کرنا پسند فرماتے تھے بلکہ دوسروں سے بھی سُن کر خوش ہوتے تھے۔ حالت قیام میں بھی آپ ﷺ قرآنی آیات نہایت انہماک اور توجہ سے پڑھتے تھے اور ایک ایک حرف واضح ایک ایک آیت الگ ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''اپنی آواز اور اپنے لہجے سے قرآن کو آراستہ کرو۔''

رحمت اللعالمین ﷺ نے یہ بشارت بھی دی ہے کہ:

''قرآن پاک پڑھنے والوں سے قیامت کے روز کہا جائے گا 'جس ٹھہرائو اور خوش الحانی سے تم دنیا میں بنا سنوار کر قرآن پڑھا کرتے تھے اسی طرح قرآن کی تلاوت کرو اور ہر آیت کے صلے میں ایک درجہ بلند ہوتے جائو، تمہارا ٹھکانہ تمہاری تلاوت کی آخری آیت کے قریب ہے۔''

قرآن کریم تھوڑا تھوڑا روزانہ پڑھیئے اور اس کے معانی اور حکمتوں میں غور کیجئے، نہ یہ کہ جلدی جلدی وافر حصہ تلاوت کر لیا جائے اور معانی میں غور و فکر نہ کیا جائے۔ قرآن پاک میں تسخیری علوم و فارمولوں کا خزانہ پوشیدہ ہے۔ جتنی ذہنی توجہ اور اخلاص سے ہم اس کو تلاش کریں گے اتنا ہی ہم پر یہ منکشف ہوتا جائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ ''میں 'القارعہ' اور 'القدر' جیسی چھوٹی سورتوں کو معانی اور مفہوم کے اعتبار سے سوچ سمجھ کر پڑھنا اس سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ 'البقرہ' اور 'آل عمران' جیسی بڑی بڑی سورتیں جلدی جلدی پڑھ جائوں اور کچھ نہ سمجھوں۔''

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ایک مرتبہ ساری رات ایک ہی آیت تلاوت فرماتے رہے۔

''اے خدا! اگر تُو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تُو ان کو بخش دے تو تُو انتہائی زبردست اور نہایت حکمت والا ہے۔''

آپ بھی قرآن ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھیئے۔ اس عمل سے خدا کے ساتھ بندہ کا تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ دل کھول کر غریبوں، بیوائوں، یتیموں اور ناداروں کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیجئے۔ فیاضی اور سخاوت کے پیکر، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان میں بہت زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

آیئے! عہد کریں کہ ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت مبارکہ پر عمل کر کے اپنے غریب بھائیوں کی ہر طرح مدد کریں گے۔

جنوری 1999ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

ہم بحیثیت مسلمان اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جانشین ہیں اور ہمیں وہی کام انجام دینا ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے انجام دیا ہے۔ جس طرح آخری نبی ﷺ نے اپنے قول و عمل اور شب و روز کی زندگی سے خدا کے دین کو پھیلانے اور واضح کرنے کا حق ادا کیا ہے۔ اسی طرح سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیروکار کی حیثیت سے ہمیں بھی دنیا کے سارے انسانوں کے سامنے خدا کے دین کو واضح کرنا ہے تاکہ پوری نوع انسانی اللہ کے حقیقی منشاء کو پورا کرنے کے قابل ہو جائے۔ اللہ نے جنات اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ خود اللہ چاہتا ہے کہ بندے اپنی روح سے آشنا ہو کر اللہ کو پہچان لیں۔

جو لوگ خود شناسی سے آگے اللہ کے راستے پر قدم اٹھا چکے ہیں، ان کے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ انسانوں کو اس راستہ پر چلنے کی دعوت دیں جو راستہ صراط مستقیم ہے اور جس راستہ پر چلنے والے لوگوں پر انعام کیا جاتا ہے اور ان کے اوپر عرفان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اس دعوت کو عام کرنے کے لئے کچھ ضابطے ہیں، اصول و قاعدے ہیں۔ ان کو ذہن نشین رکھئے۔ اپنی اصلی حیثیت کو ہمیشہ نگاہ میں رکھئے۔ خود نمائی اور کبر سے بچیئے۔ کوشش پیہم جاری رکھئے۔ اللہ کی مخلوق کی بے لوث خدمت کیجئے۔ مقصد کے لئے زندہ رہئے اور اس ہی کے لئے جان دیجئے۔ اسی کام کو انجام دینے کے لئے خدا نے آپ کو ''خیر امت'' کے عظیم لقب سے سرفراز کیا ہے۔

''اس نے تمہیں منتخب فرمالیا ہے اور دین کے معاملہ میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔ پیروی کرو اس دین کی جو تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ اس نے پہلے ہی تمہیں مسلم کے نام سے نوازا تھا تاکہ رسول ﷺ ہمارے لئے دین حق کی شہادت دیں اور تم دنیا کے سارے انسانوں کے سامنے دین حق کی شہادت دو۔'' (القرآن)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''قیامت کے روز کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ جن کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہوں گے۔ وہ موتیوں کے منبروں پر بٹھائے جائیں گے۔ لوگ ان کی شان پر رشک کریں گے۔ یہ لوگ نہ نبی ہوں گے، نہ شہید ہوں گے۔''

ایک بدو نے سوال کیا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ! یہ کون لوگ ہیں ہمیں ان کی پہچان بتا دیجئے۔''

فرمایا۔ ''یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں خدا کی خاطر محبت کرتے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شرف ملاقات بخشا اور اپنے دیدار خاص سے نوازا۔ اللہ نے اپنے پیارے نبی ﷺ سے کہا۔ مانگئے !۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا مانگی:

''اے خدا! میں تجھ سے نیک کاموں کی توفیق چاہتا ہوں اور بُرے کاموں سے بچنے کی قوت چاہتا ہوں اور مسکینوں کی محبت چاہتا ہوں اور یہ کہ تُو میری مغفرت فرمادے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تُو کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے اس حال میں اٹھالے کہ میں اس سے محفوظ رہوں اور میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی توفیق چاہتا ہوں جو تیرے قرب کا ذریعہ ہے۔''

پاکیزہ نفس اور روحانیت سے سرشار لوگوں سے محبت بندہ کو خود شناسی سے قریب کرتی ہے۔ یہ کون لوگ ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جو آپس میں خدا کی خاطر محبت کرتے ہیں۔ بلاشبہ محبت آخرت کی نجات ہے۔

غصہ، نفرت، تفرقہ، بغض وعناد اس مشن کا تشخص ہے جو بارگاہ ایزدی سے معتوب اور گم کردہ راہ ہے۔ یہ مشن کبر ونخوت، ضد اور ذاتی طور پر غرور کا پرچار کرتا ہے۔ اس کردار میں وہ تمام عوامل کارفرما ہیں جن سے بندہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کے اوپر تاریکی گھٹا بن کر چھا جاتی ہے۔ ادبار اور آلام ومصائب اس طرح مسلط ہو جاتے ہیں کہ یہ خود اپنی نظروں میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔ بظاہر دنیا کی ہر آسودگی میسر ہوتی ہے لیکن دل میں ایک ایسا ناسور پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے تعفن سے روح کے اندر لطیف انوار اپنا رشتہ منقطع کر لیتے ہیں اور جب قطع وبرید کی یہ حالت مزمن ہو جاتی ہے تو انوار کا ذخیرہ پس پردہ چلا جاتا ہے اور اللہ کے ارشاد کے مطابق دلوں پر، کانوں پر مہر لگادی جاتی ہے اور آنکھوں پر دبیز گہرے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں۔ یہ محرومی اس کو نہ صرف یہ کہ دنیا میں امن وسکون سے دور کر دیتی ہے بلکہ ایسا بندہ ازلی سعادت اور عرفان حق سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

فروری 1999ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اللہ وہ ہے جس نے آسمان سے بارش برسا کر مختلف قسم کے نباتات لگائے۔ سبز رنگ کے پودے پیدا کر کے ان سے خوشے نکالے اور کھجوروں کے ساتھ پھلوں کے دو گچھے لگائے جن تک تمہاری رسائی ہو سکتی ہے۔ اللہ نے مختلف اور مماثل قسم کے انگور، زیتون اور اناروں کی جنتیں پیدا کیں۔ پھلوں کے لگنے اور پکنے پر غور کرو۔ ان نباتات میں اہل ایمان کے لئے معجزات واسباق موجود ہیں۔ (انعام:۱۰۰)

اللہ وہ ہے جو ہوائوں کو سمندروں کی طرف بھیجتا ہے جہاں سے یہ آبی بخارات کو لے آتی ہیں اور اس طرح ہم مردہ بستیوں کو سیراب کیا کرتے ہیں۔ (فاطر:۹)

یہ بات کون نہیں جانتا کہ کائنات میں موجود ہر شئے کی زندگی غذائوں کے اوپر قائم ہے۔ انسان گوشت، دالیں، نمک، گندم وغیرہ سے اپنی غذائی ضروریات پوری کرتا ہے۔ کچھ جانور گھاس کھاتے ہیں۔ درندے گوشت کھاتے ہیں۔ پرندے دانا چگتے ہیں۔ حشرات الارض مٹی چاٹتے ہیں۔

پودوں کے لئے ان کی غذا نائٹروجن، چونا، پوٹاس اور ہائیڈروجن فراہم کی جاتی ہے۔ زمین کی غذائی ضرورت خزاں کے پت جھڑ، ہڈیوں، گوبر، خون اور بالوں سے پوری ہوتی ہے۔ اُنّیس کروڑ انہتر لاکھ چالیس ہزار میل لمبی اور وسیع و عریض زمین کو قوت و دانائی منتقل کرنے کے لئے قدرت نے سورج کی شعاعوں سے ایک خوبصورت اور فکر انگیز نظام قائم کیا ہے۔ سورج کی تیز شعاعیں سمندر کے اوپر پڑتی ہیں تو پانی کے بخارات ہوائوں کے دوش پر اوپر اٹھتے ہیں اور پھر زمین پر جل تھل ہو جاتا ہے۔ زمین میں تخلیقی سانچے انگڑائیاں لینے لگتے ہیں۔

بجلی کی چمک اللہ کی تخلیق میں سے ایک معجزہ ہے۔ خالق کائنات آسمانوں سے بارش برسا کر مردہ زمین میں حیات پیدا کرتا ہے اس عمل میں دانش مند لوگوں کے لئے عقل و فکر کے اسباق موجود ہیں۔ (روم۔۲۴)

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے فضائی بلندیوں سے پانی اتارا جو زمین کی درزوں میں داخل ہو کر پھر چشموں کی صورت میں باہر نکلا اور ان چشموں سے رنگ برنگ کھیتیاں نمودار ہوئیں۔ (زمر۔۲۱)

تم دیکھتے ہو کہ پہلے زمین پیاسی ہوتی ہے پھر جب ہم بارش برساتے ہیں تو وہ خوش ہوتی ہے۔ اس کے قوائے نمو بیدار ہوتے ہیں اور خوش نما درخت گھاس اور پودوں کے جوڑے اگاتی ہے۔ (حج۔۵)

روحانی سائنس دان کہتے ہیں کہ درخت بھی آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ انسانوں کی طرح کشمکش میں الجھے رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف حسن وتدبیر کے ساتھ عسکری خردودانش کے ساتھ جنگ لڑتے ہیں۔

زمین میں بہت سی جڑی بوٹیاں ایسی پائی جاتی ہیں جن کے بیج خشخاش سے بیس گنا چھوٹے ہوتے ہیں۔ قدرت نے ان کے اندر دو جڑی ہوئی پتیاں، ڈوڈی جو جڑ بن کر زمین میں پیوست ہو جاتی ہے۔ ایک گرہ جو ڈنڈی بنتی ہے اور اس بیج میں جڑ پکڑنے سے پہلے چند روز کی غذا محفوظ رکھتی ہے۔ اے عقل والو غور کرو۔ تفکر اور تدبر کے ساتھ کائنات کے اندر جھانک کر دیکھو۔ اور اندازہ لگاؤ کہ اتنے کم وسعت بیج میں جب قدرت نے زندگی کا اتنا بڑا ذخیرہ محفوظ کر دیا ہے تو اللہ کے نائب انسان میں کتنے خزانے محفوظ ہوں گے......!

مارچ 1999ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

مال و دولت سے محبت انسان کے اندر رچی بسی ہوئی ہے اور وہ مال و دولت کی محبت میں اس قدر مبتلا ہے کہ خود قرآن کو کہنا پڑا کہ

"بے شک انسان مال و دولت کی محبت میں بڑا شدید ہے۔"

انسان سمجھتا ہے کہ مال و دولت کے انبار اس کی ضروریات کی کفالت کرتے ہیں چنانچہ وہ گن گن کر مال و دولت جمع کرتا ہے اور اس یقین کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ مرتے دم تک مال و دولت کے معاملے میں دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اس دوڑ میں وہ اپنے بھائیوں کے حقوق کے اتلاف کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ قدرت نے اسے توانائیوں کے جو بیش بہا خزانے کسی اور مقصد کے لئے عطا کئے ہیں وہ انہیں ہوس زر میں صرف کر دیتا ہے۔

انسان کہتا ہے کہ جو کچھ میں کماتا ہوں وہ میرے دست و بازو کی قوت پر منحصر ہے۔ اس لئے میں جس طرح چاہوں اسے خرچ کروں کوئی مجھے روکنے والا نہیں ہے اور یہی وہ طرز فکر ہے جو آدمی کے اندر سرکشی اور بغاوت کی تخم ریزی کرتی ہے۔ جب یہ سرکشی تناور درخت بن جاتی ہے تو اس کا اللہ سے ذہنی رشتہ ٹوٹ جاتا ہے اور آدمی کا شمار ذریت قارون میں ہونے لگتا ہے۔

اہل ایمان کے دلوں میں دولت کی اہمیت کو کم کرنے اور انہیں عطیہ خداوندی کا احساس دلانے کے لئے قرآن پاک میں جگہ جگہ اللہ کی مخلوق کے لئے مال و دولت کو کھلا رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ طرح طرح سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ پاک اور حلال کمائی میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے۔ مال و دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے متعلق یہاں تک کہہ دیا گیا کہ

"تم نیکی اور اچھائی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ وہ چیز اللہ کی راہ میں نہ دے دو جو تمہیں عزیز ہے۔"

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی حد کو وسیع کرتے ہوئے کہا گیا کہ

"اے نبی ﷺ! وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں۔ کہہ دو کہ اپنی ضرورت سے زائد۔"

ان احکام خداوندی کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ کی مخلوق کی خدمت کے لئے زیادہ سے زیادہ خرچ کیجئے۔ یہ کام سب سے پہلے اپنے مستحق رشتہ داروں سے شروع کیجئے اور پھر اس میں دوسرے ضرورت مندوں کو بھی شامل کر لیجئے۔

یادرکھئے! جو کچھ آپ اللہ کے لئے خرچ کریں وہ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو،اس میں کوئی غرض،بدلہ یا شہرت کا حصول پیش نظر نہ ہو۔

ضرورت مندوں کی امداد پوشیدہ طریقے سے کریں تا کہ آپ کے اندر بڑائی یا نیکی کا غرور پیدا نہ ہو اور نہ ان کی عزت نفس مجروح ہو۔کسی کو کچھ دے کر احسان نہ جتائیں اور نہ نمود و نمائش کا اظہار کریں۔ارشاد خداوندی ہے:

''مومنو! اپنے صدقات احسان جتا کر اور غریبوں کا دل دُکھا کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے۔''

اگر کوئی آپ سے سوال کرے تو اسے جھڑ کئے نہیں۔اگر آپ اسے کچھ دینے کی حیثیت نہیں رکھتے تو مناسب الفاظ اور نرم لہجے میں معذرت کر لیجئے۔قرآن پاک کا حکم ہے:

''اور مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔''

انسان کامل خاتم النبیین ﷺ سخاوت،فیاضی اور مستحقین کی دست گیری میں سب سے ممتاز تھے۔صحابہ کا کہنا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ سے زیادہ سخی اور فیاض کسی کو نہیں دیکھا۔یہ آپ کا طرز عمل اور اعلیٰ عملی نمونہ تھا جس نے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جس میں لوگ اپنی کمائی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بے قرار رہتے تھے۔حضور اکرم ﷺ کا یہ حال تھا کہ کوئی ضرورت مند آپ ﷺ کے دروازے سے خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا۔اگر آپ ﷺ کے پاس اسے کچھ دینے کو نہیں ہوتا تھا تو آپ ﷺ کسی سے لے کر اسے عطا کرتے تھے۔زمانہ نبوت سے پہلے بھی یتیموں، بیوائوں اور مساکین کی امداد آپ ﷺ کا شیوہ تھی۔چنانچہ جب پہلی مرتبہ حضور ﷺ پر وحی کا نزول ہوا اور بشری تقاضے کی وجہ سے آپ پریشان ہوئے تو حضرت خدیجہؓ نے ان الفاظ میں تسلی دی:

''آپ ﷺ پریشان نہ ہوں،اللہ آپ کو تنہا نہ چھوڑے گا۔آپ ﷺ یتیموں کے والی ہیں اور بیوائوں کی سرپرستی فرماتے ہیں۔''

تاریخ شاہد ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے مکہ کی صاحب ثروت خاتون حضرت خدیجہؓ سے نکاح فرمایا تو آپ ﷺ نے اپنی ساری دولت راہ خدا میں خرچ کر دی۔یہ فیضان نبوت کا اثر تھا کہ نبی ﷺ کا گھرانہ بھی انہی روایات کا علمبردار بنا جو نبی ﷺ نے بطور ورثہ نوع انسانی کے لئے چھوڑی تھیں۔ان لوگوں کے متعلق ارشاد خداوندی ہوا کہ:

''ان کا یہ حال ہے کہ خود تنگی کی حالت میں رہتے ہیں اور دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں۔''

حضور اکرم ﷺ نے مال و دولت کو راہ خدا میں کھلا رہنے کی تلقین طرح طرح سے کی۔ایک مرتبہ فرمایا:

''آدم کے بیٹے کا یہ حال ہے کہ کہتا ہے کہ میرا مال! میرا مال! تیرا مال تو وہی ہے جو تو نے صدقہ کیا اور آگے بھیج دیا۔ کھالیا تو اس کو فنا کر چکا اور پہن لیا تو اس کو پرانا کر چکا۔''

ایک مرتبہ زبان نبوت یوں گویا ہوئی:

''اے آدم کے بیٹے! تیرا دینا تیرے لئے بہتر اور تیرا رکھ چھوڑنا تیرے لئے برا ہے۔''

ہمارے اوپر فرض ہے کہ ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں اپنی کمائی کو مخلوق خدا کی بھلائی کے بہترین مصرف میں صرف کریں تاکہ اس سے ہماری اپنی ذات کی نشوونما ہو اور معاشرہ سے معاشی ناہمواری کے عفریت کا خاتمہ ہو جائے۔ رحمت اللعالمین ﷺ نے ارتکاز دولت پر بار بار اظہار ناپسندیدگی فرمایا اور اسے مستحقین کی ضروریات پر خرچ کرنے کی تلقین فرمائی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس کے پاس سواری کے لئے زائد اونٹ ہوں وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔ جس کے پاس زائد زاد راہ ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس زاد راہ نہیں۔''

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح مختلف اموال کا ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے محسوس کر لیا کہ ضرورت سے زائد مال رکھنے کا ہم میں سے کسی کو حق نہیں ہے۔

اپریل1999ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

مہمان کے آنے پر سلام دعا کے بعد سب سے پہلے اس کی خیریت معلوم کریں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''کیا آپ کو ابراہیم کے معزز مہمان کی حکایت بھی پہنچی ہے کہ جب وہ ان کے پاس آئے تو آتے ہی سلام کیا۔ ابراہیم نے جواب میں سلام کیا۔''

حضرت فوراً ان کے کھانے پینے کے انتظام میں لگ گئے اور جو موٹا تازہ بچھڑا ان کے پاس تھا اس کا گوشت بھون کر مہمانوں کی خدمت میں پیش کر دیا۔

''تو جلدی سے گھر میں جا کر ایک موٹا تازہ بچھڑا لائے اور مہمانوں کے سامنے پیش کیا۔'' (قرآن)

اچھے لوگ مہمانوں کے کھانے پینے پر مسرت محسوس کرتے ہیں۔ مہمان کو زحمت نہیں، رحمت اور خیر و برکت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ گھر میں مہمان آنے سے عزت و توقیر میں اضافہ ہوتا ہے۔

میزبان پر یہ فرض ہے کہ مہمان کی عزت و آبرو کا لحاظ رکھا جائے۔ آپ کے مہمان کی عزت پر کوئی حملہ کرے تو اس کو اپنی غیرت و حمیت کے خلاف چیلنج سمجھئے۔

جب حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں پر بستی کے لوگ بدنیتی کے ساتھ حملہ آور ہوئے تو وہ مدافعت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا:

''یہ لوگ میرے مہمان ہیں۔ ان کے ساتھ بدسلوکی کر کے مجھے رسوا نہ کرو۔ ان کی رسوائی میری رسوائی ہے۔''

''لوطؑ نے کہا۔ بھائیو! یہ میرے مہمان ہیں۔ مجھے رسوا نہ کرو، خدا سے ڈرو اور میری بے عزتی سے باز رہو۔'' (قرآن)

نبی مکرم ﷺ خود بنفس نفیس مہمانوں کی خاطر داری فرماتے تھے۔ جب آپ ﷺ مہمان کو اپنے دستر خوان پر کھانا کھلاتے تو بار بار فرماتے:

''اور کھائیے، اور کھائیے۔''

جب مہمان خوب آسودہ ہو جاتا اور انکار کرتا اس وقت آپ اصرار نہیں فرماتے تھے۔

مہمان کے سامنے اچھے سے اچھا کھانا پیش کیجئے۔

دستر خوان پر خورد نوش کا سامان اور برتن وغیرہ مہمانوں کی تعداد سے کچھ زیادہ رکھئے۔ ہو سکتا ہے کہ کھانے کے دوران کوئی اور صاحب آ جائیں اور پھر ان کے لئے بھاگ دوڑ کرنا پڑے۔ اگر برتن اور سامان پہلے سے موجود ہو گا تو آنے والا بھی عزت اور مسرت کرے گا۔ مہمان کے لئے خود تکلیف اٹھا کر ایثار کرنا اخلاق حسنہ کی تعریف میں آتا ہے۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور بولا۔ ''حضور! میں بھوک سے بے تاب ہوں۔''

آپ ﷺ نے امہات المومنین میں سے کسی ایک کو اطلاع کرائی۔ جواب آیا کہ یہاں تو پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دوسرے گھر آدمی بھیجا۔ وہاں سے بھی یہی جواب آیا۔ یہاں تک کہ جب سب گھروں سے یہی جواب آیا تو آپ ﷺ اپنے صحابیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''آج کی رات کون اسے قبول کرتا ہے؟''

ایک صحابی انصاری نے اس مہمان کی میزبانی کا شرف حاصل کرنے کی استدعا کی اور وہ انصاری مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ان کی بیوی نے کہا۔ ''ہمارے پاس تو صرف بچوں کے لائق کھانا ہے۔''

صحابی رسول نے کہا بچوں کو کسی طرح بہلا کر سلا دو اور جب مہمان کے سامنے کھانا رکھو تو کسی بہانے چراغ بجھا دینا اور کھانے پر مہمان کے ساتھ بیٹھ جانا تاکہ اس کو یہ محسوس ہو کہ ہم بھی اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہیں۔ صبح جب یہ انصاری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے دیکھتے ہی فرمایا:

''تم دونوں نے رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ خدا کو بہت پسند آیا ہے۔''

مئی 1999ء

نورِالٰہی

نورِ نبوت

جب ہم آدم کی عظمت اور فضیلت کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ حقیقت آجاتی ہے کہ آدم کو فرشتوں پر عظمت اور فضیلت اس لئے حاصل ہے کہ آدم وہ علوم جانتا ہے جو دوسری مخلوق کو حاصل نہیں۔

ترجمہ: ''اور آدم کو تمام صفات کے علوم سکھا دیئے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا اگر م سچے ہو تو یہ علوم بیان کرو جو ہم نے آدم کو سکھا دیئے۔''

فرشتوں نے عاجزی کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا علم آپ نے ہمیں سکھا دیا ہے۔

قرآن کہتا ہے۔ ''عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔''

ترجمہ: ''کہہ دیجئے کہ کیا وہ لوگ جو پڑھے لکھے ہیں اور وہ جو اَن پڑھ ہیں، برابر ہو سکتے ہیں؟''

حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''علم حاصل کرو چاہے تم کو چین جانا پڑے۔''

قرآن پاک میں علوم طبعی کی مدد سے خدا کی امانت حاصل کرنے کے لئے سات سو پچاس 750 آیتیں موجود ہیں۔ ان آیات کو اللہ رب الرحیم نے اپنی نشانی قرار دیا ہے اور بندوں کو ان پر غور و فکر کرنے کی ہدایت کی ہے۔

قرآن کہتا ہے:

ترجمہ: ''پس انسان کو دیکھو وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔''

''اللہ نے تمام چلنے پھرنے والی مخلوق کو پانی سے پیدا کیا ہے۔''

''ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا ہے تا کہ اس کو آزمائیں اور ہم نے اس کو سمیع و بصیر بنایا۔''

ترجمہ: ''اے پیغمبر ﷺ! کہہ دیجئے ذرا روئے زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ اللہ رب العالمین نے کس طرح تخلیق کا آغاز کیا۔''

ترجمہ: ''کیاان لوگوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ رب العالمین پہلی دفعہ مخلوقات کو کس طرح وجود عطا کرتا ہے پھر دوبارہ وجود عطا کر دیتا ہے۔''

زمین پر بسنے والی مخلوقات اور انسانی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہاں ہر شئے تبدیل ہو کر نئے نئے وجود کے ساتھ مظہر بن رہی ہے۔اس ہی ہر لمحے تبدیلی پراللہ رب العالمین ریسرچ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

ترجمہ: ''کیاتم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے ہی آسمان سے پانی برسایااور پھر زمین پر نہریں جاری کیں۔ پھر اس سے رنگ رنگ پیڑ، پودے اگائے اور پھر خزاں آتی ہے تو وہ زرد ہو جاتے ہیں اور اللہ رب العالمین ان کو بھوسا کر دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں ان لوگوں کے لئے جو عقل و خرد رکھتے ہیں، عبرت و نصیحت ہے۔''

ترجمہ: ''اللہ ہی تو ہے جو ہوائوں کو بھیجتا ہے وہ بادلوں کواڑائے اڑائے پھرتی ہیں۔ پھر وہ بادل کو جس طرح چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو پانی کی بوندیں بادلوں کے درمیان سے نکل پڑتی ہیں۔''

ترجمہ: ''سورج کی قسم اوراس کی تابانیوں کی اور چاندی کی قسم جب وہ سورج کی پشت سے برآمد ہو اور دن کی جب وہ اسے چمک عطا کر دے، شب کی جب وہ عالم کو ظلمت کی چادر میں ڈھانپ لے اور آسمان کی اور اس کی جس کواس نے بنایااور زمین کی اور جس نے اس کا فرش بچھایا۔''

جون 1999ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط قائم ہو جانے سے انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر سکون کی بارش برستی رہتی ہے۔ روحانیت میں قیام صلوٰۃ کا ترجمہ ربط قائم کرنا ہے یعنی اپنے اللہ سے ہر حال اور ہر حرکت میں تعلق اور ربط قائم رکھا جائے۔ نماز کے ذریعے خدا سے قربت حاصل کیجئے۔ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس کے حضور سجدہ کرتا ہے۔

سجدہ میں ذہنی یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے مشائخ اولیاء اللہ فرماتے ہیں:

''ذہنی یکسوئی حاصل کرنے کے لئے بہترین عمل مراقبہ ہے۔''

مراقبہ ایک ایسی مشق ہے جس کے ذریعہ صلوٰۃ قائم کرنے کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔

مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ حالات کیسے بھی لرزہ خیز ہوں، وہ حق کی حمایت میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ شدید آزمائش میں بھی حق کا دامن نہیں چھوڑتا۔ کوئی موت سے ڈرائے تو وہ مسکرا دیتا ہے اور شہادت کا موقع آئے تو شوق و جذبے کے ساتھ اس کا استقبال کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

''جس قوم میں خیانت کا بازار گرم ہو جائے گا خدا اس قوم کے دلوں میں دشمن کا خوف اور دہشت بٹھا دے گا۔ جس معاشرے میں ناپ تول میں کمی اور ملاوٹ کا رواج عام ہو گا وہ ضرور قحط کا شکار ہو گا اور جہاں ناحق فیصلے ہوں گے وہاں لازماً خونریزی ہو گی۔ جو قوم بھی بدعہدی کرے گی اس پر بہر حال دشمن کا تسلط ہو کر رہے گا۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور معاون ہیں۔''

دوستوں پر اعتماد کیجئے۔ انہیں افسردہ نہ کیجئے۔ ان کے درمیان ہشاش بشاش رہئے۔ دوستی کی بنیاد خلوص، محبت اور رضائے الٰہی پر ہونی چاہئے نہ کہ ذاتی اغراض پر۔ ایسا رویہ اپنایئے کہ دوست احباب آپ کے پاس بیٹھ کر مسرت، زندگی اور کشش محسوس کریں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’اچھے دوست کی مثال ایسی ہے جیسے مشک بیچنے والے کی دکان کہ کچھ فائدہ نہ بھی ہو تو خوشبو تو ضرور آئے گی اور بُرا دوست ایسا ہے جیسے بھٹی سے آگ نہ لگے تب بھی دھوئیں سے کپڑے تو ضرور کالے ہو جائیں گے۔‘‘

دوستوں کے انتخاب میں اس بات کو پیش نظر رکھئے کہ جس سے آپ تعلق بڑھا رہے ہیں اس کے رجحانات اور اس کی سوچ کیسی ہے؟ اس کے خیالات تعمیری اور صحت مند ہیں یا نہیں؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے معاملے میں اس کے اندر کتنا ایثار ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لئے ہر شخص کو غور کر لینا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔‘‘

دوستوں سے ربط و ضبط اور تعاون بالخصوص اور دیگر لوگوں سے محبت بالعموم، محض اللہ کی رضا کے لئے رکھئے۔ اس میں منفعت اور غرض کا کوئی پہلو نہ ڈھونڈیئے۔

اپنی اور اپنے دوستوں کی مصروفیات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے معاملات کو مرکزی حیثیت دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

’’خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مجھ پر واجب ہے کہ میں ان لوگوں سے محبت کروں جو لوگ میری خاطر آپس میں محبت اور دوستی کرتے ہیں اور میرا ذکر کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھتے ہیں اور میری محبت کے سبب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میری خوشنودی چاہنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں۔‘‘

جولائی 1999ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

قرآن پاک میں حضرت کعب ابن مالکؓ کا عبرت انگیز واقعہ ہمیشہ کے لئے سبق ہے کہ بندہ ہر آزمائش برداشت کر لے لیکن خدا کے در سے اٹھنے کا تصور دل میں نہ لائے۔ اللہ کی راہ میں آدمی پر جو کچھ بیتے اور خدا کی طرف سے اس کو جتنا بھی آزمایا جائے وہ اس کے درجات کو بلند کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ بے عزتی دائمی عزت کا یقینی راستہ ہے جو خدا کے دروازے کو چھوڑ کر کہیں اور عزت تلاش کرتا ہے اس کو کہیں بھی عزت میسر نہیں آتی۔

ترجمہ: ''اور ان تینوں کو بھی خدا نے معاف کر دیا جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ جب زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انہوں نے جان لیا کہ خدا سے بچنے کے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے سوائے اس کے خود اسی کی پناہ لی جائے تو خدا اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تاکہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں۔ بلاشبہ وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا اور انتہائی مہربان ہے۔'' (التوبہ۔۱۱۸)

ان تینوں بزرگوں سے حضرت کعب ابن مالکؓ، حضرت مرارہ ابن ربیعؓ اور حضرت بلال ابن امیہؓ مراد ہیں اور ان تینوں کی مثالی توبہ رہتی زندگی تک کے لئے مومنوں کے واسطے مشعل راہ ہے۔ حضرت کعب ابن مالکؓ جو بڑھاپے میں نابینا ہو گئے تھے اور اپنے صاحبزادے کے سہارے چلا کرتے تھے، انہوں نے خود اپنی مثالی توبہ کا نصیحت آموز واقعہ اپنے بیٹے سے بیان کیا تھا جو حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہے۔

''غزوہ تبوک کی تیاری کے زمانے میں جب نبی ﷺ مسلمانوں کو غزوہ میں شریک ہونے پر ابھارا کرتے تھے، میں بھی ان صحبتوں میں شریک رہتا۔ جب بھی آپ ﷺ کی باتیں سنتا دل میں سوچتا کہ میں ضرور جائوں گا لیکن واپس جب گھر آتا تو سستی کر جاتا اور سوچتا ابھی بہت وقت ہے، میرے پاس سفر کا سامان موجود ہے، صحت مند ہوں، سواری اچھی سے اچھی مہیا ہے پھر روانہ ہوتے کیا دیر لگے گی اور بات ٹلتی رہی یہاں تک کہ سارے مجاہدین میدان جنگ میں پہنچ گئے اور میں مدینہ میں بیٹھا ارادہ ہی کرتا رہا۔

اب خبریں آنے لگیں کہ نبی ﷺ واپس آنے والے ہیں اور ایک دن معلوم ہوا کہ آپ ﷺ واپس آ گئے اور حسب معمول مسجد میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں بھی مسجد میں جا پہنچا۔ یہاں منافقین حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ رہے تھے اور لمبی چوڑی قسمیں کھا کھا کر اپنے عذرات پیش کر رہے تھے۔ نبی ﷺ ان کی بناوٹی باتیں سن کر ان کے ظاہری عذر قبول کر رہے تھے فرماتے جاتے خدا تمہیں معاف کرے۔

جب میری باری آئی تو نبی ﷺ نے مجھ سے کہا۔ 'تمہیں کس چیز نے روک دیا تھا؟' میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی مسکراہٹ میں غصہ کے آثار ہیں اور میں نے صاف صاف بات کہہ ڈالی۔ 'اے خدا کے رسول ﷺ! واقعہ یہ ہے کہ مجھے کوئی عذر نہیں تھا، میں صحت مند تھا، خوشحال تھا، سواری بھی میرے پاس موجود تھی۔ بس میری سستی اور غفلت نے مجھے اس سعادت سے محروم رکھا'۔

اس کے بعد نبی ﷺ نے عام اعلان فرمایا کہ 'ہم تینوں سے کوئی بات نہ کرے'۔ یہ اعلان ہوتے ہی میرے لئے مدینے کی زمین بالکل بدل گئی اور میں اپنوں میں بے یار و مددگار بالکل اجنبی بن کر رہ گیا۔ کوئی بھی معاشرے میں مجھ سے سلام کلام نہ کرتا۔ ایک دن جب میں بہت زیادہ اکتا گیا اور طبیعت بہت گھبرائی تو اپنے ایک بچپن کے دوست اور چچازاد بھائی ابو قتادہؓ کے پاس گیا۔ میں نے جا کر سلام کیا لیکن اس خدا کے بندے نے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ میں نے پوچھا۔ 'ابو قتادہؓ! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کیا مجھے خدا اور اس کے رسول ﷺ سے محبت نہیں ہے؟' وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر پوچھا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسری بار جب میں نے قسم دے کر پوچھا تو بس انہوں نے اتنا کہا 'خدا اور خدا کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں'۔ میرا دل بھر آیا اور میری آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور میں اپنا غم لئے ہوئے واپس آ گیا۔

انہی دنوں بازار میں شام کے ایک تاجر نے مجھے ''شاہ غسان'' کا ایک خط دیا۔ عیسائیوں کے اس بادشاہ نے لکھا تھا۔ 'ہم نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب تم پر بہت ہی ستم توڑ رہے ہیں۔ تم کوئی ذلیل آدمی تو ہو نہیں۔ تمہاری قدر ہم کریں گے'۔ خط دیکھتے ہی میری زبان سے نکلا یہ ایک اور مصیبت نازل ہوئی اور اسی وقت اس خط کو میں نے چولہے میں جھونک دیا۔

چالیس دن اس حالت پر گزر چکے تھے کہ نبی ﷺ کا فرستادہ، نبی ﷺ کا یہ حکم لے کر آیا کہ اپنی بیوی سے بھی علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا طلاق دے دوں؟ جواب ملا نہیں، بس الگ رہو اور میں نے اپنی بیوی کو میکے روانہ کر دیا اور اس خدا کی بندی سے کہہ دیا کہ اب تم بھی خدا کے فیصلے کا انتظار کرتی رہو۔

پچاسویں دن میں فجر کی نماز کے بعد اپنی جان سے بیزار نہایت ہی مایوس اور غمزدہ اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک کسی نے پکار کر کہا ''کعب! مبارک ہو''۔ یہ سنتے ہی میں سمجھ گیا اور اپنے خدا کے حضور سجدے میں گر پڑا۔ پھر تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ فوج در فوج میرے پاس مبارکباد دینے کے لئے آنے لگے۔ میں اٹھا اور سیدھا نبی ﷺ کے پاس مسجد میں پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نبی ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا۔ ''کعب! مبارک ہو، یہ تمہاری زندگی کا سب سے بہترین دن ہے۔'' میں نے کہا۔ ''حضور ﷺ! یہ معافی ﷺ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟'' فرمایا۔ ''خدا کی طرف سے ہے۔''

اگست 1999ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اس کتاب میں ابراہیم کے قصے یاد کیجئے، بلاشبہ وہ ایک سچے نبی تھے۔ جب انہوں نے اپنے والد سے کہا، باباجان! آپ ان چیزوں کی عبادت کیوں کر رہے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کے کسی کام آسکتی ہیں؟ باباجان! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا ہے۔ آپ میرے کہے پر چلیں، میں آپ کو سیدھی راہ چلائوں گا۔ باباجان! آپ شیطان کی بندگی نہ کریں، شیطان تو بڑا نافرمان ہے۔ باباجان! مجھے ڈر ہے کہ رحمان کا عذاب آپکڑے اور آپ شیطان کے ساتھی بن کر رہ جائیں۔

باپ نے کہا، ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے پھر گئے ہو، اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دوں گا اور جائو ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جائو۔

ابراہیم نے کہا، آپ کو میرا سلام ہے، میں اپنے پروردگار سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کی بخشش فرمادے، بے شک میرا رب مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔ میں آپ لوگوں سے بھی کنارہ کرتا ہوں اور ان ہستیوں سے بھی جن کو خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو، میں تو اپنے رب ہی کو پکاروں گا۔ مجھے امید ہے میں اپنے رب کو پکار کر ہرگز نامراد نہ ہوں گا۔

(سورۂ مریم۔ ۴۱۔۴۸)

اللہ کے پیغام کو پہنچانے اور ہر قسم کی قربانی کے لئے اپنے اندر ہمت و عزم پیدا کر کے خدا کی راہ میں وقت اور پیسہ خرچ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے صعوبتیں برداشت کرنا اور لوگوں تک اللہ اور اس کے رسول کا پیغام پہنچا دینا امت مسلمہ پر فرض اور ان نعمتوں کا شکر ہے جو اللہ ہمارے رب نے ہمیں دی ہوئی ہیں۔ جب کوئی بندہ اپنی تمام تر روحانی اور جسمانی صلاحیتوں کے ساتھ نوع انسانی کو صراط مستقیم کی دعوت دیتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کا خصوصی تعاون حاصل ہو جاتا ہے اور فرشتے اس بندہ کے جذبہ صادق کو اپنے ترغیبی پروگراموں میں شامل کر لیتے ہیں۔ لیکن تبلیغ اسی شخص کو زیب دیتی ہے جس کے اندر روحانی صلاحیتیں بیدار ہوں اور وہ خود بھی راہ حق کا سچا اور پُر عزم مسافر ہو۔

راہ حق کے سچے مسافر کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

والذین جاھدو فینا لنھدینھم سبلنا

یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب سنگ دل لوگ نبی ﷺ اور نبی ﷺ کے جاں نثار ساتھیوں پر بے پناہ ظلم و ستم کر رہے تھے۔ حضرت خبابؓ فرماتے ہیں:

''نبی ﷺ بیت اللہ کے سائے میں چادر سر کے نیچے رکھے آرام فرما رہے تھے۔ ہم آپ کے پاس شکایت لے کر پہنچے۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہمارے خدا سے مدد طلب نہیں فرماتے۔ آپ اس ظلم کے خاتمے کی دعا نہیں کرتے۔''

حضور اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

''تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے بعض کے لئے گڑھا کھودا جاتا، پھر اس گڑھے میں کھڑا کر دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اس کے جسم کو چیرا جاتا یہاں تک کہ اس کے جسم کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔ پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتا اور اس کے جسم میں لوہے کے کنگھے چبھوتے جاتے جو گوشت سے گزر کر ہڈیوں اور پٹھوں تک پہنچ جاتے مگر وہ خدا کا بندہ حق سے نہ پھرتا۔ قسم ہے خدا کی یہ دین غالب رہے گا۔ یہاں تک کہ سوار (یمن کے دارالخلافہ) صنعا سے حضر موت تک کا سفر کرے گا اور راستے میں خدا کے سوا اس کو کسی کا خوف نہ ہو گا۔ البتہ چرواہوں کو صرف بھیڑیوں کا خوف ہو گا کہ کسی بکری کو اٹھا نہ لے جائیں۔ لیکن افسوس کہ تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔''

کسی مشن کو کامیاب بنانے کے لئے آزمائشیں ضروری ہیں۔ جب تک آزمائش سے آدمی نہیں گزرتا، مقصد کی تکمیل نہیں ہوتی۔ مقصد ہمہ گیر ہو یا اس کی حیثیت انفرادی ہو، آزمائش لازم ہے۔ ہم کوئی بھی کام کرتے ہیں، اس کی تکمیل تک پہنچنے کے لئے ہمیں مختلف مراحل سے گزرنا ہوتا ہے اور ان مراحل میں ہر مرحلہ دراصل ایک آزمائش ہے۔ ہم اس آزمائش پر پورے اترتے ہیں تو نتائج مثبت نکلتے ہیں اور اگر ہم آزمائش سے جی چراتے ہیں تو نتیجہ منفی نکلتا ہے۔

ستمبر 1999 ءسے

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

عامرؓ ایک بار حضرت عمرؓ سے ملنے کے لئے ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ حضرت عمرؓ لیٹے ہوئے ہیں اور بچے ان کے سینے پر چڑھے ہوئے کھیل رہے ہیں،ان کو یہ بات بہت گراں گزری۔

امیر المومنین نے ان کی پیشانی پر بل دیکھ کر فرمایا۔"آپ اپنے بچوں کے ساتھ کیسا برتائو کرتے ہیں؟"

عامرؓ نے کہا۔" جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں تو گھر والوں پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے اور سب دم بخود ہو جاتے ہیں۔"

حضرت عمرؓ نے بڑے سوز کے ساتھ فرمایا۔"عامرؓ! امت محمدیہ کا فرزند ہوتے ہوئے تم یہ نہیں جانتے کہ مسلمان کو اپنے گھر والوں کے ساتھ کس طرح نرمی اور محبت کا سلوک کرنا چاہئے۔"

ماں پر بچے کا یہ حق ہوتا ہے کہ اسے دودھ پلایا جائے۔قرآن پاک نے ماں کا یہی احسان یاد دلا کر ماں کے ساتھ غیر معمولی حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔بچہ نو مہینے تک ماں کے خون سے پیٹ میں پرورش پاتا ہے۔اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بچے وہی ذہن اور وہی خیالات اپناتے ہیں جو ماں کے دماغ میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ماں کا فرض یہ ہے کہ وہ بچے کو اپنے دودھ کے ایک ایک قطرے کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طرز عمل کا سبق دیتی رہے۔دودھ کے ہر گھونٹ کے ساتھ نبی ﷺ برحق کا عشق اور دین کی محبت بھی اس کے سراپا میں اس طرح انڈیل دے کہ قلب و روح میں اللہ کی عظمت اور رسول ﷺ کی محبت رچ بس جائے۔اس خوشگوار فریضہ کو انجام دے کر جو روحانی سکون و سرور حاصل ہوتا ہے اس کا اندازہ ان ہی مائوں کو ہوتا ہے جو اپنے بچوں کی پرورش حق کے ساتھ کرتی ہیں۔

بچوں کو ڈرانے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ ابتدائی عمر کا یہ ڈر ساری زندگی پر محیط ہو جاتا ہے۔اور ایسے بچے زندگی میں کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دینے کے لائق نہیں رہتے۔اولاد کو بات بات پر ڈانٹنے، جھڑکنے اور برا بھلا کہنے سے بچے خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔اس کے برعکس شفقت و محبت اور نرمی کے برتائو سے اولاد کے اندر اطاعت و فرمانبرداری کے جذبات نشو و نما پا کر اولاد کو باسعادت کرتے ہیں۔

اولاد والدین کے کمر کی ٹیک، بڑھاپے کا سہارا اور خاندان کا وقار ہے اور پوری نوع انسانی کا سرمایہ ہے۔

ماں باپ کا وجود اولاد کے لئے سایہ فگن آسمان کی طرح ہے۔ اگر وہ کچھ مطالبہ کریں تو ان کو خوب دیجئے۔ وہ دل گرفتہ ہوں تو ان کا غم دور کیجئے۔ ان پر ناقابل برداشت بوجھ نہ بنئے کہ وہ آپ کی زندگی سے اکتا جائیں، آپ کی موت کی تمنا کریں اور آپ کے قرب کو دوری سے بدل دیں۔

اپنے بچوں کو حسب مراتب گود میں لیجئے۔ پیار کیجئے، شفقت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیریئے۔ تند خو اور سخت گیر ماں باپ سے بچے ابتداء میں سہم جاتے ہیں اور پھر نفرت کرنے لگتے ہیں۔ والہانہ جذبہ محبت سے ان کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور ان کی فطری نشو و نما پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اولاد کو ضائع نہ کیجئے، اولاد کو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھئے۔ معاشی تنگی کی وجہ سے کبھی نہ سوچئے کہ یہ سب اولاد کی وجہ سے ہے۔ خالق کائنات کا فرمان ہے:

''اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو۔ ہم ان کو بھی رزق دیں گے اور ہم تمہیں بھی رزق دے رہے ہیں۔''

دراصل صالح اولاد ہی آپ کے بعد آپ کی تہذیبی روایات، دینی تعلیمات اور پیغام توحید کو زندہ رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اور مومن نیک اولاد کی آرزوئیں اسی لئے کرتا ہے کہ وہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پیغام کو زندہ رکھے گی۔

دوسروں کے سامنے اپنے بچوں کے عیب نہ بیان کیجئے اور نہ کسی کے سامنے ان کو شرمندہ کیجئے۔ ان کی عزت نفس کے آپ محافظ ہیں۔ بچوں کے سامنے ان کی اصلاح سے مایوسی کا اظہار بچوں میں احساس کمتری پیدا کر دیتا ہے یا پھر ان کے اندر ضد اور غصہ بھر جاتا ہے کہ جب ہم خراب اور ناقابل اصلاح ہیں تو اب خراب ہو کر ہی دکھائیں گے۔ بچے کہانیاں سن کر بہت خوش ہوتے ہیں اور انہیں جو کچھ سنایا جاتا ہے وہ ان کے حافظہ میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ نہایت پیار و انسیت کے ساتھ انہیں نبیوں کے قصے، صالحین کی کہانیاں، صحابہ کرام کی زندگی کے واقعات اور مجاہدین اسلام کے کارنامے اہتمام کے ساتھ سنایئے اور ان سے سنئے بھی۔ ہزار مصروفیتوں کے باوجود ان کے لئے وقت نکالئے۔ جب بچے خوش ہوں انہیں بتایئے کہ رسول اللہ ﷺ بچوں سے والہانہ محبت کرتے تھے، بچوں کو دیکھ کر حضور ﷺ کا چہرہ انور گلنار ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ ہمارے پیارے نبی ﷺ حضرت حسنؓ کو پیار کر رہے تھے۔ ایک بدو کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا اور کہا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ بھی بچوں کو پیار کرتے ہیں۔ میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔''

رحمت للعالمین ﷺ کے چہرہ مبارک پر ناگواری ظاہر ہوئی اور فرمایا:

''اگر خدا نے تمہارے دل سے رحمت و شفقت کو نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں!''۔

بے جالاڈ پیار سے بچے ضدی اور خود سر بن جاتے ہیں۔ ہر جا و بے جا ضد پوری کرنے کی بجائے تحمل اور بردباری کے ساتھ کوشش کیجئے، یہ عادت ختم ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے کرخت آواز کو ناپسند کیا ہے۔ بچوں کے سامنے چیخئے چلایئے نہیں۔ کیونکہ بچے یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ گلا پھاڑ کر زور سے بولنا بھی کوئی قابل تعریف کام ہے۔ نرمی، خوش گفتاری اور دھیمے لہجے میں ماں باپ جب بات کرتے ہیں تو بچوں کا لہجہ خود بخود نرم اور شیریں ہو جاتا ہے۔

عادت ڈالئے کہ بچے اپنا کام اپنے ہاتھ سے کریں۔ نوکروں کا سہارا بچوں کو کاہل، سست اور اپاہج بنا دیتا ہے۔ ان کے اندر زندگی کے گرم و سرد حالات سے نبرد آزما ہونے کی ہمت نہیں رہتی۔ ایسے بچے جفاکش اور محنت کش نہیں ہوتے۔

کبھی کبھی اپنے بچوں کے ہاتھ سے غریبوں اور مساکین کو کھانا، پیسہ، کپڑا بھی دلوایئے تاکہ ان کے اندر غریبوں کے ساتھ سلوک، سخاوت اور خیرات کا جذبہ پیدا ہو۔ ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایئے، ان کے منہ میں نوالے دیجئے۔ ان سے بھی کہئے کہ وہ اپنے بہن بھائیوں کو اپنے ہاتھ سے کھلائیں۔ اس عمل سے حقوق العباد کا احساس اور انصاف کے تقاضے اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ قالب انسان میں نمو پاتے ہیں۔

جائیداد میں لڑکی کا حصہ پوری دیانت داری اور اہتمام کے ساتھ دینا خدا نے فرض کیا ہے۔ اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ لڑکی کا حصہ دینے میں حیلہ جوئی سے کام لینا خیانت ہے اور اللہ کے دین کی توہین کرنا ہے۔

والدین کی دعائیں اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہیں۔ اولاد کیسی بھی ہو ماں باپ کی آنکھوں کا نور ہوتی ہے۔ سوز و گداز اور دل جمعی کے ساتھ اولاد کے حق میں دعا کرنا ماں باپ کی عادت ہوتی ہے۔ خدائے رحمٰن اور رحیم دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعائیں ضائع نہیں کرتا۔

اکتوبر 1999ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

انسان جب کسی شعبۂ حیات میں قدم رکھتا ہے تو اس کی فطری خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس نے زندگی کے جس شعبے کو اختیار کیا ہے اس سے صحیح لطف اٹھانے اور زندگی کو صحیح طرح گزارنے کے لئے اس کے سامنے کوئی اچھا نمونہ ہو۔ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ قدم قدم پر پیش آنے والے مسائل کو اپنے اسلاف کے تجربوں سے حل کرے اور ان تجربوں کی روشنی میں اپنی زندگی کو بہتر سے بہتر بنا سکے۔

ہمارا اللہ، ہمارا سب سے بڑا بزرگ، سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا ہمدرد ہے۔ اللہ نے ہماری زندگی کو سنوارنے کے لئے پہلے تو قوانین بنائے اور پھر ان قوانین کو اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہم تک پہنچایا۔ یہ سارے قانون ایسے ہیں کہ اس میں اللہ کی کوئی ضرورت، کوئی حاجت، کوئی ذاتی منفعت نہیں ہے۔ سارے قوانین ہماری بھلائی کے لئے ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے جب نوعِ انسانی کو اچھی طرح برائی اور بھلائی کے تصور سے آگاہ کر دیا تو اللہ نے ہمارے دوست اللہ نے اس قانون کو آخری شکل دے کر سیل بند کر دیا تا کہ اس میں کوئی رخنہ در اندازنہ ہو۔ ہمارا دوست اللہ رب العالمین ہے اور اللہ کے دوست رحمت للعالمین ﷺ ہیں۔ رب العالمین کے دوست رحمت للعالمین ﷺ جب اس دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اپنے بھائی پیغمبروں کے بنائے ہوئے قوانین کو سامنے رکھ کر اور ان کی امتوں نے جو قانون میں تحریف کی تھی اس کے پیش نظر نوعِ انسانی کے لئے ایک ضابطۂ حیات بنایا اور اس ضابطے کو اپنی زندگی کے ایک ایک شعبے پر نافذ کر کے نوعِ انسانی کے لئے مثال پیش کی۔

اللہ رب العالمین کے دوست رحمت اللعالمین ﷺ حضرت محمد ﷺ ابن عبداللہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی ان تمام امور سے تعبیر ہے جن سے نوعِ انسانی قیامت تک گزرتی رہے گی۔ حضور ﷺ کی پوری زندگی آپ کی سیرت ہے۔ سرور عالم ﷺ کی سیرت کا کمال یہ ہے کہ وہ بیک وقت زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کسی خاص جماعت، کسی خاص قوم، کسی خاص ملک اور کسی خاص زمانے کے لئے نہیں تھی اور نہ ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی آپ ﷺ کی سیرت رب العالمین کے بنائے ہوئے سارے عالمین کے لئے ہے۔ دنیا کا ہر فرد اپنی حیثیت کے مطابق آپ کی منور زندگی کی روشنی میں اپنی زندگی بہتر بنا سکتا ہے۔ آپ کی زندگی میں ادب واخلاق، معاشرت ومعیشت، حسن اخلاق، عدل اور ایفائے عہد کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو ہمیں آپ ﷺ کی حیات میں نہ ملتا ہو۔

ایک تاجر، کاروباری انسان کی زندگی کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ وہ حسن معاملہ کا خوگر ہو اور ایفائے عہد کا پابند ہو اور اس کے اندر حوصلہ ہو۔ اگر کسی تاجر کی زندگی میں یہ تینوں وصف نہ ہوں تو وہ کبھی اچھا تاجر نہیں بن سکتا۔ ایک صحابی بیان فرماتے ہیں کہ نبوت سے پہلے میں نے رسول اکرم ﷺ سے تجارتی معاملہ کیا تھا۔ ابھی وہ معاملہ پورے طور پر طے نہیں ہوا تھا کہ میں کسی ضرورت سے یہ وعدہ کر کے چلا آیا کہ میں ابھی آتا ہوں۔

اتفاقاً ایک لمبے وقفے کے بعد جب مجھے اپنا وعدہ یاد آیا تو میں اس جگہ پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ میری اس پیمان شکنی اور لاپروائی پر بغیر کسی ناراضگی کے ارشاد فرمایا:

’’تم نے مجھے بہت زحمت دی۔ میں بہت دیر سے تمہارا منتظر ہوں۔‘‘

آپ ﷺ نے مزدوروں کی مشکلات حل کرتے ہوئے فرمایا کہ مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کی جائے۔ آپ ﷺ نے سرمایہ دارانہ ذہنیت، سرمایہ دارانہ اخلاق اور سرمایہ دارانہ نظام کا قلع قمع کر کے دنیا پر خوش حالی، امن اور بلند اخلاق کے دروازے کھول دیئے۔

خود غرض اور نفس پرست سرمایہ داروں نے جن مصیبتوں کو انسانوں پر مسلط کیا ہے وہ بلیک مارکیٹنگ اور چور بازاری ہے۔ جو غریبوں کے لئے عذاب الیم سے کم نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں پر جو غذائی اجناس اور دوسری اشیاء کو محض نفع اندوزی کی خاطر روک کر رکھتے ہیں بہت بڑی ذمہ داری عائد کی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

’’جو لوگ غذائی اجناس اور دوسری اشیاء کو ذخیرہ کر لیتے ہیں تاکہ بازار میں مصنوعی طور پر قلت ہو جائے اور قیمت بڑھ جائے تو وہ بڑے گناہ گار ہیں۔‘‘

آپ ﷺ نے فرمایا:

’’اللہ اس آدمی پر رحم کرتا ہے جو خریدنے، بیچنے اور تقاضہ کرنے میں نرمی اختیار کرتا ہے۔‘‘

نومبر 1999ء

نورِالٰہی

نورِنبوت

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط قائم ہو جانے سے انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر سکون کی بارش برستی رہتی ہے۔ روحانیت میں قیام صلوٰۃ کا ترجمہ ربط قائم کرنا ہے۔ یعنی اپنے اللہ سے ہر حال اور ہر حرکت میں تعلق اور ربط قائم رکھا جائے۔ نماز کے ذریعے خدا سے قربت حاصل کیجئے۔ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس کے حضور سجدہ کرتا ہے۔

دشمنوں کی فتنہ انگیزی اور ظلم و ستم سے گھبرا کر بے ہمت، بزدل اور پریشان ہو کر بے رحموں کے سامنے سرنگوں ہو کر اپنے قومی وقار کو داغدار کرنا دراصل احساس کمتری اور خود کو ذلیل کرنے کی علامت ہے۔ اس کمزوری کا کھوج لگایئے کہ آپ کے دشمن میں آپ پر ستم ڈھانے اور آپ کے ملی تشخص کو پائمال کرنے کی جرأت کیوں ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی دو وجوہات بتائی ہیں۔

۱۔ مسلمان دنیا سے محبت کرنے لگیں گے۔

۲۔ موت ان کے اوپر خوف بن کر چھائے گی۔

کیا اتباع سنت یہی ہے کہ ہم کرسی اور میز پر کھانا کھانے سے پرہیز کریں کیونکہ کبھی آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ لیکن کبھی بھولے سے اس بات کا خیال بھی نہ آئے کہ آپ کی غذا کیا تھی۔ اور جو کچھ تھی وہ کس وجہ سے تھی۔ چمچے کے استعمال سے پرہیز مگر کھانا لذیذ سے لذیز تر کھانا، کھانا حلق تک ٹھونس کر کھانا اور اپنے بھائیوں اور فاقہ زدوں سے ایسی لاپرواہی اور بے اعتنائی برتنا کہ جیسے ان کا زمین پر وجود ہی نہیں ہے۔ پائنچے ٹخنوں سے ذرا نیچے ہو جائیں تو گناہ کبیرہ لیکن اگر لباس کبر و نخوت، ریا اور نمائش کا ذریعہ بن جائے تو کوئی اعتراض نہیں۔ یہ کونسا اسلام ہے کہ ہم نمازیں قائم کریں مگر برائیوں سے باز نہ آئیں۔ روزے رکھیں مگر صبر کے بجائے حرص و ہوس، غصہ اور بد مزاجی کا مظاہرہ کریں۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہمیں بتاتی ہے کہ کسی بندے کی ایک بار غیبت کرنے سے روزہ، نماز اور وضو سب کچھ فاسد ہو جاتا ہے۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ مشرکین کے لئے بد دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں بُرا چاہنے کے لئے نہیں آیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

آپ ﷺ کا اخلاق حسنہ یہ تھا کہ مدینہ میں لوگ اکثر صبح ہی صبح پانی لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے تاکہ آپ ﷺ اس میں برکت کے لئے ہاتھ ڈال دیں۔ کتنی ہی زیادہ سردی کیوں نہ ہو، آپ ﷺ لوگوں کو مایوس نہیں فرماتے تھے اور پانی میں ہاتھ ڈال دیتے تھے۔ اگر کسی کنیز کو بھی کچھ ضرورت ہوتی تو آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی۔ اور آپ ﷺ کبھی جانے میں تامل نہیں فرماتے تھے۔

میرے دوستو! اللہ بڑا رحیم ہے، بڑا کریم ہے، معاف کرنے والا ہے۔ مگر دانستہ غلطیاں ناقابل معافی جرم ہیں۔ اتباع سنت کے بڑے بڑے دعوے کرنے والے لوگو! محض دعوئوں سے کچھ نہیں بنتا۔ اخلاق نبوی ﷺ اختیار کرنے میں ظاہری پابندی کو شد و مد سے بیان کرنے والو اگر صداقت اور خلوص نہ ہو تو یہ سب ریا اور دکھاوا ہے۔

یاد رکھو! حضور پاک ﷺ کی مجموعی زندگی میں سے چند اعمال کو اختیار کر کے اتباع سنت کا دعویٰ کرنے والوں کو اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔

حقوق العباد کی ادائیگی رشتہ داروں سے شروع ہوتی ہے جن میں والدین سب سے پہلے مستحق ہیں۔ ماں باپ کی خدمت اور ان کی اطاعت اولین فریضہ ہے۔ اہل و عیال کے حلال رزق کا حصول اور بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت بھی حقوق العباد میں سے ہے۔ اس کے بعد رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا نمبر آتا ہے۔ آخر میں تمام انسان حقوق العباد کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔

حقوق العباد میں مالی حق بھی ہے اور اخلاقی حق بھی۔ قرآن پاک نے جابجا اس کی حدود بیان کی ہیں اور اس کو ایمان کا جزو قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق اور مغرب کی طرف کر لو لیکن نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور آسمانی کتابوں پر اور نبیوں پر اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں۔‘‘ (البقرہ)

اگر ہم اس اپوزیشن میں نہ ہوں کہ مالی لحاظ سے کسی کی مدد کر سکیں تو خدمت کے اور بھی ذرائع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مختلف صلاحیتوں سے نوازا ہے جن کو ہم لوگوں کے فائدے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔

دین کا بنیادی جذبہ خیر خواہی ہے چنانچہ اگر ہم کسی کے لئے اچھائی نہیں کر سکتے تو اس کے لئے برائی کے مرتکب بھی نہ ہوں۔ خیر خواہی کے لئے محض مالی حالت کا اچھا ہونا ضروری نہیں ہے۔ لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آنا، سلام میں پہل کرنا، کسی کی غیبت نہ کرنا اور نہ سننا، اللہ کی مخلوق سے حسن ظن رکھنا، لوگوں کے چھوٹے موٹے کام کر دینا، کسی ضعیف یا بیمار کو سڑک پار کرا دینا، بیمار کی مزاج پرسی کرنا، سڑک پر پڑے ہوئے پتھر یا کانٹوں کو راہ سے ہٹا دینا حقوق العباد کے زمرے میں آتے ہیں۔

دسمبر 1999ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

''اس نے تمہیں منتخب فرمالیا ہے اور دین کے معاملہ میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے، پیروی کرو، اس دین کی جو تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ اس نے پہلے ہی تمہیں مسلم کے نام سے نوازا تھا تا کہ رسول ہمارے لئے دین حق کی شہادت دیں اور تم دنیا کے سارے انسانوں کے سامنے حق کی شہادت دو۔'' (القرآن)

ہم بحیثیت مسلم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے جانشین ہیں اور ہمیں وہی کام انجام دینا چاہئے جو اللہ کے رسول ﷺ نے انجام دیا ہے۔ جس طرح آخری نبی ﷺ نے اپنے قول و عمل اور شب و روز کی زندگی سے خدا کے دین کو پھیلانے اور واضح کرنے کا حق ادا کیا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیروکار کی حیثیت سے ہمیں بھی دنیا کے سارے انسانوں کے سامنے، خدا کے دین کو واضح کرنا ہے تا کہ پوری نوع انسانی، اللہ کے حقیقی منشاء کو پورا کرنے کے قابل ہو جائے۔ اللہ نے جنات اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا کہ خود اللہ چاہتا ہے کہ بندے اپنی روح سے آشنا ہو کر اللہ کو پہچان لیں۔

جو لوگ خود شناسی سے آگے اللہ کے راستے پر قدم اٹھا چکے ہیں۔ ان کے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ انسانوں کو اس راستہ پر چلنے کی دعوت دیں جو راستہ صراط مستقیم ہے اور جس راستہ پر چلنے والے لوگوں پر انعام کیا جاتا ہے اور ان کے اوپر عرفان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اس دعوت کو عام کرنے کے لئے کچھ ضابطے ہیں، اصول اور قاعدے ہیں، ان کو ذہن نشین رکھئے۔ اپنی اصلی حیثیت کو ہمیشہ نگاہ میں رکھئے۔ خود نمائی اور کبر سے بچئے، کوشش پیہم جاری رکھئے۔ اللہ کی مخلوق کی بے لوث خدمت کیجئے۔ مقصد کے لئے زندہ رہئے اور اس ہی کے لئے جان دیجئے۔ اسی کام کو انجام دینے کے لئے خدا نے آپ کو ''خیر امت'' کے عظیم لقب سے سرفراز کیا ہے۔

پاکیزہ نفس اور روحانیت سے سرشار لوگوں سے محبت بندہ کو خود شناسی سے قریب کرتی ہے۔ یہ کون لوگ ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جو آپس میں خدا کی خاطر محبت کرتے ہیں۔ بلاشبہ محبت آخرت کی نجات ہے۔

غصہ، نفرت، تفرقہ، بغض و عناد اس مشن کا تشخص ہے جو بارگاہ ایزدی سے معتوب اور گم کردہ راہ ہے۔ یہ مشن کبر و نخوت، ضد اور ذاتی طور پر غرور کا پرچار کرتا ہے۔ اس کردار میں وہ تمام عوامل کارفرما ہیں جن سے بندہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کے اوپر تاریکی گھٹا بن کر چھا جاتی ہے، ادبار اور آلام و مصائب اس طرح مسلط ہو جاتے ہیں کہ یہ خود اپنی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ بظاہر دنیا کو ہر آسودگی میسر ہوتی ہے لیکن دل میں ایک

ایسا ناسور پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے تعفن سے روح کے اندر لطیف انوار، اپنا رشتہ منقطع کر لیتے ہیں اور جب قطع و برید کی یہ حالت مزمن ہو جاتی ہے تو انوار کا ذخیرہ پس پردہ چلا جاتا ہے اور اللہ کے ارشاد کے مطابق دلوں پر، کانوں پر مہر لگا دی جاتی ہے اور آنکھوں پر دبیز گہرے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں۔ یہ محرومی اس کو نہ صرف یہ کہ دنیا میں امن و سکون سے دور کر دیتی ہے بلکہ ایسا بندہ ازلی سعادت اور عرفان حق سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

’’قیامت کے روز کچھ لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور ان کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہوں گے۔ وہ موتیوں کے منبروں پر بٹھائے جائیں گے۔ لوگ ان کی شان پر رشک کریں گے۔ یہ لوگ نہ نبی ہوں گے نہ شہید ہوں گے۔‘‘

ایک بدو نے سوال کیا۔ ’’یا رسول اللہ ﷺ! یہ کون لوگ ہیں ہمیں ان کی پہچان بتا دیجئے۔‘‘

فرمایا۔ ’’یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں خدا کی خاطر محبت کرتے ہیں۔‘‘

نبی اکرم ﷺ کو خدا کا دیدار ہوا، خدا نے اپنے پیارے نبی ﷺ سے کہا۔

’’مانگئے!‘‘

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا مانگی۔

’’اے خدا! میں تجھ سے نیک کاموں کی توفیق چاہتا ہوں اور برے کاموں سے بچنے کی قوت چاہتا ہوں اور مسکینوں کی محبت چاہتا ہوں اور یہ کہ تو میری مغفرت فرما دے اور مجھ پر رحم فرما۔ اور جب تو کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے اس حال میں اٹھا لے کہ میں اس سے محفوظ رہوں اور میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی توفیق چاہتا ہوں جو تیرے قرب کا ذریعہ ہے۔‘‘

جنوری 2000 ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اگر ہم چاہتے ہیں کہ دوسرا شخص ہمارا ہم نوا بن جائے تو ہمیں اس شخص سے قریب ہونا ہو گا اس کے رجحانات کا اندازہ کر کے اور اس کی ذہنی صلاحیتوں کو مد نظر رکھ کر اس سے بات کرنی ہو گی۔ اس کے ذاتی معاملات میں اگر وہ چاہتا ہے تو تعاون کر کے، اس کی ہمدردیاں حاصل کرنا ہوں گی۔ خدمت اور قلبی لگاؤ ایک ایسا عمل ہے کہ آدمی نہ چاہتے ہوئے بھی دوست بن جاتا ہے۔ اپنے مذہب کی تبلیغ حکمت کے ساتھ کیجئے جس مسلک اور جس عقیدہ پر وہ قائم ہے، براہ راست اس پر تنقید و تبصرہ نہ کیجئے۔ پہلے کوشش کی جائے کہ وہ آپ کو اپنا ہمدرد اور محسن سمجھے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ دامے، درمے، قدمے، سخنے اس کی خدمت کی جائے۔ جب آپ کے اوپر اس کا اعتماد بحال ہو جائے، نہایت نرم اور شیریں لہجے میں اسے نصیحت کیجئے۔ کوئی بات سمجھنے کے لئے بحث مباحثہ کرے تو اپنے مقدور بھر اس کے سوالات کا شافی جواب دیجئے۔ بات کرتے وقت مخاطب کی صلاحیت کو ہر گز نظر انداز مت کیجئے۔ تبلیغ کی گراں بہا دولت کو جلد بازی، نادانی اور جھنجھلاہٹ سے ضائع نہ کیجئے۔ ہر طبقے ہر گروہ اور ہر فرد سے اس کی فکری رسائی، استعداد، صلاحیت، ذہنی کیفیت اور سماجی حیثیت کے مطابق بات کیجئے۔ ان حقیقتوں کو باہم افہام و تفہیم کے ساتھ دعوت کی بنیاد بنایئے جن میں اتفاق ہو اور جو آپس میں رشتہ محبت کی راہ ہموار کریں۔ اگر آپ تنقید کریں تو یہ عمل تعمیری ہو، اخلاص و مروت کی آئینہ دار ہو۔ ضد، ہٹ دھرمی، نفرت اور تعصب کے جذبات سے ہمیشہ دامن بچائے رکھئے اور جہاں یہ کیفیت پیدا ہوتی نظر آئیں، اپنی زبان بند کر لیجئے اور اس محفل سے اٹھ آیئے۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

''اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیجئے حکمت کے ساتھ عمدہ نصیحت کے ساتھ اور مباحثہ کیجئے تو ایسے طریقے پر جو انتہائی بھلا ہو۔''

(النحل)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ مجھے نبیﷺ نے تاکید فرمائی کہ پیارے بیٹے! جب تم اپنے گھر میں داخل ہوا کرو تو پہلے گھر والوں کو سلام کیا کرو۔ یہ تمہارے گھر والوں کے لئے خیر و برکت کی بات ہے۔

حضرت اسماء انصاریہؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنی سہیلیوں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ نبیﷺ کا ہمارے پاس سے گزر ہوا تو آپﷺ نے ہم لوگوں کو سلام کیا۔

حضرت اُمّ ہانیؓ فرماتی ہیں کہ میں نبی حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے آپﷺ کو سلام کیا تو آپﷺ نے دریافت فرمایا۔ ''کون ہے؟'' میں نے عرض کیا۔ ''اُم ہانی ہوں۔'' فرمایا۔ ''خوش آمدید!''۔

ہمارے آقا، اللہ کے محبوبﷺ کا ارشاد ہے:

''میں تمہیں ایسی تدبیر بتاتا ہوں کہ جس کو اختیار کرنے سے تمہارے مابین دوستی اور محبت بڑھ جائے گی۔ آپس میں کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔''

آپﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ سلام کو خوب پھیلاؤ، خدا تم کو سلامت رکھے گا۔

ہر مسلمان کے اوپر سے دوسرے مسلمان کا یہ حق ہے کہ وہ جب بھی اپنے بھائی سے ملے، اسے سلام کرے۔ رسول اللہﷺ اس کثرت سے سلام کیا کرتے تھے کہ اگر کسی وقت آپﷺ کے ساتھی درخت کی اوٹ میں ہو جاتے اور پھر سامنے آتے تو رسول اللہﷺ پھر سلام کرتے۔

ارشاد ہے:

''وہ آدمی خدا سے زیادہ قریب ہے جو سلام کرنے میں پہل کرتا ہے۔''

آپﷺ نے فرمایا:

''کسی مسلمان کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کئے رہے کہ جب ملیں تو ایک اِدھر کترا جائے اور دوسرا اُدھر۔ ان میں افضل وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔''

السلام علیکم ہمیشہ زبان سے کہئے اور ذرا اونچی آواز میں سلام کیجئے تاکہ وہ شخص سن سکے جس کو آپ سلام کر رہے ہیں۔ البتہ اگر کہیں زبان سے السلام علیکم کہنے کے ساتھ ساتھ ہاتھ یا سر سے اشارہ کرنے کی ضرورت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں مثلاً آپ جس کو سلام کر رہے ہیں وہ دور ہے اور آپ کے ذہن میں یہ بات ہے کہ آپ کی آواز وہاں تک نہیں پہنچ سکے گی یا کوئی بہرا ہے اور آپ کی آواز نہیں سن سکتا، ایسی صورت میں سلام کے ساتھ ہاتھ یا سر سے اشارہ بھی کیجئے۔

فروری 2000ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

"اے چادر میں لپٹنے والے ! رات کو قیام کیجئے مگر کچھ رات، آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ۔ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے۔ ہم جلد آپ پر ایک بھاری فرمان ڈالنے والے ہیں۔" (المزمل)

بھاری فرمان سے مراد دین کی تبلیغ ہے۔ اس عظیم ذمہ داری کا حق ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم ہونے کے لئے ذہنی یکسوئی کا ہونا ضروری ہے اور ذہنی یکسوئی حاصل کرنے کے لئے زمان و مکان کی بُو قلمونی سے خود کو آزاد کرنا ہے۔ یہ آزادی پیغمبروں کی زندگی میں رچی بسی ہوئی ہے۔ ان کی طرز فکر یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اس کے حقیقی روپ میں دیکھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اس طرز فکر کو حاصل کرنے کے لئے غار حرا میں مراقبہ کر کے ہماری رہنمائی فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں روشنی دکھائی ہے کہ اللہ کے فرمان کو عام کرنے اور تبلیغ دین کا حق ادا کرنے کے لئے خالق حقیقی سے ہمیں اسی وقت بھی تعلق قائم کرنا ہے جو وقت عامتہ الناس کے لئے استراحت اور نیند کا ہے۔

حضور ﷺ کا غار حرا میں قیام ہمیں سبق دیتا ہے کہ ماورائی صلاحیتیں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب آدمی دنیا سے عارضی طور پر اپنا رشتہ منقطع کر کے مراقبہ کرتا ہے۔ گہرائی میں سوچ بچار اور تفکر کا عمل ہی دراصل مراقبہ ہے۔ قرآن پاک ہدایت و عبرت کا سرچشمہ ہے۔ یہ اس لئے نازل ہوا ہے کہ اس کی آیات پر غور کیا جائے اور اس کے رموز و نکات سے فائدہ اٹھایا جائے۔

"اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے" سے مراد اللہ کے کلام میں تفکر کرنا ہے۔ قرآن پاک اس عزم و ہمت کے ساتھ تلاوت کیجئے کہ ہمیں اس کی رہنمائی میں اپنی زندگی تعمیر کرنی ہے اور اس ہی ہدایت کے مطابق اپنے ماحول میں ایسے لوگ تیار کرنے ہیں جو نوع انسانی کے لئے فلاح کا راستہ بن جائیں۔

خدا کے اور اس کے رسول ﷺ کے مشن کو وہی لوگ چلا سکتے ہیں جو قرآن کو اپنے لئے غور و فکر کا مرکز اور محور بنالیں۔ تلاوت کرنے والوں کو ہدایت کی گئی ہے:

"کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے سرتاسر برکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور اور تدبر کریں اور عقل سلیم رکھنے والے اس سے سبق حاصل کریں۔" (ص۔۲۹)

جو لوگ غور اور تدبر کی عظیم الشان صلاحیت کو اپنے اندر پیدا نہ کر لیں ان کے لئے نہ خود صراط مستقیم پر قائم رہنا ممکن ہے اور نہ تہ بھٹکتے ہوئے انسانوں کے لئے مشعل راہ بن سکتے ہیں۔ خدا سے گہرا تعلق پیدا کیجئے بغیر دعوت و تبلیغ کا کام خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔ اور خدا سے وابستگی پیدا کرنے کا یقینی ذریعہ صلوٰۃ اور مراقبہ ہے۔

محبوب پروردگار، باعث تخلیق کائنات، حضور رحمت للعالمین ﷺ کا ارشاد ہے:

''یہ قلوب زنگ آلود ہو جاتے ہیں جس طرح لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے جب اس پر پانی پڑتا ہے۔''

پوچھا گیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! پھر دلوں کے زنگ کو دور کرنے والی چیز کیا ہے؟''

فرمایا: ''دل کا زنگ اس طرح دور ہوتا ہے کہ آدمی موت کو کثرت سے یاد کرے اور دوسرے یہ کہ قرآن کی تلاوت کرے۔''

نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''ان لوگوں کی طرف دیکھو جو تم سے مال و دولت میں اور دنیاوی جاہ و مرتبے میں کم ہیں۔ اور ان لوگوں کی طرف نہ دیکھو جو تم سے مال و دولت میں اور دنیاوی ساز و سامان میں بڑھے ہوئے ہوں تا کہ جو نعمتیں تمہیں اس وقت ملی ہوئی ہیں وہ تمہاری نگاہ میں حقیر نہ ہوں۔''

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دنیاوی جاہ و مرتبہ میں کم لوگوں کی طرف دیکھنے سے ہمارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

نبی برحق ﷺ کا ارشاد ہے:

میں عیش و سہولت کی زندگی کیسے گزاروں! جبکہ اسرافیل صور منہ میں لئے، کان لگائے، سر جھکائے انتظار کر رہے ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔''

میرے دوستو! عیش کوشی سے بچے رہو اور ایک ایسے سپاہی کی طرح زندگی کی ڈیوٹی انجام دیتے رہو جو کسی وقت بھی اپنی ڈیوٹی سے غافل نہیں ہوتا۔

مسلمان کا کردار یہ ہے کہ وہ عصبیت، تنگ نظر اور دھڑے بندی سے دور رہتا ہے۔ کشادہ دلی اور خوش اخلاقی سے ہر ایک سے تعاون کرتا ہے اور جو لوگ بھی مخلصانہ طرزوں میں صراط مستقیم پر گامزن ہو کر اللہ کی مخلوق کی خدمت کرتے ہیں ان کے ساتھ خیر خواہی اور اخلاص کا برتاؤ کرتا ہے۔ باہمی منافرت، کشیدگی، بغض و عناد اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے عمل سے خود کو محفوظ رکھتا ہے۔

نیک اور پاکیزہ نفس لوگ وہ ہیں جو دل کی گہرائی سے اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو خدا کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں اور یہ ہی وہ لوگ ہیں جو اس عارضی زندگی میں خدا کے دین کی کچھ خدمت کر جاتے ہیں۔

مارچ 2000ء

نورِالٰہی

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

’’اے مومنو! میں تمہیں ایسی تجارت کیوں نہ بتائوں؟ جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلائے۔ تم خدااور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائواور خدا کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم علم سے کام لو۔‘‘

’’ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا پورا لیں اور جب ان کو ناپ تول کر دیں تو کم کر کے دیں۔(اشیاء میں ملاوٹ بھی ناپ تول میں کمی کے زمرہ میں آتا ہے) کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ زندہ کر کے اٹھائے بھی جائیں گے۔ ایک بڑے ہی سخت دن میں، جس دن تمام انسان رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔‘‘

زیادہ منافع کمانے کے لالچ میں جو لوگ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں۔ چیزوں میں ملاوٹ کرتے ہیں، غریبوں کی حق تلفی کرتے ہیں اور مخلوق خدا کو پریشان کرتے ہیں وہ سکون کی دولت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

ان کی زندگی اضطراب اور بے چینی کی تصویر ہوتی ہے وہ ظاہر طور پر خوش نظر آئیں، ان کا دل روتا رہتا ہے، ڈر اور خوف کے سائے کی طرح ان کے تعاقب میں رہتا ہے۔ وہ کسی کو اپنا ہمدرد نہیں سمجھتے اور کوئی ان کا ہمدرد نہیں ہوتا۔ جب چیزیں سستی ہوتی ہیں تو وہ غم میں گھلتے رہتے ہیں اور جب چیزوں کے دام بڑھ جاتے ہیں تو ان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اس تجارت کو کبھی ذہنوں سے اوجھل نہ ہونے دیجئے جو دردناک عذاب سے نجات دلانے والی ہے اور جس کا نفع فانی دولت نہیں بلکہ ہمیشہ کی کامرانی اور لازوال عیش ہے۔

نورِ نبوت

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

’’میری امت پر وہ وقت آنے والا ہے جب دوسری قومیں اس پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کھانے والے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔‘‘

کسی نے پوچھا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس زمانے میں ہماری تعداد اتنی کم ہو جائے گی کہ ہمیں نگل لینے کے لئے قومیں متحد ہو کر ہم پر ٹوٹ پڑیں گی؟''

ارشاد فرمایا:

''نہیں، اس وقت تمہاری تعداد کم نہ ہو گی بلکہ تم بہت بڑی تعداد میں ہو گے البتہ تم سیلاب میں بہنے والے تنکوں کی طرح بے وزن ہو گے۔ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب نکل جائے گا اور تمہارے دلوں میں پست ہمتی گھر کر لے گی۔''

اس پر ایک آدمی نے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ! یہ پست ہمتی کس وجہ سے آجائے گی؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس وجہ سے کہ تم دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کرنے لگو گے۔''

زندگی میں مومن کو جو اعلیٰ کارنامے انجام دینا ہیں اور فی الارض خلیفہ کی جس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ جسم میں جان ہو، ارادوں میں مضبوطی ہو، حوصلوں میں بلندی ہو اور زندگی ولولوں، امنگوں اور اعلیٰ جذبات سے بھرپور ہو۔ صحت منداور زندہ دل افراد سے ہی قومیں بنتی ہیں اور ایسی ہی قومیں اعلیٰ قربانیاں پیش کر کے اپنا مقام پیدا کرتی ہیں، مسلمان کا مقصد حیات جب دنیا بن جاتا ہے تو وہ غم، غصہ، رنج و فکر، حسد، جلن، بدخواہی، تنگ نظری، مردہ دلی اور دماغی الجھنوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ اخلاقی بیماریاں اور ذہنی الجھنیں معدے کو بری طرح متاثر کرتی ہیں اور معدے کا فساد، صحت کا بدترین دشمن ہے۔ صحت خراب ہو جاتی ہے تو آدمی بزدل ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر خوف چھایا رہتا ہے۔

اپریل2000ء

نورِالٰہی

بیشک اللہ تم کو حکم دیتاہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب آپس میں فیصلہ کرنے لگو توانصاف سے فیصلہ کرو۔اللہ تمہیں بہت اچھی نصیحت کرتا ہے۔بیشک اللہ سنتااور دیکھتا ہے۔(سورہ النسائ)

اے اہل ایمان ایکدوسرے کا مال ناحق نہ کھائو۔ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہواور اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو۔بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔(سورہ النسائ)

حقوق العباد یہ ہے کہ انسان اس بات کا یقین رکھے کہ ساری نوعیں اللہ تعالیٰ کا ایک کنبہ ہے اور میں خود اس کنبے کا ایک فرد ہوں۔جس طرح کوئی انسان اپنی فلاح و بہبود اور اپنی آسائش کے لئے اصول وضع کرتا ہے اسی طرح ہر انسان پر یہ فرض عائد ہے کہ وہ اپنے بھائی کی آسائش وآرام کا بھی خیال رکھے۔

انبیاءاوراہل اللہ کی تاریخ پراگر نظر ڈالی جائے تو یہ بات مظہر بن کر سامنے آتی ہے کہ تمام انبیائے کرامؑ اور تمام اہل اللہ نے مخلوق کی خدمت کو اپنا نصب العین قرار دیاہے۔اللہ کی مخلوق کی خدمت کا سچااور مخلصانہ جذبہ انسان کے اندر محبت،اخوت اور مساوات کو جنم دیتا ہے۔

نورِنبوت

حضوراکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ خدا کے بندوں میں کچھ ایسے ہیں جو نبی اور شہید تو نہیں ہیں لیکن قیامت کے روز خدا ان کو ایسے مرتبوں پر سرفراز فرمائے گا کہ انبیاءاور شہداء بھی ان کے مرتبوں پر رشک کریں گے۔

صحابہ نے پوچھا:

"وہ کون خوش نصیب ہوں گے یارسول اللہ ﷺ؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے محض خدا کے لئے محبت کرتے تھے۔ نہ یہ آپس میں رشتہ دار تھے اور نہ ان کے درمیان کوئی لین دین تھا۔ خدا کی قسم! قیامت کے روز ان کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہوں گے۔ جب سارے لوگ خوف سے کانپ رہے ہوں گے تو انہیں کوئی خوف نہ ہو گا اور جب سارے لوگ غم میں مبتلا ہوں گے اس وقت انہیں قطعاً کوئی غم نہ ہو گا۔''

خدا کی راہ میں جو کچھ خرچ کریں بے غرض اور لاگ کے بغیر خرچ کریں۔ یہ آرزو ہر گز نہ رکھئے کہ جن لوگوں کی آپ نے اللہ کے لئے مدد کی ہے وہ آپ کے شکر گزار اور احسان مند ہوں۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنا کوئی فخر و مباہات کی بات نہیں ہے یہ تو محض اللہ کا فضل ہے کہ اس نے آپ کو اس قابل بنا دیا کہ آپ کا ہاتھ اوپر ہے۔

مئی 2000ء

نورِ الٰہی

''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کے رستے میں خرچ نہیں کرتے ان کو عذاب الیم کی خبر سنا دو۔'' (سورہ توبہ)

''ہلاکت ہے ایسے شخص کے لئے جو پسِ پشت عیب نکالنے والا اور طعنہ دینے والا ہے۔ جو مال جمع کرتا ہے اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ ہر گز نہیں۔ (وہ) اسے پھینکتا ہے حطمہ میں اور تم کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے۔ وہ خدا کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر جا لپٹتی ہے۔ وہ اس آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں بند کر دیئے جاتے ہیں۔'' (سورہ الھمزہ)

ہر زمانے میں عقل مندوں نے ہوسِ زر کی مخالفت کی ہے۔ قرآن نے اسے ''حطمہ'' کہا ہے جس کی آگ ستون کی مانند دل پر چڑھ جاتی ہے اور آدمی کو بھسم کر ڈالتی ہے۔ جو دولت حطمہ نہیں ہے وہ روشن سورج، تاروں بھری رات، چاند کی ٹھنڈک، عطر بیز ہوائیں اور پر سکون دل ہے۔ ایسے ہی صاحب دل لوگ جن کو اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے اور ان کی تخلیق سوچ اللہ کی سوچ ہوتی ہے انہیں سب میں اللہ کا نور نظر آتا ہے۔ ان کی زندگی ایسے روشن اور ایسے پاکیزہ خیالات کا مرقع ہے جن میں کوئی کثافت نہیں ہوتی۔ لالچ اور گمراہی کے عقوبت خانوں کے دروازے ان کے اوپر بند ہو جاتے ہیں۔ ان کی زندگی میں ایسی حلاوت ہوتی ہے جیسی حلاوت شیر خوار بچے کو ماں کی گود میں ملتی ہے۔

نورِ نبوت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بیشک بد ترین شخص وہ ہے جسے لوگ اس لئے چھوڑ دیں کہ اس کی بری باتوں سے بچ سکیں۔''

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مومن کے لئے ہر گز یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ہر وقت لعن طعن کرتا رہے اور نہ یہ کہ فحش کلامی اور بد زبانی کرتا رہے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔''

لوگوں نے حیرت سے پوچھا۔ ''حضورﷺ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے ظالم کی مدد کرنے سے کیا مراد ہے؟''

آپﷺ نے فرمایا:

''اگر وہ ظالم ہو تو اسے ظلم سے روک دو یہی اس کی مدد ہے۔''

بری باتوں اور گالم گلوچ سے زبان گندی مت کیجئے، چغلی نہ کھایئے۔ چغلی کرنا ایسا ہے کہ جیسے کوئی بھائی اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہو۔ دوسروں کی نقلیں نہ اتاریئے۔ اس عمل سے دماغ میں کثافت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے۔ شکایتیں نہ کیجئے کہ شکایت محبت کی قینچی ہے۔ کسی کی ہنسی نہ اڑایئے کہ اس سے آدمی احساس برتری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور احساس برتری آدمی کے لئے ایسی ہلاکت ہے جس ہلاکت میں ابلیس مبتلا ہے۔ اپنی بڑائی نہ جتایئے۔ اس عمل سے اچھے لوگ آپ سے دور ہو جائیں گے۔ خوشامدی اور چاپلوسی کرنے والے منافق آپ کا گھیراؤ کریں گے اور ایک روز آپ عرش سے فرش پر گر جائیں گے۔ فقرے نہ کسئے، کسی پر طنز نہ کیجئے، بات بات پر قسم نہ کھایئے۔ یہ عمل آپ کے کردار کو گہنا دے گا اور آپ لوگوں کی محبت سے محروم ہو جائیں گے۔

جون 2000ء

نورِ الٰہی

اللہ تعالیٰ آخری الہامی کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

"کہہ دو اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا۔" (سورہ آل عمران)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو جبکہ تم سنتے ہو۔" (سورہ انفال)

وہ تمام خواتین و حضرات جو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرز فکر کو عام کرنے کا عزم رکھتے ہیں اور اسے پھیلانے کی کوششوں میں مصروف ہیں ضروری ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں۔ سیرت طیبہ کو بار بار پڑھیں اور اس بات پر غور و فکر کریں کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الٰہی مشن کو پھیلانے کے لئے وحدانیت کا پرچار کرنے کے لئے اور کفار کو حلقہ توحید میں لانے کیلئے کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔

ہم جب حضور پاک ﷺ کی سیرت طیبہ کو حرز جاں بنالیں گے تو ہمیں ہر ہر قدم پر اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کا تعاون ملے گا۔ بلاشبہ ہم دنیا میں کامران اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سرخرو ہونگے۔ جرأتمندانہ اقدام کرنے، دل شکن حالات سے گزرنے، لوگوں کی الزام تراشیوں کو نظرانداز کرنے کا ہمارے اندر حوصلہ پیدا ہوگا۔ یہ سب اسی وقت ہوگا جب ہم سیرت طیبہ کا گہرائی سے مطالعہ کر کے اس پر غور و فکر کریں اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالیں گے۔

نورِ نبوت

ایک موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے کسی کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے لئے اس کے باپ، اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

اتباع سنت سے اللہ تک رسائی کے لئے اطمینان قلب کی ضرورت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے کامل اخلاق کی پیروی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ہمارے ہاں خدا کے فضل سے ایسے بزرگ بھی موجود ہیں جو ہمیشہ روزے رکھتے ہیں اور جن کی نماز قضا نہیں ہوتی اور وہ اتباع سنت کا بھی بہت خیال کرتے ہیں لیکن ان میں ایسے اصحاب بہت کم ہیں جن کو اپنے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے مزاج اور طبیعت کے خلاف کوئی واقعہ پیش نہ آتا ہو۔ ایسے حضرات بہت کم ہیں جو کو خلاف مزاج پر غصہ نہ آتا ہو، جو اپنے خادم پر خفا نہ ہوتے ہوں، جو کسی پسند میں خود کو اپنے بھائی پر ترجیح نہ دیتے ہوں، جو اپنی نیکوکاری پر مغرور ہو کر کسی دوسرے کو حقیر نہ سمجھتے ہوں۔

یہی وہ اعمال و افعال ہیں جن کو دیکھ کر ہماری نسل مذہب سے بیزار ہو گئی ہے۔ میرے دوستوں! اللہ بڑا کریم ہے، معاف کرنے والا ہے مگر دانستہ غلطیاں ناقابل معافی جرم ہیں۔ اتباع سنت کے بڑے بڑے دعوے کرنے والے لوگو! محض دعوؤں سے کچھ نہیں بنتا۔ اگر اخلاق نبوی ﷺ اختیار کرنے میں ظاہری پابندی تو شدومد سے کی جائے لیکن صداقت اور خلوص نہ ہو یا صرف حضور پاک ﷺ کی مجموعی زندگی میں سے چند اعمال کو اختیار کر کے اتباع سنت کا دعویٰ کرنے والوں کو اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔

جولائی 2000ء

نورِالٰہی

''جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو کہہ دو کہ میں تو پاس ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہئے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ صحیح رستہ پائیں۔'' (سورہ بقرہ)

''اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعا مانگا کرو۔ وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرنا اور خوف وامید کے ساتھ دعائیں مانگتے رہنا۔ کچھ شک نہیں کہ خدا کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔'' (سورہ اعراف)

ہر بات، ہر عمل، ہر کردار، انتہا یہ کہ ہماری آواز، ہماری زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ فضا میں لہروں کے دوش پر محوِ پرواز رہتا ہے۔ اگر ہم کسی طرح آواز کے قطر کو سولہ سو قطر طول موج سے زیادہ چار سو قطر سے کم کرنے پر قادر ہو جائیں تو ہم ہزاروں لاکھوں سال پہلے گزرے ہوئے اپنے اسلاف کی آوازیں سن سکتے ہیں اور ان تک اپنی آرزوئیں اور تمنائیں پہنچا سکتے ہیں۔

دعا بھی ایک آرزو اور تمنا ہے۔ اس کا منتہٰی وہ ذات اقدس واکبر ہے جس کے احاطہ قدرت میں ہر چیز ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ جب چاہے، جس طرح چاہے کائنات کے جاری وساری نظام میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ دعا ایک ایسی عبادت ہے جس کا بدل دوسری کوئی عبادت نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جس سے انسان فی الواقع اپنی نفی کر دیتا ہے اور اپنے پروردگار کے سامنے وہ کچھ بیان کر دیتا ہے جو کسی قریب ترین ہستی سے بھی نہیں کہہ سکتا۔ خدا سے وہی کچھ مانگئے جو حلال اور طیب ہے۔ دعا میں خشوع وخضوع ضروری ہے۔ خشوع وخضوع سے مراد یہ ہے کہ بندے کے دل میں خدا کی عظمت موجود ہو، سر اور نگاہیں جھکی ہوئی ہوں۔ آنکھیں نم ہوں، انداز واطوار سے مسکینی اور بے کسی ظاہر ہو رہی ہو۔ دعا چپکے چپکے اور دھیمے انداز میں مانگئے اور دعا کے ساتھ عمل وکوشش بھی جاری رکھئے۔

نورِنبوت

ہادیٔ برحق، سرتاج انبیائؑ، مجسم رحمت، محسن انسانیت ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا ہے جو لمبی مسافت طے کر کے مقدس مقامات پر حاضری دیتا ہے، غبار میں اَٹا ہوا ہے، گردآلود ہے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا پھیلا کر کہتا ہے:

اے میرے رب! اے میرے رب!

حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام ہی سے اس کے جسم کی نشو و نما ہوئی ہے تو ایسے شخص کی دعا بھلا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔

دعاؤں کے ساتھ عمل نہ ہو، کردار نہ ہو، اخلاص نہ ہو تو یہ دعائیں بھی زمین کے کناروں سے باہر نہیں نکلتیں۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق وہ دعائیں مقبول بارگاہ ہوتی ہیں جن کے ساتھ مسلسل اور پیہم عمل ہو۔ عمل کے بغیر دعا ایک ایسا جسم ہے جس میں روح نہیں ہے اور جب جسم میں سے روح نکل جاتی ہے تو اس کی حیثیت ایک لاش کی ہوتی ہے جو کسی کام نہیں آتی۔ اب سے چودہ سو سال پیشتر جب مسلمانوں کے کردار کی عظمت کا غلغلہ تھا، ان میں عمل تھا تو دنیائے کفر و استبداد پر اسلام کے شیدائیوں کی حاکمیت قائم ہوتی چلی گئی۔ ہیبت و جبروت کا عالم یہ تھا کہ بیت المقدس کے محافظین نے اللہ کے پاک گھر کی کنجیاں بدستِ خود پیش کر دی تھیں۔ پھر ایک ایسا دور آیا کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط قوم فرقوں میں بٹ گئی۔

جب سے ہوش و حواس کا پہلا قدم زندگی کی منزل میں رکھا ہے۔ ایک ہی بات کانوں نے سنی اور آنکھوں نے دیکھی کہ مساجد میں، نجی محفلوں میں، منبروں پر اور لاکھوں کے مجمع میں دعا کی جا رہی ہے کہ یا اللہ ہمیں دشمنوں پر فتح عطا کر۔

یارو! یہ کیسا غضب ہے کہ اغیار ہمارے تشخص کو بربریت اور ظلم و تشدد سے مسلسل پامال کر رہے ہیں اور ہم روز افزوں پستی کی طرف گامزن ہو کر ثم ردنہ اسفل سافلین کی زندہ تصویر بن گئے ہیں۔ عمل سے کوسوں دور صرف دعا پر اکتفا اور تکیہ کئے بیٹھے ہیں۔

اگست 2000ء

نورِ الٰہی

''تم بہترین امت ہو جو سارے انسانوں کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور خدا پر کامل ایمان رکھتے ہو۔'' (آل عمران)

''کیا تم لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو۔'' (البقرہ)

''تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔'' (الصف)

پیغام توحید کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ ہمیں اس بات پر بھی غور کرنا ہو گا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم جس غلط روش سے لوگوں کو بچنے کی تلقین کر رہے ہیں اور اس کے بُرے نتائج سے انہیں خبر دار کر رہے ہیں، ہم خود دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اسی راہ پر چل رہے ہوں۔

اللہ کے راستے کی طرف دعوت دینے میں ہماری بات میں اسی وقت تاثر پیدا ہو گا جب ہم خود اس دعوت اور تعلیم کا نمونہ ہوں اور ہمارا رابطہ اللہ کے ساتھ ویسا ہی ہو جو ایک حقیقی بندے کا اپنے رب سے ہوتا ہے۔

خدمت اور قلبی لگاؤ ایک ایسا عمل ہے کہ آدمی نہ چاہتے ہوئے بھی دوست بن جاتا ہے۔ اپنے مذہب کی تبلیغ حکمت کے ساتھ کیجئے۔ جس مسلک اور جس عقیدے پر وہ قائم ہے براہ راست اس پر تنقید و تبصرہ نہ کیجئے۔ پہلے کوشش کی جائے کہ وہ آپ کو اپنا ہمدرد اور محسن سمجھے۔ اس لئے ضروری ہے کہ دامے، درمے، قدمے، سخنے اس کی خدمت کی جائے۔ جب آپ کے اوپر اس کا اعتماد بحال ہو جائے، نہایت نرم اور شیریں لہجے میں اسے نصیحت کیجئے کوئی بات سمجھنے کے لئے وہ بحث و مباحثہ کرے تو اپنے مقدور بھر اس کے سوالات کا شافی جواب دیجئے۔

بات کرتے وقت مخاطب کی صلاحیت کو ہر گز نظر انداز نہ کیجئے۔ ان حقیقتوں کو باہم افہام و تفہیم کے ساتھ دعوت کی بنیاد بنایئے جن میں اتفاق ہو اور جو آپس میں رشتہ محبت کی راہ ہموار کریں۔ تبلیغ کی گراں بہا دولت کو جلد بازی، نادانی اور جھنجھلاہٹ سے ضائع نہ کیجئے۔ ہر طبقے، ہر گروہ اور ہر فرد سے اس کی فکری رسائی، استعداد، صلاحیت، ذہنی کیفیت اور سماجی حیثیت کے مطابق بات کیجئے۔ ضد، ہٹ دھرمی، نفرت اور تعصب کے جذبات سے ہمیشہ اپنا دامن بچائے رکھئے اور جہاں یہ کیفیتیں پیدا ہوتی نظر آئیں اپنی زبان بند کر لیجئے اور اس محفل سے اٹھ جایئے۔

نورِ نبوت

سید نا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے:

''تم لوگ جنت میں نہیں جا سکتے جب تک کہ مومن نہیں بنتے اور تم مومن نہیں بن سکتے جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو۔آپس میں سلامتی بھیجنے کو پھیلائو۔''

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''خدا کے بندوں میں کچھ ایسے ہیں جو نبی اور شہید تو نہیں ہیں لیکن قیامت کے روز خدا ان کو ایسے رتبوں پر سرفراز فرمائے گا کہ انبیاء اور شہداء بھی ان کے مرتبوں پر رشک کریں گے''۔

صحابہؓ نے پوچھا۔وہ کون خوش نصیب ہوں گے یارسول اللہ ﷺ!

آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے محض خدا کے لئے محبت کرتے تھے، نہ یہ آپس میں رشتہ دار تھے اور نہ ان کے درمیان کوئی لین دین تھا۔خدا کی قسم! قیامت کے روز ان کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہوں گے، جب سارے لوگ خوف سے کانپ رہے ہوں گے تو انہیں کوئی خوف نہ ہو گا اور جب سارے لوگ غم میں مبتلا ہوں گے اس وقت انہیں قطعاً کوئی غم نہ ہو گا۔''

غصہ، نفرت، تفرقہ، بغض وعناد اس مشن کا تشخص ہے جو بارگاہ ایزدی سے معتوب اور گم کردہ راہ ہے۔یہ مشن کبر ونخوت، ضد اور ذاتی طور پر غرور کا پرچار کرتا ہے۔اس کردار میں وہ تمام عوامل کارفرما ہیں جن سے بندہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے اس کے اوپر تاریکی گھٹا بن کر چھا جاتی ہے، ادبار اور آلام ومصائب اس طرح مسلط ہو جاتے ہیں کہ یہ خود اپنی نظروں میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔دل میں ایک ایسا ناسور پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے تعفن سے روح کے اندر لطیف انوار اپنا رشتہ منقطع کر لیتے ہیں اور جب قطع وبرید کی یہ عادت مزمن ہو جاتی ہے تو انوار کا ذخیرہ پس پردہ چلا جاتا ہے اور اللہ کے ارشاد کے مطابق دلوں پر، کانوں پر مہر لگادی جاتی ہے اور آنکھوں پر دبیز اور گہرے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں۔یہ محرومی اس کو نہ صرف یہ کہ دنیا میں امن وسکون سے دور کر دیتی ہے بلکہ ایسا بندہ ازلی سعادت اور عرفان حق سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

ستمبر 2000ء

نورِ الٰہی

’’وہ لوگ جو ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔آگاہ رہو دلوں کو اطمینان اللہ کے ذکر سے ہی ملتا ہے۔‘‘

(سورہ رعد)

’’اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔ جو اللہ کے ذکر سے غافل ہو گیا تو یہی وہ لوگ ہیں جو خسارہ میں ہیں۔‘‘ (سورہ منافقون)

ذکر کے لغوی معنی یاد کرنے کے ہیں۔تذکرہ کرنے کو بھی ذکر کہتے ہیں۔اس لئے کہ تذکرہ کرنا کسی کو یاد کرنے کا اظہار ہے۔آدمی جب کسی کا نام لیتا ہے،اس کی صفت بیان کرتا ہے تو یہ عمل اس کا ذہنی تعلق مذکور کے ساتھ قائم کرتا ہے۔

ذکر کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اللہ کے کسی اسم یا صفت کو زبان سے بار بار دہرایا جائے۔جب تک کوئی شخص اس عمل میں مشغول رہتا ہے اس کا ذہن بھی کم و بیش اسی خیال پر قائم رہتا ہے۔اگرچہ وقتی طور پر ذہن ذکر سے ہٹ بھی جاتا ہے لیکن ذکر کی میکانکی حرکت غیر شعوری ارادے کو ذکر سے ہٹنے نہیں دیتی۔اسے اہل روحانیت نے ذکرِ لسانی کہا ہے۔

کسی اسم کو مسلسل دہرانے سے ایک ہی خیال ذہن پر نقش ہو جاتا ہے۔شعوری ارتکاز بڑھنے لگتا ہے اور ذہن کو ایک خیال پر قائم رہنے کی مشق ہو جاتی ہے۔جب ایسا ہوتا ہے تو ذاکر زبان سے الفاظ ادا کرنے میں بار محسوس کرتا ہے اور عالم خیال میں الفاظ ادا کرنے میں اسے سرور حاصل ہوتا ہے چنانچہ وہ ذکر لسانی سے ہٹ کر ذکر خفی کرنے لگتا ہے۔اس درجہ کو ذکر قلبی کہا جاتا ہے۔

پھر ایک ایسا موقع آتا ہے کہ آدمی خفی طور پر اسم کو دہرانے میں بھی ثقل محسوس کرتا ہے بلکہ اسم کا خیال اس پر غالب آجاتا ہے اور وہ عالم تصور میں پوری وجدانی کیفیت کے ساتھ اسم کے خیال میں ڈوب جاتا ہے۔ذکر کا یہ مرتبہ یا طریقہ جس میں کوئی شخص اسم کے معانی کا تصور قائم رکھتا ہے مراقبہ کہلاتا ہے۔ذکر کے تمام طریقوں کا مقصد ذاکر کے اندر اتنی صلاحیت پیدا کرنا ہے کہ اس کی توجہ کسی اسم کے اندر جذب ہو جائے۔پہلے پہل ذاکر خیال کو قائم کرتا ہے اور مسلسل توجہ سے یہ خیال اس کے تمام ذہنی و جسمانی افعال کے ساتھ اس کے شعور پر غالب آجاتا ہے۔وہ اللہ کے ساتھ مسلسل ربط حاصل کر لیتا ہے اور کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا جب یہ کیفیت اس پر طاری نہ ہو۔جب یہ کیفیت شعور کا حصہ بن جاتی ہے تو ذاکر کی روح عالم ملکوت کی طرف صعود کرتی ہے اور وہ کشف والہام سے سرفراز ہوتا ہے۔

نورِ نبوت

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

’’جب کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں۔ رحمت الٰہی ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکون نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں ان کا تذکرہ کرتا ہے۔‘‘

سکون اور خوشی کوئی خارجی شئے نہیں ہے۔ یہ ایک اندرونی کیفیت ہے۔ اس اندرونی کیفیت سے جب ہم آشنا ہو جاتے ہیں تو سکون و اطمینان کی بارش ہونے لگتی ہے۔ بندہ اس ہمہ گیر طرز فکر سے آشنا ہو کر مصیبتوں، پریشانیوں اور عذاب ناک زندگی سے رستگاری حاصل کر کے اس حقیقی مسرت اور شادمانی سے واقف ہو جاتا ہے جو بندوں کا حق اور ورثہ ہے۔

جس کے پاس زر و جواہر کے انبار ہیں وہ بھی دو روٹی کھاتا ہے اور ستر پوشی کے لئے دو کپڑے پہنتا ہے۔ جس کے پاس دولت نہیں ہے وہ بھی دو روٹی کھاتا ہے اور دو کپڑے زیب تن کرتا ہے۔ جس کے پاس دس کمروں کا محل ہے وہ ایک چارپائی کی جگہ پر ہی ہوتا ہے۔ کسی نے نہیں دیکھا کہ محل میں رہنے والا آدمی سوتے وقت اتنا پھیل جاتا ہو کہ سونے کے لئے ایک چارپائی سے زیادہ جگہ کی ضرورت اسے پیش آئے۔

دونوں حالتوں میں یہ ضروری ہے کہ آپ سکون آشنا زندگی سے ہمکنار ہوں۔ سکون آشنا زندگی سے ہم آغوش ہونے اور اطمینان قلب کے لئے ایک الگ طرز فکر ہے اور وہ طرز فکر یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ سے واقف ہو۔ خود سے وقوف حاصل کرنا حقیقت پسندانہ عمل ہے اور حقیقت سے فرار فکشن اور مفروضہ زندگی ہے۔

ہر آدمی جنت اور دوزخ اپنے ساتھ لئے پھرتا ہے اس کا تعلق طرز فکر سے ہے۔ طرز فکر آزادانہ اور انبیاء علیہم السلام کے مطابق ہے تو آدمی کی ساری زندگی جنت ہے۔ طرز فکر میں ابلیسیت ہے تو تمام زندگی دوزخ ہے۔

بے قراری اور اضطراب سے رستگاری حاصل کرنے کے لئے اسلاف سے ہمیں جو ورثہ ملا ہے اس کا نام مراقبہ ہے۔ مراقبہ کے ذریعے ہم اپنے اندر مخفی صفات کو منظر عام پر لا سکتے ہیں۔ ہم خود اپنا ادراک کر سکتے ہیں۔ ماضی اور مستقبل بھی ہمارے سامنے ایک کھلی کتاب بن جاتا ہے اور اس ادراک کی روشنی میں خوش آئند زندگی ہمارا مقصد بن جاتی ہے۔

اکتوبر 2000ء

نورِ الٰہی

"وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ اس میں آرام کرو۔ اور دن کو روشن بنایا۔ جو لوگ سننے والے ہیں ان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔" (سورہ یونس)

"اور وہی تو ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا۔" (سورہ فرقان)

"اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تا کہ تم اس میں آرام کرو اور اس کا فضل تلاش کرو اور شکر ادا کرو۔" (سورہ قصص)

"اور نیند کو تمہارے لئے موجب آرام بنایا اور رات کو پردہ مقرر کیا اور دن کو معاش قرار دیا۔" (سورہ النسائ)

انسانی زندگی کے دو رُخ ہیں۔ ایک بیداری اور دوسرا خواب۔ بیداری میں بھی اسے آرام و آسائش کے لئے وسائل کی ضرورت پیش آتی ہے اور سونے کی حالت میں بھی۔ سونے کی حالت بیداری کی مشقت و محنت کا ثمر ہے۔ آدمی جب تھک ہار کر اپنے اندر ضعف اور کمزوری محسوس کرتا ہے تو سونے کے بعد اس کی توانائیاں بحال ہو جاتی ہیں۔

یہ ایک قدرتی عمل ہے کہ آدمی روحانی طور پر بیداری کی حالت سے نکل کر اس دنیا میں پہنچ جاتا ہے جہاں وہ پیدائش سے پہلے مقیم تھا۔ سونے کی حالت میں وہ غیب کی دنیا میں سفر کرتا ہے اور غیب کی دنیا میں نورانی لہروں کو اپنے اندر جذب کرتا ہے اور سو اٹھنے کے بعد ایک نیا جوش، نیا ولولہ اور نئی زندگی اپنے اندر موجود پاتا ہے۔

شعوری زندگی میں دن بھر مصروف رہنے سے تھکان اور طبیعت میں اضمحلال پیدا ہونے لگتا ہے۔ لاشعوری دنیا سے رابطہ کے بعد تھکان اور اضمحلال ختم ہو کر آدمی کو نئی انرجی ملتی ہے۔ لاشعور سے انرجی حاصل کرنے کا قدرتی ذریعہ نیند ہے۔ پُر سکون نیند اپنی چادر میں تمام تر بے سکونی کو لے کر سکون کی چادر دراز کر دیتی ہے۔ یہ سکون اسے بیداری میں کام کرنے کی توانائی مہیا کرتا ہے۔

نورِ نبوت

ہمارے آقا سرور کون و مکاں ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ بستر پر پہنچنے سے پہلے قرآن پاک کا کچھ حصہ ضرور پڑھو تا کہ غیب کی دنیا میں داخل ہونے سے پہلے بیداری میں ہی انوار کا نزول شروع ہو جائے۔

نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں:

''جو شخص اپنے بستر پر آرام کرتے وقت اللہ کے کلام کی کوئی سورہ تلاوت کرتا ہے تو خدائے تعالیٰ بیدار ہونے تک ہر تکلیف دہ چیز سے اس کی حفاظت پر ایک فرشتہ مامور کرتا ہے۔''

''سونے کے وقت باوضو بستر پر آؤ۔ نماز کی طرح وضو کرو۔ بستر کو کسی کپڑے سے تین مرتبہ جھاڑو۔''

سونے کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کیجئے جہاں تازہ ہوا اور آکسیجن وافر مقدار میں پہنچتی رہے۔ ایسے بند کمرے میں نہ سوئیں جہاں تازہ ہوا کا گزر نہ ہو۔ منہ لپیٹ کر سونے سے صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ سوتے وقت چہرہ کھلا رکھئے تاکہ تازہ ہوا ملتی رہے۔

سونے سے پہلے ڈراؤنا، جرائم سے لبریز اور مخرب الاخلاق لٹریچر یا فلم دیکھنے سے گریز کیجئے کیونکہ اس کے منفی اثرات خواب میں منتقل ہو کر بے چینی پیدا کرتے ہیں اور ہم خواب سے پوری طرح انرجی حاصل نہیں کر پاتے۔ اسی لئے ہمارے پیارے نبی ﷺ نے قرآن پاک کی غور و فکر کے ساتھ تلاوت کی تعلیم فرمائی ہے تاکہ غیب کی دنیا میں نورانی لہروں کو اپنے اندر جذب کریں۔

سونے سے پہلے کھانے کے برتن ڈھک دیں یا دھلے ہوئے برتن الٹ کر رکھ دیں۔ حوائج ضروریہ سے فارغ ہو جائیں۔ بستر کو پہلے جھاڑ لیں تاکہ اس پر جو مٹی یا دھول جمع ہو گئی ہے وہ دور ہو جائے۔ سر شمال کی طرف ہو تو گہری نیند آتی ہے۔

نومبر 2000ء

نورِ الٰہی

’’نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق اور مغرب کی طرف کرلو لیکن نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور آسمانی کتابوں پر اور نبیوں پر اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چڑھانے میں۔‘‘ (سورہ البقرہ)

’’اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔‘‘ (سورہ النسائ)

’’اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔ اللہ تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔‘‘ (سورہ النسائ)

اللہ رب العزت سارے جہانوں کا پرورش کرنے والا، سب کی ضروریات کا کفیل اور سب کا نگہبان ہے۔ چنانچہ جب ہم انسانوں سے بھلائی کے ساتھ پیش آتے ہیں، ان کی مدد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ قرآن پاک نے ہم پر حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق پورا کرنا لازم و ملزوم کر دیا ہے اور اس کی بہت تاکید کی ہے۔

حقوق العباد کی ادائیگی رشتہ داروں سے شروع ہوتی ہے جن میں والدین سب سے پہلے مستحق ہیں۔ ماں باپ کی خدمت اور ان کی اطاعت اولین فریضہ ہے۔ اہل و عیال کے لئے حلال رزق کا حصول اور بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت بھی حقوق العباد میں سے ہے۔ اس کے بعد دوسرے رشتہ داروں اور پڑوسی کا نمبر آتا ہے۔ آخر میں تمام انسان حقوق العباد کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔

نورِ نبوت

نبی آخر الزماں سید الانبیاء خیر البشر سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا اللہ اس کی حاجت پوری کرے گا۔ جو شخص کسی بھائی کی کسی پریشانی کو دور کرے گا تو اللہ اس کی پریشانی دور کرے گا۔ جو شخص کسی بھائی کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔''

''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔ جب اس سے ملو تو اس کو سلام کرو، جب وہ دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو، جب وہ تم سے خیر خواہی چاہے تو اس سے خیر خواہی کرو، جب اسے چھینک آئے اور اللہ کی حمد بیان کرے تو اس کا جواب دو، جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو اور جب اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائو۔''

دین کا بنیادی جذبہ خیر خواہی ہے چنانچہ اگر ہم کسی کے لئے اچھائی نہیں کر سکتے تو اس کے لئے برائی کے مرتکب بھی نہ ہوں۔ اگر ہم اس پوزیشن میں نہ ہوں کہ مالی لحاظ سے کسی کی مدد کر سکیں تو خدمت کے اور بھی ذرائع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مختلف صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ ہم ان کو لوگوں کے فائدے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔

خیر خواہی کے لئے محض مالی حالت کا اچھا ہونا ضروری نہیں ہے۔ لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آنا، سلام میں پہل کرنا، کسی کی غیبت نہ کرنا اور نہ سننا، اللہ کی مخلوق سے حسنِ ظن رکھنا، لوگوں کے چھوٹے موٹے کام کر دینا، کسی ضعیف یا بیمار کو سڑک پار کرا دینا، بیمار کی مزاج پرسی کرنا، سڑک پر پڑتے ہوئے پتھر یا کانٹوں کو راہ سے ہٹا دینا حقوق العباد کے زمرے میں آتے ہیں۔

دسمبر 2000ء

نورِ الٰہی

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تاکہ تم متقی بنو۔ (روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرلے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے مسکین کو کھانا کھلادیں۔ اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ رمضان کا مہینہ جس میں نازل ہوا قرآن جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (حق و باطل) الگ الگ کرنے والا ہے۔ تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو اسے چاہئے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں ان کا شمار پورا کرلے۔ اللہ آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم روزوں کا شمار پورا کرلو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تم کو ہدایت بخشی ہے اور تم تکبر نہ کرو اور اس کا شکر کرو۔'' (سورہ البقرہ)

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن میں روزہ کی تعریف اس طرح آئی ہے:

''روزہ غذا سے مکمل یا جزوی پرہیز کا ایک ایسا آفاقی عمل ہے جو مشرق و مغرب کی تقریباً سبھی تہذیبوں میں پایا جاتا ہے۔''

اسی طرح انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے:

''خاص مقصد کے لئے یا اہم مقدس اوقات کے دوران یا ان سے قبل روزہ رکھنا دنیا کے بڑے مذاہب کا خاصہ ہے۔''

رمضان المبارک مسلمانوں کی روحانی اور معاشرتی اصلاح کا تربیتی پروگرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اس مہینہ کا حاصل تقویٰ ہے اور متقی پر کئی معاشرتی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اس مہینہ میں غریبوں، بیوائوں، یتیموں اور ناداروں کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیجئے۔ فیاضی اور سخاوت کے پیکر، اللہ کے رسول ﷺ رمضان میں بہت زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔ روزہ کی حالت میں ذہن صرف کھانے پینے کی چیزوں میں نہ لگا ہو۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگوں کو صبح ہی سے یہ فکر ستانے لگتی ہے کہ افطار میں کیا کھانا ہے۔ دوپہر کے بعد سے ہی کھانے کے انتظام میں لگ جاتے ہیں۔ یاد رکھئے روزہ کا مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ افطار کے وقت محلہ میں کھانا تقسیم کیجئے بعض مستحق سفید پوش لوگ اپنی مشکل بیان نہیں کرسکتے۔ اس ذریعہ سے ان کی شرافت کا بھرم بھی قائم رہتا ہے اور عزت نفس بھی مجروح نہیں ہوتی۔ ضرورت مندوں کی امداد پوشیدہ طریقے سے کریں تاکہ آپ کے اندر بڑائی یا نیکی کا غرور پیدا نہ ہو۔

نورِ نبوت

''تاجر مدینہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''روزہ میرے لئے ہے اور روزہ کی جزا میں ہوں۔''

رمضان جس میں نازل ہوا قرآن ایک پُر عظمت اور فضیلت و حکمت سے معمور مہینہ ہے۔ جو انسانی شعور کو مصفی اور صیقل بنا دیتا ہے۔ محض اللہ کے لئے بھوکے پیاسے رہنے سے آدمی کی روح آسمانوں کی وسعتوں میں پرواز کر کے عرش کی رفعتوں کو چھو لیتی ہے۔

شعبان کی آخری تاریخ کو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''لوگو! تم پر ایک بہت عظمت و برکت کا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں ایک رات ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔''

قرآن پاک نے اس رات کا نام لیلۃ القدر رکھا ہے۔ اللہ کے فرمان کے مطابق لیلۃ القدر ایک ہزار مہینوں کے دن اور رات کے حواس سے افضل ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے ہم اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ رات کے حواس کی رفتار اس رات میں ساٹھ ہزار گنا بڑھ جاتی ہے کیونکہ ایک ہزار مہینوں میں تیس ہزار دن اور تیس ہزار راتیں ہوتی ہیں۔

جب آپ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں گزارتے ہیں۔ اس وقت آپ کاروبار کو بھی ترک کر دیتے ہیں۔ معاش بھی آپ کے ذہن میں نہیں ہوتا۔ صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے صاف ستھری زندگی، صحیح نظام الاوقات کی حدود میں گزارتے ہیں تو کم بولنے، کم سونے، کم کھانے اور کم سوچنے سے آپ کی فکر مجلی ہو جاتی ہے۔ ایک روشنی آپ کے دماغ میں دل اور سینہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ روشنی آپ کی فکر میں راہنمائی کرتی ہے۔ باطنی حواس کو پردہ سے باہر لے آتی ہے اور ان میں تیزی پیدا کرتی ہے۔ یہی روشنی ہے جس کے ذریعے آپ بہت سی باتیں جو مستقبل میں ہونے والی ہیں، دیکھ لیتے ہیں، کانوں سے سن لیتے ہیں اور دماغ سے ان چیزوں کو سمجھنے کے لئے غلبہ حاصل کر لیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ رمضان کے مہینے میں زیادہ صلوٰۃ قائم کرتے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کو قرآن پاک سنایا کرتے اور آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو قرآن سنایا کرتے۔ رمضان کے آخری عشرے میں مسجد نبوی کے ایک حصہ میں معتکف ہو جاتے اور طاق راتوں میں طویل شب بیداری فرماتے۔

☆☆☆☆☆